الدولة المكية
بالمادة الغيبية
(۱۳۲۳ الهجرية)
مؤلفه
الشيخ الإمام أحمد رضا خان
القادري الأفغاني ثم البريلوي الهندي
ترجمه
پیرزادہ اقبال احمد فاروقی
مکتبۂ نبویہ

الدولة المكية
بالمادة الغيبية
(۱۳۲۳ الهجرية)
مؤلفه
الشيخ الامام احمد رضا خان
القادري الافغاني ثم البريلوي الحنفي
ترجمه
پیرزادہ اقبال احمد فاروقی
مکتبۂ نبویہ

کتاب پر ایک نظر

نام کتاب	الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیہ
نام مصنف	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
موضوع کتاب	علوم غیبیہ
سال تصنیف	۱۳۲۳ھ ۱۹۰۵ء
سال اشاعت اوّل	۱۳۲۴ھ ۱۹۰۶ء
مقام تصنیف	مکۃ المکرمہ
ترجمہ اردو	پیرزادہ اقبال احمد فاروقی
افتتاحیہ	ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری
سال اشاعت	۱۴۲۹ھ ۲۰۰۸ء
تعداد	ایک ہزار

فہرست مضامین کتاب

دیباچہ

چند سال پہلے کی بات ہے کہ میرے دوست زبیر قادری صاحب مدیر سہ ماہی ''افکار رضا'' ممبئی، ہندوستان سے پاکستان آئے۔ کراچی میں اپنے احباب کو ملنے کے بعد عارف جامی کے ساتھ لاہور پہنچے تو مجھے اسلام آباد سے ملاقات کے لیے طلب فرمایا۔ جب میں اسلام آباد سے لاہور پہنچا تو انہیں دارالعلوم نعمانیہ میں پایا۔ ملاقات کے بعد وہ مجھے مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور پر لے گئے جہاں پر انہوں نے مجھے حضرت علامہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی زید مجدہ سے متعارف کرادیا۔ پھر کیا ہوا؟ حضرت فاروقی صاحب نے ''جہانِ رضا'' اور اپنی تازہ ترین تصانیف کے ذریعے مجھے اپنے ساتھ مربوط کرلیا اور میری تربیت شروع فرما دی۔ حتیٰ کہ وقتِ صبح اپنے آہِ سحر گاہی کے اوقات میں مجھے فون پر بات کرنے کی اجازت بھی مرحمت فرمادی۔ کہاں میں ایک انتہائی کم مایہ طالب علم اور کہاں علامہ فاروقی صاحب جیسی صاحب علم وعرفان ہستی! بہر حال یہ ان کی محبتیں ہیں، شفقتیں ہیں، عنایتیں ہیں، نوازشیں ہیں، اور کیا کیا ہیں؟ بہت زیادہ ہیں، معلوم نہیں۔

ان کے رَس بھرے اسلوبِ نگارش نے مجھے بہت متاثر کیا ہے۔ ان کے شیریں لب ولہجے نے مجھے اپنا اسیر بنالیا ہے۔ ان کے اندازِ تربیت نے مجھے اپنا ایک لحاظ سے شاگرد بنالیا ہے۔ میرے لیے انہوں نے اپنا مکتبہ کھول دیا ہے، اپنی زیرِ نگرانی لائبریریاں کھول دی ہیں۔ میرے لئے اپنے اہم کام مؤخر کر کے تشریف لے آتے ہیں۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء۔

گذشتہ سال میری تربیت کرنے کے لیے انہوں نے اپنی زیر نظر علمی کاوش میرے سپرد کردی، حکم فرمایا کہ اسے پڑھو، کمپوز کتابت کی غلطی ہو تو درست کرو، کوئی علمی غلطی

نظر آئے تو اصل سے ملا کر تصحیح کرو، مسلسل رابطے میں رہو، جلدی کرو، لوگ اس کتاب کا انتظار کر رہے ہیں، کتاب چھپے گی۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے قارئین کی علمی ضرورت پوری ہوگی۔ عرصہ ہوا کتاب بازار میں دستیاب نہیں۔ یہ کام تو تم نے کرنا ہی ہے۔

ایسے میں یہ راقم کیا کرتا؟ سوائے سرِ تسلیم خم کرنے کے سوا کچھ نظر نہ آیا۔ کمپوز شدہ مسودہ جو پہلے ایک بار کسی کی نظروں سے گزر چکا تھا پڑھنا شروع کیا تو معاملہ کافی مشکل نظر آیا۔ اللہ کریم کی رحمت کے سہارے چلنا شروع کیا۔ ایک ایک صفحے پر کئی جگہ سرخی بکھرنے لگی۔ صبر کا پیمانہ لبریز ہونے لگا۔ اپنے مربی سے رابطہ کیا کہ جتنا وقت ایک غلطی کو درست کرنے کے لئے توضیحی عبارت لکھنا پڑتی ہے اس سے کم وقت میں اسے درست کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے براہِ کرم اس کمپوزنگ کو سی ڈی میں مجھے ارسال فرمائیں۔

میری یہ عرض بھی قبول کر لی گئی۔ سی ڈی پہنچی تو زیرِ نظر کتاب کی تصحیح شروع ہوگئی۔ کتابت کی غلطیاں تو آسانی سے درست ہوگئیں مگر بعض عبارتوں میں واقع علمی خامیوں کو دور کرنے کے لیے مجھے الدولۃ المکیہ کے مطبوعہ نسخہ کی ضرورت پڑی۔ سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی میں واقع جامعہ رضویہ ضیاء العلوم کی لائبریری میں گیا۔ وہاں محترم جناب حافظ محمد اسحاق ظفر صاحب کی مہربانی سے الدولۃ المکیہ کا نسخہ مل گیا۔ اس کی مدد سے میں نے کمپوزنگ میں علمی اغلاط کو بھی دور کر لیا۔ اسی طرح حواشی کو بھی متعلقہ صفحات پر درج اور درست کیا۔ آخر میں اسے صاحب تالیف کے حوالے کرنے سے پہلے ان مقامات کے حوالے سے اطلاع دی اور مشورہ کیا۔ اتنی کوشش کے باوجود شاید اس میں کچھ غلطیاں رہ گئی ہوں تو قارئین ان کی تصحیح کے سلسلے میں اطلاع دیں تاکہ آئندہ ایڈیشن بہتر صورت میں سامنے آئے۔

خورشید احمد سعیدی، ۳/ دسمبر ۲۰۰۷، لاہور

عرضِ ناشر

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، مدیر ماہنامہ ''جہانِ رضا'' لاہور

زیر نظر کتاب الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ سابقہ حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خان القادری البریلوی (۱۲۷۲ھ۔۱۳۴۰ھ) کا وہ مایہ ناز معرکہ ہے جسے آپ نے مکہ مکرمہ میں ۲۵/ ذوالحجہ ۱۳۲۳ھ ۱۹۰۵ء کو صرف آٹھ گھنٹوں میں فصیح و بلیغ عربی میں سپرد قلم کیا تھا[۱]۔ آپ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی حاضری کا ارادہ کیا تو برصغیر کے چند علماء نے ایک مفصل سوالنامہ تیار کیا اور شریفِ مکہ ''سیدنا'' کے دربار میں پیش کیا۔ جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علومِ غیبیہ کے متعلق اِستفسار کیا گیا تھا۔ مستفسرین کا خیال تھا کہ فاضل علام اس مختصر وقت میں نہ تو جواب لکھ سکیں گے اور نہ شہر محبوب کی روانگی میں تاخیر برداشت کریں گے اور اس طرح انہیں شریفِ مکہ اور علماء مکہ کے سامنے خِفت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اعلیٰ حضرت نے سوالنامہ کا جواب کیا لکھا آٹھ گھنٹے میں ایک مُدلّل اور مکمل عربی کتاب لکھ کر مستفسرین اور علمائے مکہ معظمہ کو حیرت زدہ کر دیا۔ اس کتاب کو شریف مکہ نے اپنی مجلس میں علمائے حرمین کی موجودگی میں خود سنا۔ پھر علمائے حرمین شریفین نے علیحدہ علیحدہ پڑھ کر بے پناہ خراج تحسین پیش کیا۔ اور اپنی تقاریظ (جن میں سے چند آراء اس کتاب کے آخر میں مُلخصاً پیش کی جا رہی ہیں) اور تقاریر میں کتاب کی افادیت اور فاضل مولف کی شخصیت کو دنیائے اسلام کے سامنے بھرپور انداز میں پیش کیا۔

کتاب کی تصنیف کے پس منظر پر غور کیا جائے تو برصغیر کی نظریاتی تاریخ اور پھر مختلف علمائے کرام کے عقائد اور نظریات کی کشمکش کا ایک دلخراش منظر سامنے آتا ہے۔ انگریز

[۱] ملفوظات اعلیٰ حضرت، جلد دوم صفحہ ۹، مرتبہ محمد مصطفیٰ رضا خان مفتی اعظم ہند، مطبوعہ فضل نور اکیڈمی، پنجاب۔

اپنی سلطنت کی وسعت پذیری کی چالیں پورے ایشیا پر چلانے میں مصروف تھا۔ برصغیر کو زیر انتداب لانے کے بعد ممالک عرب کو ترکوں سے خالی کرانے کے درپے تھا۔ آلِ سعود کے مہروں کو آگے بڑھا کر حرمین شریفین کی سرزمیں پر اپنی شاطرانہ چالوں سے وار کر رہا تھا۔ اسی زمانہ میں آلِ سعود کے نظریاتی راہنما محمد ابن عبدالوہاب نجدی نے ''کتاب التوحید'' لکھی۔ تو دنیائے علم کی آنکھیں تصویرِ حیرت بن گئیں۔ اسی کتاب کے مندرجات نے دہلی کے علمی خانوادے کے ایک فرزند مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی کو اتنا متاثر کیا کہ اس نے اس کتاب کا چربہ ''تقویۃ الایمان'' کے نام سے ہندوستان میں شائع کیا۔ اس کتاب میں مسلمانوں کو مشرک و بدعتی اور گمراہ کے خطابات سے نوازا گیا۔ پھر پہلی بار فقہی مسائل میں اختلافات کی روش سے ہٹ کر ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدف تنقید بنایا گیا۔ اس سے صدیوں پہلے اسلامی تاریخ میں مختلف فرقے اپنے علمی اور نظری اختلافات کی وجہ سے متعارف تو ہوئے تھے۔ مگر ان کے اختلافات کی بنیاد جبر و قدر، قدیم و حادث، شریعت و طریقت یا دوسرے فقہی اور فروعی مسائل پر ہوا کرتی تھی۔ مگر سب سے پہلے جس خانوادہ نے ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اختلافات کی راہیں کھولیں وہ 'تقویۃ الایمان' کی ذُرِیت تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر سوال اُٹھائے گئے، بحث ہونے لگی، امکان نظیر پر گفتگو چل نکلی۔ آپ کے کمالات پر لیت و لعل کے دروازے کھل گئے۔ آپ کی بشریت پر قیل و قال کا بازار گرم ہوا۔ پھر بشریت اور علمیت کی تقسیم پر یہ اندازے لگائے جانے لگے کہ آیا حضور ہمارے جیسے ہی بشر تھے یا ہم سے ذرا بڑے۔ اُنکا علم ہمارے جیسا ہی تھا یا قدرے زیادہ تھا۔ پھر یہ نظریہ بھی دیا جانے لگا کہ آپ کو خاتم الانبیاء ماننے کے باوجود اللہ چاہے تو ہزاروں انبیاء پیدا کر سکتا ہے۔ الغرض برصغیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کو پہلی بار نظریاتی تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔

اس بات پر علماء اہلسنت نے سخت احتجاج کیا اور اُن نظریات اور کتاب کا شدید نوٹس لیا۔ علامہ فضل حق خیر آبادی قدس سرہ نے اس کتاب کے خلاف تحریری اور تقریری آواز بلند کی۔ جس کے اثرات سارے ہندوستان میں گونجے اور مختلف علماء کرام نے اس کتاب کے رَد میں کتابیں لکھیں۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ اُن دنوں ہندوستان کے اکابر علمائے کرام میں شمار ہوتے تھے۔ آپ کے ایک شاگرد مولانا عبد السمیع رامپوری نے ایک کتاب "انوارِ ساطعہ" لکھی جس میں عقائد اہلسنت کی وضاحت بھی کی گئی اور ساتھ ساتھ نجدی نظریات کا رد بھی کیا گیا۔ یہ کتاب سامنے آئی تو علمائے دیو بند کا ایک مضبوط اور اعلیٰ سطح کا طبقہ بے چین ہو گیا۔ مولوی رشید احمد گنگوہی نے اپنے شاگرد مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کے نام سے "انوارِ ساطعہ" کے جواب میں ۱۳۰۴ھ/ ۱۸۸۷ میں "براہین قاطعہ" شائع کر کے پہلی بار منظر عام پر لا رکھی۔ اس اختلافی فضا کو صاف کرنے کے لیے حضرت مولانا امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ "فیصلہ ہفت مسئلہ" لکھا مگر ان کی کوششیں کامیاب نہ ہو سکیں اور علمائے دین دو واضح گروپوں میں تقسیم ہو گئے۔

☆

مولوی خلیل احمد انبیٹھوی ان دنوں دار العلوم بہاولپور میں مدرس اعلیٰ تھے۔ حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے "براہین قاطعہ" کو پڑھا اور اسے نظریاتی طور پر بڑی نقصان دہ کتاب تصور کیا۔ ۱۳۰۶ھ میں مولانا غلام دستگیر قصوری نے انہیں مناظرہ کا چیلنج دیا جسے قبول کر لیا گیا۔ چنانچہ اس مناظرہ کو دیکھنے کے لئے ہندوستان بھر سے دیو بند اور اہلسنت کے جید علماء بہاولپور میں حاضر ہوئے۔ مناظرہ شوال ۱۳۰۶ھ میں نواب آف بہاولپور کے زیر اہتمام وانتظام منعقد ہوا۔ پیر طریقت حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہ کو حکم مناظرہ بنایا گیا اور

پنجاب اور ہندوستان کے تمام علاقوں سے علماء کا عظیم اجتماع ہوا۔ اس مناظرہ میں مولوی خلیل احمد انبیٹھوی اور دیوبندی علماء کو شکست فاش کا سامنا کرنا پڑا۔ نواب آف بہاولپور نے مولوی خلیل احمد کے عقائد و نظریات کی مفسدانہ حرکات پر انہیں ریاست بدر کرنے کے احکام جاری کیے۔

مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مناظرہ کی روئیداد عربی میں مرتب کی ۱۳۰۷ھ میں حرمین شریفین کی حاضری دی۔ علماء مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے سامنے پیش کی۔ علماء حرمین نے کتاب پر تقاریظ لکھیں اور ستر سے زیادہ علمائے حرمین شریفین نے عقائد دیوبند سے اظہار بیزاری کیا۔ اُن آراء سے دیوبندی مکتب فکر کے علماء کا اعتقادی قلعہ منہدم ہوتا دکھائی دیا۔ مگر اُن گرتی ہوئی دیواروں کو سہارا دینے کے لیے علماء دیوبند کے ایک بورڈ نے ایک رسالہ المھند المفند (عقائد علماء دیوبند) شائع کر کے عوام کو یہ تاثر دیا کہ ہمارے عقائد وہی ہیں جو اہلسنت کے ہیں۔

☆

۱۳۱۹ھ/ ۱۹۰۱ء میں مولوی اشرف علی تھانوی نے ایک رسالہ بنام ''حفظ الایمان'' لکھا جس میں بڑی دیدہ دلیری سے وہ رسوائے زمانہ عبارت سامنے آئی کہ ''علومِ غیبیہ میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے۔''

اس عبارت پر علماء اہلسنت نے تو برافروختہ ہونا ہی تھا۔ خود دیوبندی مکتب فکر کے سربراہ مولانا حسین احمد مدنی نے بھی اپنی کتاب ''الشہاب الثاقب'' میں برملا لکھا کہ ایسے الفاظ کہنے والا کافر ہو جاتا ہے۔

امام اہلسنت الشاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایسی تمام عبارات پر گرفت کی۔ اور علمائے دیو بند کا تعاقب کیا۔ ۱۳۲۰ھ میں اعلیٰ حضرت نے مولانا فضل امام رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "المعتقد المنتقد" پر حواشی لکھے۔ جو "المعتمد المستند" کے نام سے چھپے۔ ان حواشی میں امام اہلسنت نے مولوی محمد قاسم نانوتوی مہتمم دار العلوم دیو بند، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی خلیل احمد انبیٹھوی اور مولوی اشرف علی تھانوی کی کفریہ عبارات کو ہدف تنقید بنایا۔ آپ نے رسالہ "صیانة النّاس" کے رد میں ۱۳۱۸ھ ربیع الآخر میں ایک فتویٰ جاری کیا جو ۱۳۲۰ھ میں پٹنہ عظیم آباد کے "مطبع تحفہ حنفیہ" میں چھپا۔ پھر جمادی الآخر ۱۳۲۲ء میں ایک اور فتویٰ شائع کیا[1]۔ اعلیٰ حضرت کی کتاب "سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح" جو مطبع انوار محمدی لکھنو سے ۱۳۰۹ میں طبع ہوئی۔ پھر "الکوکبة الشھابیہ فی کفریات أبی الوھابیة" ۱۳۱۶ھ میں عظیم آباد پٹنہ سے چھپی۔ ساتھ ہی ایک اور کتاب "سل السّیوف الھندیة علیٰ کفریات بابا النّجدیة" صفر ۱۳۱۴ھ میں عظیم آباد میں چھپی[2]۔

اعلیٰ حضرت کی نظریاتی اور تنقیدی تحریروں میں سے المعتمد المستند کو بنیادی حیثیت ملی۔ اسے علمائے حرمین شریفین نے بڑا پسند کیا اور اس کتاب پر اڑھائی سو سے زائد علمائے حرمین اور پاک و ہند نے اپنی آراء لکھیں۔ جو "حسام الحرمین علی منحر الکفرو المین" اور "الصوارم الھندیة" میں چھپ کر عام ہوئیں۔

☆

جب آپ کے حواشی و تعلیقات 'المعتمد المستند' شائع ہوئے تو علماء دیو بند

[1] تمہید الایمان صفحہ ۱۲۹، مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ایڈیشن ۱۹۸۹ء

[2] تمہید الایمان صفحہ ۱۳۳، مطبوعہ مکتبہ نبویہ، لاہور

بڑے مضطرب ہوئے وہ ہندوستان تو کیا علمائے حجاز تک پہنچے مگر جب اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی کتاب ''الدَّولۃُ المَکِیَّۃُ بِالمَادَۃِ الغَیبِیَّۃ'' کے اثرات سامنے آئے تو دم بخود ہو کر رہ گئے۔ ''الدولۃ المکیۃ'' دراصل (جس کی تفصیل ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ کے افتتاحیہ میں ملے گی) وہ معرکۃ الآراء کتاب ہے جس پر عالم اسلام نے بھرپور دادِ تحسین پیش کی۔ یہ کتاب حضور نبی کریم صاحب کوثر وتسنیم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ پر ایک شاندار مرقع ہے جسے پڑھ کر ایمان تازہ ہو جاتا ہے اور حضورؐ کے کمالات سے قلب وذہن فروغ پاتے ہیں۔

☆

ہم سابقہ صفحات میں زیرِ نظر کتاب ''الدولۃ المکیۃ'' کی وجہ تالیف پر اظہار خیال کر چکے ہیں[1]۔ یہ کتاب ۱۳۲۳ھ میں لکھی گئی اور اس میں علمِ ذاتی، علمِ عطائی، علمِ ذاتی محیط اور علمِ عطائی غیر محیط، علمِ متناہی، علمِ واجب لِلذات اور علمِ عطائی ممکن، اَزلی اَبدی، مخلوق، غیر مخلوق، واجب البقا، جائز الفنا، علمِ کل، علم بعض (مخالفین کا بعض اور اہلِ محبت کا بعض)، لوح محفوظ کے علوم، لوح مبین پر نگاہ جیسے سینکڑوں موضوعات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

کتاب کے آخری حصہ میں حضرت مولانا سلامت اللہ رامپوری قدس سرہ کے رسالہ ''اعلام الاذکیاء'' میں حضور نبی کریم ﷺ کو اوّل وآخر وظاہر وباطن قرار دینے پر معاندین کے اعتراضات پر اظہارِ خیال کیا گیا ہے۔ یہ کتاب ایک عرصہ تک حجاز کے مقتدر علماء کرام

---

[1] کتاب الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ کی تالیف کے تفصیلی پس منظر کو جاننے کے لئے ملفوظات اعلیٰحضرت کی جلد دوم کا مطالعہ کریں۔

کے مطالعہ میں رہی۔ پھر اسکی نقلین مختلف علمی حلقوں میں پہنچیں۔

حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے شریف مکہ (سیدنا) کے دربار میں علماءِ حجاز کے سامنے لفظاً لفظاً سنائی۔ حج بیت اللہ سے مؤلف علام ہندوستان واپس آئے تو کتاب پر نظر ثانی کرتے وقت ۱۳۲۵ھ میں اس پر مختصر حواشی لکھے۔ جنکا نام "الفیوضات الملکیة لمحب الدولة المکیة" رکھا گیا۔[۱] اور یہ کتاب 'افتائے حرمین' کے نام سے ۱۳۲۸ھ /۱۹۴۰ء میں سب سے پہلے بریلی سے شائع ہوئی۔ یہ کتاب دراصل "الدولة المکیة" کا خلاصہ تھا جس میں بیس تقاریظِ علمائے حرمین شامل کر دی گئی تھیں۔[۲] پھر ایک عرصہ بعد الدولة المکیة مکمل متن اور تقاریظ کے ساتھ دوبارہ بریلی سے شائع ہوئی۔ عربی زبان سے نا آشنا حضرات کے لئے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے صاحبزادہ حجۃ الاسلام الشاہ حامد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ نے متن کے ساتھ اُردو ترجمہ بھی شائع کرایا۔

پاکستان میں پہلی بار ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۵ء میں یہ کتاب اصل متن، ترجمہ اور ساٹھ تقاریظ کے ساتھ شائع ہوئی۔ پھر یہی ایڈیشن ۱۹۸۰ء میں لاہور سے بھی شائع ہوا۔ مگر ۱۹۷۶ء میں ایک ایڈیشن کراچی سے شائع ہوا تھا جس میں ترجمہ اور متن تھا۔ حضرت حجۃ الاسلام الشاہ حامد رضا خان قدس سرہٗ کا اُردو ترجمہ عالمانہ اور آج سے ستر سال قبل کا بار بار شائع ہو رہا تھا۔ جس سے کتاب کی افادیت سے آج کا اُردو داں طبقہ پوری طرح استفادہ نہیں کرسکتا تھا۔

---

[۱] اس کتاب کے بعض صفحات کے عکس سید ریاست علی قادری مرحوم کے ذخیرۂ کتب کی وساطت سے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، ایم اے، پی ایچ ڈی پرنسپل گورنمنٹ کالج ٹھٹھہ سندھ نے اپنی تالیف "امام رضا اور عالم اسلام" مطبوعہ ۱۹۸۳ء/۱۴۰۳ھ میں شائع کر دیئے ہیں۔

[۲] دیکھیں حاشیہ "امام احمد رضا اور عالم اسلام" صفحہ ۲۰ مطبوعہ "ادارہ تحقیقات امام احمد رضا" کراچی۔

ہم نے اس علمی اور جامع ترجمہ کو آسان اور سلیس بنا کر عربی متن کے بغیر شائع کرنے کا عزم کیا۔ ہم نے اپنے ترجمہ کو از سرِنو مرتب کیا۔ عنوانات قائم کیے۔ پیرابندی کی گئی۔ نئی کتابت (کمپوزنگ) سے مزین کیا۔ پھر جن علمائے کرام نے تقاریظ لکھی تھیں ان کے حالات زندگی کتاب کے آخر میں شائع کردئے ہیں۔

الحمد للہ ہم اپنی آسان زبان میں ترجمہ کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ اب یہ ترجمہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ ''الدولة المکیة'' کا تازہ ایڈیشن اور تازہ ترجمہ (دوسرا ایڈیشن) لاتے وقت ہم نے عالی جناب ڈاکٹر محمد مسعود احمد ایم اے، پی ایچ ڈی کی ان تحریروں سے بھرپور استفادہ کیا جو آپ کے قلم سے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت پر سامنے آتی رہی ہیں۔ پھر آپ کا ''افتتاحیہ'' قارئینکے لئے ایک گراں قدر مطالعہ ہے۔ ہم توقع رکھتے ہیں کہ ہماری قلمی کوتاہیوں کے باوجود تازہ ترجمہ قارئین کرام کو علوم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعارف کرانے میں مفید ثابت ہوگا اور علمائے اہلسنت اسے قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ اور ہماری یہ کوشش مشکور و ماجور ہوگی۔

الدولۃ المکیہ کے ترجمہ کا زیرِ مطالعہ ایڈیشن آپ کے سامنے ہے۔ اس ایڈیشن کی طباعت کے سلسلہ میں ہم نے حتی الامکان کوشش کی ہے کہ ہمارے قارئین کے لیے ''گلِ تازہ'' بن کر سامنے آئے۔ ہمارے احباب نے اس کی ترتیب، تدوین اور پروف ریڈنگ کے سلسلہ میں تعاون فرمایا جس کے لئے ہم ان کے ممنون ہیں۔ خصوصی طور پر ہمارے محقق مدقق دوست حضرت علامہ خورشید احمد سعیدی صاحب لیکچرار (شعبۂ تقابل ادیان) انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد ہمارے شکریے کے مستحق ہیں۔ انہوں نے بے پناہ علمی اور تدریسی مصروفیات کے باوجود اس ایڈیشن کی ترتیب و طباعت میں ہماری مدد کی ہے۔

افتتاحیہ

ماہر رضویات ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مظہری ایم اے، پی ایچ ڈی۔ کراچی

عالم اسلام میں امام احمد رضا کا پہلا تعارف اس وقت ہوا جب وہ ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء میں اپنے والد ماجد مولانا محمد نقی علی خاں کے ہمراہ حج بیت اللہ کے لئے حرمین شریفین حاضر ہوئے۔ اس موقع پر مفتی شافعیہ حسین بن صالح جمل اللیل مکی نے بغیر کسی سابقہ تعارف کے امام احمد رضا کی پیشانی دیکھ کر بے ساختہ فرمایا:

اِنّی لاجِدُ نورَ اللّٰہِ مِن ھٰذا الجَبِین

"میں اس پیشانی میں اللہ کا نور محسوس کر رہا ہوں"

اس کے ساتھ اور واقعات بھی پیش آئے جن کی تفصیل آگے آتی ہے۔ عالمِ اسلام میں اس مجمل تعارف کے تقریباً ۲۲ سال بعد ۱۳۱۷ھ / ۱۸۹۹ء میں قدرے تفصیلی تعارف اس وقت ہوا جب ندوہ میں امام احمد رضا کا فتویٰ تصدیق و توثیق کے لئے علماءِ اسلام کے سامنے پیش ہوا اور انہوں نے اپنی تصدیقات عنایت فرمائیں، پھر چھ برس بعد ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء میں پچھلے تعارفوں کی تکمیل ہوئی۔ جب امام احمد رضا دوسری بار حجِ بیت اللہ کے لئے حرمین طیبین حاضر ہوئے اور وہاں علماء نے آپ سے فتوے لئے اور سندیں حاصل کیں اور آپ کی عربی تصانیف المعتمد المستند اور الدولۃ المکیۃ پر تقاریظ لکھیں اور تصدیقات ثبت کیں۔ ایک نہیں بلکہ ۷۷ علمائے اسلام نے اپنے تاثرات بڑی فراخ دلی کے ساتھ تحریر

فرمائے تفصیلات آگے آتی ہیں۔

الغرض امام احمد رضا کی شخصیت وعلمیت جس کا تعارف ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء میں ہوا تھا ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء تک ۳۰ سال کے اندر اندر دور ونزدیک اس کا چرچا ہونے لگا، علماء اسلام نے امام احمد رضا سے جس وابستگی اور شیفتگی کا ثبوت دیا، وہ باعثِ حیرت ہے۔ چند تاثرات ملاحظہ ہوں:

☆ حافظ کتب الحرم شیخ اسمٰعیل بن خلیل مکی جو مکہ معظمہ کے ایک جید عالم تھے، ایک مکتوب میں امام احمد رضا کو لکھتے ہیں:

لکن الفقیر اعد نفسی ثالث اولاد کم[1]

"لیکن فقیر آپ کی اولاد میں خود کو تیسرا بیٹا شمار کرتا ہے۔"

یہی بزرگ امام احمد رضا کی تصنیف الدّولۃ المکیۃ کی تصدیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں: شیخنا العلامة المُجدِد[2]

اور امام احمد رضا کی دوسری تصنیف 'المعتمد المستند' پر تقریظ لکھتے ہوئے کہتے ہیں: بل اقول لو قیل فی حقه انه مجدد هذا القرن لکان حقا وصدقا۔[3]

یعنی 'بلکہ اگر میں یہ کہوں کہ آپ دورِ حاضر کے مجدد ہیں تو یہ یقیناً حق وصداقت کی بات ہوگی'۔

☆ شیخ موسیٰ علی شامی الازہری احمدی دردیری الدولة المکیة پر اپنی تقریظ میں لکھتے ہیں: امام الائمة المجدد لهذه الامة[4]

---

[1] مکتوب محررہ ۱۳۳۰ھ/ ۱۹۱۲ء

[2] احمد رضا خان، الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ، مطبوعہ کراچی ۱۹۵۵ء، ص ۹

[3] احمد رضا خان: حسام الحرمین، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء، ص ۵۱

[4] احمد رضا خان: الدولۃ المکیہ، ص ۲۴۲

یعنی اماموں کے امام اس امت کے مجدد ہیں۔

☆ اور حسین بن علامہ سید عبدالقادر طرابلسی الدولۃ المکیہ پر تقریظ لکھتے ہوئے کہتے ہیں: حامی الملّۃ المحمدیۃ الظاہرۃ و مجدد المائۃ الحاضرۃ[1]

یعنی ملت محمدیہ ظاہرہ کے حامی اور اس صدی کے مجدد۔

امام احمد رضا کے معاصرین میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مولانا رحمٰن علی اپنی فارسی تصنیف تذکرۂ علمائے ہند میں امام احمد رضا کے حالات میں لکھتے ہیں:

"و در سال نود و پنجم صدی مذکور (۱۲۹۵ھ) بہ معیت والدِ ماجدِ خود بہ زیارتِ حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً مشرف شدہ از اکابرِ علمائے آں دیار اعنی سید احمد دحلان مفتی شافعیہ و عبدالرحمٰن سراج مفتی حنفیہ سندِ حدیث و فقہ اصول و تفسیر و دیگر علوم یافتہ ___ روزے نماز مغرب بمقامِ ابراہیم علیہ السلام خواند، بعد نماز امامِ شافعیہ حسین بن صالح جمل اللیل بلا تعارف سابق، دستِ صاحب ترجمہ گرفتہ بخانہ خود بُرد و تا دیر پیشانی وے گرفتہ فرمود: انی لاجد نور اللہ من ھذا الجبین

پس سندِ صحاح ستہ و اجازتِ سلسلۂ قادریہ بہ دستخطِ خاص دادہ فرمودند کہ نام تو ضیاء الدین احمد است ...... و سندِ مذکور تا امامِ بخاری علیہ الرحمہ یازدہ وسائط اندر ہم در مکہ معظمہ شیخ جمل اللیل موصوف شرح رسالۂ "جوہرۂ معینہ" در بیانِ مناسکِ حج مذہب شافعیہ کہ از تصانیفِ شیخ سابق الوصف است، اندر دو یوم نوشتہ و نامِ آں "النیرۃ الوضیہ فی شرح الجوہرۃ المضیہ" مقرر کردہ پیش شیخ بُرد، شیخ بہ تحسین و آفرین وے لب کشاد، در مدینہ طیبہ مفتی شافعیہ یعنی صاحبزادۂ مولانا محمد بن محمد

[1] احمد رضا خان: الدولۃ المکیہ، ص ۸۲

عرب ضیافتِ صاحب ترجمہ کردہ...... بعد نمازِ عشاء صاحب ترجمہ در مسجد خیف تنہا توقف نمود، درآں جا بشارتِ مغفرت یافتہ[1]

ترجمہ: "۱۲۹۵ھ میں اپنے والدِ ماجد کے ہمراہ حرمین شریفین حاضر ہوئے اور وہاں کے اکابر علماء مفتی شافعیہ سید احمد دحلان، مفتی حنفیہ عبدالرحمٰن سراج سے حدیث وفقہ واصول وتفسیر اور دوسرے علوم میں سند لی۔

ایک روز نمازِ مغرب مقامِ ابراہیم علیہ السلام پر ادا کی، نماز کے بعد امامِ شافعیہ حسین بن صالح جمل اللیل نے سابقہ تعارف کے بغیر مولانا احمد رضا خاں کا ہاتھ پکڑا اور اپنے گھر لے گئے، وہاں دیر تک آپ کی پیشانی تھامے چومتے رہے اور فرمایا: "میں اس پیشانی میں اللہ کا نور پاتا ہوں"۔

اس کے بعد امامِ شافعیہ نے آپ کو صحاح ستہ میں اور سلسلۂ قادریہ میں اپنے دستخطِ خاص سے اجازت مرحمت فرمائی اور فرمایا کہ تمہارا نام ضیاء الدین احمد رکھا، سندِ مذکور میں امامِ بخاری علیہ الرحمہ تک گیارہ واسطے ہیں۔

مکہ معظمہ میں شیخ جمل اللیل موصوف کے ایماء پر مذہب شافعیہ میں مناسکِ حج پر ان کے رسالے "جوھرۂ مضیہ" کی دو روز میں شرح لکھی اور اس کا نام "النیرۃ الوضیہ فی شرح الجوہرۃ المضیہ رکھا"۔ جب یہ شرح شیخِ موصوف کے پاس لے گئے تو شیخ نے تحسین وآفرین کہی۔ مدینہ طیبہ میں مفتی شافعیہ صاحبزادۂ مولانا محمد بن محمد عرب نے آپ کی دعوت کی، اسی روز نمازِ عشاء کے بعد مسجد خیف میں تنہا قیام کیا اور یہاں آپ کو مغفرت کی بشارت ملی۔"

---

[1] رحمٰن علی: تذکرہ علمائے ہند (فارسی) مطبوعہ لکھنؤ، ۱۹۱۴ء، ص ۱۵، ۱۶

خود امام احمد رضا نے یہ حالات اپنی تصنیف النیرۃ الوضیہ فی شرح الجوہرۃ المضیہ میں اس طرح لکھے ہیں:

"۱۲۹۵ھ میں فقیر سراپا تقصیر عبدالمصطفےٰ احمد رضا حنفی قادری برکاتی بریلوی غفر اللہ لہ ہمراہی رکاب والا اکرم حضرت مولانا مولوی محمد نقی علی خاں صاحب قادری برکاتی مدظلہم خلف حضرت مولانا مولوی محمد رضا علی خاں صاحب قادری قدس سرہٗ العالیٰ نعمتِ حاضری بلدۂ معظمہ مکہ مکرمہ کی ہاتھ آئی۔ حسنِ اتفاق کہ ایک روز جناب مولانا سیدی حسین بن صالح جمل اللیل علوی فاطمی قادری مکی امام و خطیب شافعیہ سے مقامِ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے قریب کہ فقیر رکعاتِ طواف سے اور وہ جناب امامتِ نمازِ مغرب سے فارغ ہوئے تھے ملازمت حاصل ہوئی۔ سبحان اللہ! عجب بزرگ خوش اوقات و برکات ہیں۔ اکثر عرب، جاوہ و داغستان وغیرہا بلاد نزدیک و دور کے ہزاروں آدمی ان کے بلکہ ان کے مریدوں کے مرید اور شرف بیعت، سلسلہ تلمذ سے مستفید ہیں۔

اول نیاز میں حد سے زیادہ لطف فرمایا، فقیر کا ہاتھ دستِ مبارک میں لئے دولت خانہ تک نزدیک بابِ صفا واقع ہے، لے گئے اور تا قیامِ مکہ معظمہ حاضری کا تقاضا فرمایا، فقیر حسب وعدہ حاضر ہوا، مسائلِ حج میں ایک ارجوزہ اپنا مسمی بالجوہرۃ المضیہ فقیر کو سنایا، پھر فرمایا، اکثر اہلِ ہند اس سے مستفید نہیں ہو سکتے، ایک تو زبان عربی، دوسرے مذہب شافعی اور ہندی اکثر حنفی۔ میں چاہتا ہوں کہ تو اسکی بزبان اردو تشریح اور اس میں مذہب حنفیہ کی توضیح کر دے، فقیر نے باعثِ اجرِ جزیل و ثوابِ جمیل سمجھ کر قبول کیا، اگرچہ وہاں نہ فرصت تھی اور نہ کتابیں پاس۔

روزِ اول دوبیت کے متعلق صرف تفصیل مسائل میں تین ورق طویل سے زائد لکھے گئے، جب بطور نموذج حاضر کئے، جناب مولانا نے فرمایا میرا مقصد تطویل اور اس قدر تفصیل نہیں کہ عوام اس سے کم منتفع و متمتع ہوتے ہیں، صرف ہمارے کلام کا ترجمہ و خلاصہ مطلب اور جہاں حنفیہ کا اختلاف ہو، ان کا بیانِ مذہب ہو جائے ___ فقیر نے امتثال امر لازم اور یہی امر فرصت حاصلہ کے ملائم دیکھ کر بتاریخ ہفتم ذی الحجہ (۱۲۹۵ء) روزِ جاں افروز دوشنبہ یہ مختصر جملے لکھ دئے اور النیرۃ الوضیہ فی شرح الجوہرۃ المضیہ سے ملقب کئے۔[۱]

الغرض حرمین شریفین میں امام احمد رضا کا جو ابتدائی شاندار تعارف ہوا اس نے مستقبل کے لئے راہ ہموار کردی اور پھر علماء عرب امام احمد رضا کی نگارشات سے برابر مستفید ہوتے رہے اور اپنے اپنے تاثرات قلمبند کرتے رہے، اس سلسلے میں امام احمد رضا کی مندرجہ ذیل تصانیف خاص طور پر قابلِ توجہ ہیں:

۱۔ فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین (۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء)

---

[۱] احمد رضا. النیرۃ الوضیہ فی شرح الجوہرۃ المضیہ، مطبوعہ لکھنؤ ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۰ء، ص ۲۔۳

(نوٹ) الجوہرۃ المضیہ، عربی میں منظوم رسالہ ہے اور النیرۃ الوضیہ اس کی اردو شرح اور الطرۃ الرضیہ، النیرۃ الوضیہ کے حواشی ہیں، اس کے محشی بھی امام احمد رضا ہیں، یہ تینوں یک جا مطبع انوار محمدی لکھنؤ میں ۱۳ جمادی الآخرہ ۱۳۰۸ھ کو طبع ہوئے ___ راقم کو یہ مطبوعہ نسخہ محترم سید ریاست علی قادری کی عنایت سے ملا، اس کی تفصیل یہ ہے: صفحہ ۱ سے ۲۷ تک الجوہرۃ المضیہ مع شرح النیرۃ الوضیہ، پھر زیارت حضرتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق امام احمد رضا نے اپنے رسالے البارقۃ الشارقۃ علی مارقۃ المشارقۃ کا خلاصہ شامل کیا ہے، یہ صفحہ ۲۷ سے ۳۲ تک پھیلا ہوا ہے، پھر امام احمد رضا کے حواشی الطرۃ الوضیہ صفحہ ۳۳ سے ۴۷ تک پھیلے ہوئے ہیں۔ امام احمد رضا نے حواشی باندازِ جدید آخر میں جمع کئے ہیں جس طرح آجکل تحقیقی مقالات میں درج کئے جاتے ہیں، امام احمد رضا کی طبع ایجاد پسند نے وہ طرز ایجاد کیا جو آجکل رائج ہے۔ ان کی نگارشات دورِ جدید کے معیار سے بہت اونچی ہیں، ہمارے محققین نے ہنوز کما حقہ توجہ نہیں کی۔ مسعود

۲۔ المعتمد المستند فی بناء نجاة الابد (۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء)

۳۔ الدولة المکیة بالمادة الغیبیة (۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء)

۴۔ الاجازة الرضویه لمبجل مکّة البھیة (۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء)

۵۔ الاجازات المتینة لعلماء بکة والمدینة (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء)

۶۔ کفل الفقیه الفاهم فی احکام قرطاس الدراهم (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء)

۷۔ الفیوضات الملکیة لمحب الدولة المکیة (۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء)

ان میں بعض تصانیف کے بارے میں مجملاً یہاں عرض کیا جاتا ہے تاکہ عالمِ اسلام سے امام احمد رضا کے تعلق پر روشنی پڑ سکے اور عالمِ اسلام کی طرف سے ان کے افکار کی پذیرائی کے متعلق حقائق معلوم ہو سکیں۔

۱۔ فتاوی الحرمین، ندوة العلماء (بھارت) کے بارے میں امام احمد رضا کے ۲۸ سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے۔ جوابات بقول امام احمد رضا ۲۰ گھنٹے میں قلمبند کیے گئے، یعنی ۶/ شوال ۱۳۱۷ھ کو بعد نماز صبح سے لے کر ۷/ شوال ۱۳۱۷ھ طلوع فجر سے پہلے پہلے مسودہ اور مبیضہ مکمل کر لیا گیا۔ امام احمد رضا اپنے عربی اشعار میں اس کی تفصیل یوں بیان فرماتے ہیں

فما هو لا شغل عشرین ساعة

وعنها الی السجدات و لا کل یفرد

فما کان ذا الا بتوفیق ربنا

له الحمد حمدا دائما یتابد[1]

---

[1] عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری: رسائل رضویہ، ج ۱ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۴۰

یہ استفتاء وفتویٰ تقریباً ۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ جب یہ علمائے حرمین کے سامنے پیش کیا گیا تو مکہ معظمہ کے ۱۶ اور مدینہ منورہ کے ۷ علمائے اعلام نے اسکی تصدیق وتوثیق فرمائی۔ حافظِ کتب الحرم شیخ اسمٰعیل بن خلیل مکی کی تصدیق ۲۲ صفحات پر مشتمل ہے جس میں سوالات پر بحث اور جوابات کی تصدیق کے علاوہ امام احمد رضا کو ان کے علم وفضل کی بناء پر خراجِ عقیدت پیش کیا ہے اور بلند القاب وآداب سے نوازا ہے۔[1]

۲۔ شاہ فضل رسول بدایونی (م ۱۲۸۹ھ/ ۱۸۷۲ء) کی عربی تصنیف المعتقد المنتقد (۱۲۷۰ھ/ ۱۸۵۳ء) پر امام احمد رضا نے المعتمد المستند کے نام سے عربی میں تعلیقات وحواشی کا اضافہ کیا ہے[2] ـــــ ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء میں یہ علمائے حرمین کے سامنے پیش کیا گیا جس پر ۳۷ علماء نے اپنی اپنی تقاریظ اور تصدیقات ثبت کیں۔[3] ان تعلیقات میں امام احمد رضا نے اپنے بعض معاصرین کی قابلِ اعتراض نگارشات کا تعاقب کیا ہے اور اپنا مطمح نظر پیش کیا ہے۔ اسی پس منظر میں ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء کو امام احمد رضا نے ایک کتاب تمهید الایمان بآیات القرآن تصنیف فرمائی جس میں قرآنی آیات واحادیثِ نبویہ کی روشنی میں شانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی جھلک دکھائی ہے۔

۳۔ ''الدولة المكية بالمادة الغيبية'' چند سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے جو قیامِ مکہ معظمہ کے زمانے میں ۱۳۲۳ھ کو پیش کئے گئے تھے۔ اس کتاب کے دو حصے ہیں، پہلے حصے میں مسئلہ علمِ غیب پر فاضلانہ بحث کی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علمِ غیب ثابت

---

[1] فتاوی الحرمین: رسائلِ رضویہ، ج ۱، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء میں شامل ہے عربی متن کے ساتھ ساتھ اردو ترجمہ بھی کردیا گیا ہے، تفصیلات کے لئے اس طرف رجوع کریں۔

[2] یہ متن اور حواشی لاہور اور استنبول سے شائع ہوگئے ہیں۔ (مسعود)

[3] تفصیلات کے لئے مطالعہ فرمائیں حسام الحرمین، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء۔ (مسعود)

کراتے ہوئے بڑے معقول اور دلنشیں انداز سے اپنا موقف بیان کیا ہے دوسرے حصے میں دیگر چار سوالات ہیں۔

جب یہ کتاب علمائے عرب کے سامنے پیش کی گئی تو انہوں نے بڑی پذیرائی کی اور تقریباً ۷۷ علماء نے اس پر اپنی تصدیقات لکھیں[۱] ____ پیشِ نظر کتاب انہیں تقاریظ کی تقریب رونمائی سمجھئے ____ اس لیے ضروری ہوا کہ اس کتاب میں مندرج مسئلہ غیب سے متعلق امام احمد رضا کے مضمون کا خلاصہ پیش کر دیا جائے کیونکہ یہی مسئلہ وجہ نزاع واختلاف ہے لیکن اگر حقیقۃً سمجھ لیا جائے تو کم از کم ایک معقول انسان اختلاف نہیں کر سکتا۔ امام احمد رضا کے افکار کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ علمِ ذاتی غیر محیط اللہ کے لئے ہے، علمِ عطائی محیط مخلوق کیلئے۔

۲۔ علمِ مخلوقات متناہی، علمِ الٰہی غیر متناہی ____ دونوں میں نسبت ناممکن، کجا مساوات کا دعویٰ۔

۳۔ علمِ ذاتی واجب للذات اور علمِ عطائی ممکن۔

۴۔ وہ ازلی، یہ حادث ____ وہ غیر مخلوق، یہ مخلوق ____ وہ زیرِ قدرت نہیں، یہ

---

[۱] سب سے پہلے اِنبائے حرمین کا تازہ عطیہ (۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء، بریلی) کے عنوان سے الدولۃ المکیہ کا خلاصہ شائع ہوا اور اس میں ۲۰ تقاریظ کا خلاصہ شامل کیا گیا ____ بعض مخالفین نے الدولۃ المکیہ کی عدم اشاعت کی وجہ سے عوام وخواص میں اس کے مندرجات کے متعلق غلط فہمیاں پھیلا دی تھیں۔ اس لئے ضروری ہوا کہ فوری طور پر اس کا خلاصہ مع تقاریظ پیش کر دیا جائے۔ چنانچہ مندرجہ بالا عنوان سے ۱۹ شعبان ۱۳۲۸ھ کو یہ خلاصہ مدرسہ اہل سنت و جماعت، منظر اسلام (بریلی) کے اجلاس میں تقسیم کیا گیا، الدولۃ المکیہ کا اصل متن اور تقاریظ بعد میں بریلی سے شائع ہوئے۔ چنانچہ ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۵ء میں پہلی بار کراچی (پاکستان) سے الدولۃ المکیہ کا جو متن شائع ہوا ہے اس میں علمائے عرب کی ۶۰ تقاریظ اور امام احمد رضا کے حواشی شامل ہیں، پھر ۱۹۷۰ء میں کراچی ہی سے دوسرا ایڈیشن شائع ہوا۔ اس میں تقاریظ نہیں، صرف متن اور حواشی ہیں۔ (مسعود)

زیرِ قدرتِ الٰہی ـــــ وہ واجب البقاء، یہ جائز الفناء ـــــ اس کا تغیر محال، اس کا ممکن۔

۵۔ علمِ کُل اللہ کو سزاوار ہے اور علمِ بعض رسول اللہ کو ـــــ مگر بعض بعض میں فرق ہے ـــــ پانی کی بوند بھی 'بعض' ہے اور سمندر کے مقابلے میں دَریا، بھی بعض ہے ـــــ تو بعض بعض میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

۶۔ مخالفین کا بعض، بُغض وتوہین کا ہے اور ہمارا 'بعض' عزت وتمکین کا جسکی قدر خدا ہی جانے یا وہ جانیں جن کو عطا ہوا۔

۷۔ جس طرح علمِ ذاتی پر ایمان لانا ضروری ہے اُسی طرح علمِ عطائی پر ایمان لانا ضروری ہے کہ قرآنِ کریم نے دونوں علوم کی خبر دی ہے ـــــ پورے قرآن پر ایمان لانے والا دونوں علوم میں سے کسی علم کا منکر نہیں ہوسکتا۔ جو منکر ہے وہ پورے قرآن پر ایمان نہیں لایا اور جو پورے قرآن پر ایمان نہیں لایا اس کا حکم معلوم۔

۸۔ کسی عالم کے علم کی اس لئے نفی کرنا کہ وہ اُستادوں کے پڑھائے سے پڑھا ہے کسی صاحبِ عقل سے متوقع نہیں ـــــ صاحبِ عقل اس کے علم کا اعتراف کرے گا اور کبھی یہ کہہ کر اس کے علم کو ہلکا نہ کرے گا کہ اس کے علم میں کیا خوبی ہے، یہ تو پڑھائے سے پڑھا ہے اور سب اسی طرح پڑھتے ہیں۔

الغرض امام احمد رضا خاں، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو متناہی، محیط، مخلوق، زیرِ قدرتِ الٰہی اور حادث مانتے ہیں مگر اس کے ساتھ آپ کی وُسعتِ علم کو وہی نسبت دیتے ہیں جو ایک سمندر کو پانی کی بوند سے ہوتی ہے بلکہ اس سے بھی کہیں کم۔

الدولۃ المکیہ ۱۳۲۳ھ میں مکہ معظمہ میں تصنیف فرمائی۔ ہندوستان واپسی کے بعد ۱۳۲۵ھ میں اس پر حواشی تحریر فرمائے جس کا تاریخی عنوان یہ ہے:

الفیوضات الملکیة لمحب الدولة المکیة[1] (۱۳۲۵ھ)

۴، ۵۔ الاجازات الرضویة لمبجل مکة البھیة (۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء) اور الاجازات المتینة لعلماء مکة والمدینة (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) ان سندات پر مشتمل ہیں جو امام احمد رضا نے علماء اسلام کو عنایت فرمائیں۔ اس میں وہ خطوط بھی شامل ہیں جو علماء اسلام نے امام احمد رضا کو لکھے[2]

۶۔ کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) کی تفصیل یہ ہے کہ قیام مکہ معظمہ کے زمانے میں امام مسجد الحرام مولانا عبداللہ داد اور ان کے استاد مولانا حامد محمود جداوی نے نوٹ کے متعلق ایک اِستفتاء امام احمد رضا کے سامنے پیش کیا۔ امام احمد رضا نے اس کے جواب میں ڈیڑھ دن سے کم مدت میں عربی میں رسالہ کفل الفقیہ الفاہم تحریر فرمایا۔ جب یہ رسالہ علمائے حرمین کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے قدر کی نگاہ سے دیکھا اور اس کی نقلیں لیں، مثلاً شیخ الائمہ احمد ابوالخیر میرداد حنفی، قاضی مکہ شیخ صالح کمال حنفی، حافظ کتب الحرم سید اسمٰعیل بن خلیل حنفی، مفتی حنفیہ شیخ عبداللہ صدیق وغیرہم ـــــــ امام احمد رضا سے قبل آپ کے استاذ الاساتذہ مفتی اعظم مکہ معظمہ مولانا جمال بن عبداللہ بن عمر حنفی سے بھی کرنسی نوٹ کے متعلق سوال کیا گیا تھا کہ اس پر زکوٰۃ ہے یا نہیں لیکن انہوں نے جواب سے اعراض فرمایا۔ مگر امام احمد رضا نے شافی جواب دیا جس پر مفتی حنفیہ عبداللہ بن صدیق پھڑک اٹھے۔

الغرض امام احمد رضا کی شخصیت حرمین شریفین اور عالم اسلام میں جانی پہچانی تھی اور

---

[1] الفیوضات الملکیہ کا ایک قلمی نسخہ سید ریاست علی قادری (کراچی) اور مولانا خالد علی خان (بریلی) کی عنایات سے راقم کو ملا۔ (مسعود)

[2] یہ دونوں مجموعے رسائل رضویہ، جلد ۲، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء میں شائع ہو گئے ہیں۔ (مسعود)

ان کے علم و فضل کا عوام و خواص میں چرچا تھا جس کا اندازہ عالمِ عرب اور اسلامی ممالک میں ہوا۔ ہم علمائے عرب کی تقاریظ کا خلاصہ آخر میں ہدیہ قارئین کریں گے۔

بلاشبہ علم و فضل میں امام احمد رضا کا ان کے معاصرین میں کوئی ہم پلہ نہ تھا۔ اگر کوئی محقق بغیر کسی تعصب و تنگدلی کے معاصرین کے آثارِ علمیہ اور امام احمد رضا کے آثارِ علمیہ کا تقابلی مطالعہ کرے تو یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ امام احمد رضا کا ان کے عہد میں کوئی ثانی نہ تھا اور پھر کثرتِ علوم پر امام احمد رضا کو جو عبور اور مہارت حاصل تھی اس کی نظیر اُن کے عہد میں کیا، ماضی میں بھی شاذ ہی نظر آتی ہے۔ علماء حرمین شریفین میں نہ صرف علمی حیثیت سے بلکہ شخصی حیثیت سے بھی امام احمد رضا کا پایہ بہت بلند تھا جس کا اندازہ اُن سنداتِ اجازتِ حدیث و بیعت سے ہوتا ہے جو امام احمد رضا نے علماءِ حرمین کو جاری کیں اور ان مکتوبات سے جو ... رمین نے آپ کو بھیجے[۱]۔ نیز خود امام احمد رضا کے ملفوظات[۲]، ان کے صاحبزادے کی نگارشات[۳] اور علماء عرب کی تصدیقات کے مطالعہ سے بھی ہوتا ہے[۴]۔

حافظ کتب الحرم شیخ اسمٰعیل بن سید خلیل نے تو یہاں تک کہہ دیا:

(۱) بل اقول لو قیل فی حقه انه مجدد هذا القرن لکان حقا و صدقا[۵]

''بلکہ میں کہتا ہوں کہ ان کے حق میں اگر یہ کہا جائے کہ وہ اس صدی کے مجدد ہیں تو

۱۔ حامد رضا خاں: الاجازت المتینة (مشمولہ رسائلِ رضویہ، جلد۲) ص ۲۵۶۔۲۶۷

۲۔ احمد رضا خان: الملفوظ، ۲۷، مطبوعہ کراچی، ص ۲ تا ۴۱

۳۔ حامد رضا خاں: کفل الفقیه الفاهم، مطبوعہ لاہور، ص ۴ تا ۸

۴۔ احمد رضا خاں: رسائلِ رضویہ، جلد ۱ (۱۳۹۴ھ)، ۲۷ (۱۳۹۶ھ)، مطبوعہ لاہور

۵۔ احمد رضا خاں: حسام الحرمین، مطبوعہ لاہور، ص ۵۱

بیشک یہ بات سچی وصحیح ہے۔"

اور شیخ موسیٰ علی شامی ازہری احمدی دردیری مدنی فرماتے ہیں:

(ب) امام الائمة المجدد لهذه الامة[1]

"اماموں کے امام اور اس امتِ مسلمہ کے مجدد"

مجددِ امت، شخصی اور علمی دونوں خوبیوں کا جامع ہوتا ہے تو مندرجہ بالا اقتباسات امام احمد رضا کی جامعیتِ کاملہ کے آئینہ دار ہیں ____ مجددِ وقت اپنے عہد کی اصلاح کے لئے آتا ہے اور چہاردانگِ عالم میں اس کا شہرہ ہوتا ہے ____ آیئے دیکھیں مولانا سید مامون البری مدنی کیا فرمارہے ہیں:

(ج) فهو الحقيق بان يقال انه فى عصره اوحد كيف وفضله اشهر من نار علىٰ علم[2]

"وہ اس لائق ہیں کہ کہا جائے کہ ان جیسا ان کے زمانے میں کوئی نہیں کیونکہ ان کا فضل وکمال اس آگ سے زیادہ مشہور ہے جو پہاڑ کی چوٹی پر جلائی جاتی ہے۔"

اور مولانا تفضل الحق مکی، امام احمد رضا کے تعمق وتفکر اور دلائل وبراہین کو دیکھ کر بے ساختہ پکار اُٹھتے ہیں:

(د) الدالة علىٰ رسوخ علوم المؤلف العالم العلامة الفهامة الذى هو فى الاعيان بمنزلة العين فى الانسان[3]

"یہ جوابات بتارہے ہیں کہ مؤلف علام علامہ، فاضلِ فہامہ ہے اور عمائد میں ایسا

---

[1] احمد رضا خاں: الدولة المكية، مطبوعہ کراچی، ص ۶۲

[2] مکتوبات سید مامون البری مدنی، رسائل رضویہ، ۱۷، ص ۱۳۶

[3] احمد رضا خاں: رسائلِ رضویہ، ج ۱، ص ۱۳۶

ہے جیسے ــــــ بدن میں آنکھ۔''

واقعی مجدّدِ عصر کی حیثیت اپنے اعیان و اقران میں ایسی ہی ہوتی ہے جیسے جسم انسان میں آنکھ بلکہ 'انسان' کی مناسبت سے یہ کہا جائے کہ آنکھ کی پتلی تو زیادہ مناسب ہوگا۔

اَجلّۂ علماءِ حرمین شریفین امام احمد رضا کی جو قدر و منزلت کرتے تھے اس کا کچھ اندازہ اِن واقعات سے لگایا جا سکتا ہے۔

(ا) مکہ معظمہ میں شیخ الخطباء کبیر العلماء مولانا شیخ احمد ابوالخیر میرداد ضعیفی کی وجہ سے امام احمد رضا کے پاس نہ آسکے۔ چنانچہ انہوں نے یاد فرمایا اور امام احمد رضا کی زبانی رسالہ الدولۃ المکیۃ سماعت فرمایا۔ رخصت ہوتے وقت امام احمد رضا نے ان کے زانوئے مبارک کو ہاتھ لگایا تو بیساختہ ارشاد فرمایا:

انا اُقبل اَرجلکم انا اُقبل نِعالکم [1]

''ہم آپ کے پیروں کو بوسہ دیں ہم آپکی جوتیوں کو چومیں۔''

(ب) ۱۳۲۴ھ میں مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ روانگی سے ایک روز قبل امام احمد رضا نے شوق زیارتِ روضہء انور میں یہ جملہ ارشاد فرمایا:

''روضہء انور پر ایک نگاہ پڑ جائے تو پھر دم نکل جائے۔'' [2]

اس وقت سابق قاضی مکہ معظمہ شیخ صالح کمال موجود تھے۔ یہ سنتے ہی بے تابانہ انہوں نے فرمایا: تعود ثم تعود ثم تعود ثم تکون [3]

---

[1] احمد رضا خاں: الملفوظ، ج ۱، ص ۱۰

[2] احمد رضا خاں: الملفوظ، ج ۲، ص ۲۳

[3] ایضاً: ص ۲۳

''ہرگز نہیں، روضۂ انور حاضر ہو کر پھر حاضر ہو، پھر حاضر ہو، پھر مدینہ طیبہ میں وفات نصیب ہو۔''

(ج) مولانا محمد کریم اللہ مہاجر مدنی اپنی عینی شہادت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

انی مقیم بالمدینة الامینة منذ سنین ویأتیها من الهند ألوف من العلمین فیهم علماء وصلحاء واتقیاء رأیتهم یدورون فی سکک البلد لایلتفت الیهم من اهله وأری العلماء والکبار العظماء الیک مهرعین وبالاجلال مسرعین ذلک فضل الله یؤتیه من یشاء[1]

''میں سالہا سال سے مدینہ منورہ میں رہتا ہوں۔ ہندوستان سے ہزاروں انسان آتے ہیں۔ ان میں علماء، صلحاء، اتقیاء سب ہوتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ یہ لوگ مدینہ طیبہ کی گلیوں میں گھومتے پھرتے ہیں۔ کوئی ان کی طرف پلٹ کر بھی نہیں دیکھتا۔ لیکن اِن (مولانا احمد رضا خان) کی مقبولیت کی عجب شان دیکھتا ہوں کہ بڑے بڑے علماء و بزرگ آپ کی طرف دوڑے چلے آرہے ہیں اور تعظیم بجالانے میں جلدی کر رہے ہیں۔''

امام احمد رضا کی محبوبیت اور مرجعیت کا جو اُس وقت عالم تھا اس کے کچھ آثار اب بھی نظر آتے ہیں ______ آیئے مولانا غلام مصطفیٰ (مدرس مدرسہ عربیہ اشرف العلوم، راجشاہی، بنگلہ دیش) کی زبانی سنیے:

(۱) ۱۳۷۹ھ میں حج بیت اللہ شریف کے موقع پر چند رفیقوں کے ساتھ مولانا سید محمد علوی (مکہ معظمہ) کے درِ دولت پر حاضر ہوئے، جب اپنا تعارف ان الفاظ میں کرایا:

نحن تلامیذ تلامیذ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان البریلوی رحمة

[1] احمد رضا خاں: رسائل رضویہ، ص ۲۵۴

اللہ علیہ[1]

ہم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔

تو سید محمد علوی سروقد کھڑے ہوگئے اور ایک ایک سے معانقہ و مصافحہ کیا اور پھر فرمایا:

نحن نعرفه بتصنيفاته و تاليفاته حبه علامة السنة و بغضه علامة البدعة [2]

''ہم امام احمد رضا کو ان کی تصانیف اور تالیفات کے ذریعہ جانتے ہیں۔ان سے محبت سنت کی علامت ہے اور ان سے عناد بدعت کی نشانی ہے۔''

(ب) اسی طرح مولانا غلام مصطفیٰ اپنے رفقاء کے ساتھ عمر رسیدہ بزرگ علامہ شیخ محمد مغربی الجزائری سے ملے اور ان سے اپنا تعارف کرایا تو وہ بھی اُٹھ کر ایک ایک سے بغلگیر ہوئے اور مصافحہ کیا اور فرمایا:

''حضرتِ علامہ فاضلِ بریلوی (رحمۃ اللہ علیہ) میرے ہمعصر اور میرے دوست تھے، ہم آج بھی ان کے علم وفضل کے مداح ہیں اور ہمیشہ دعاؤں میں یاد رکھتے ہیں۔''

(ج) ۸۰ سالہ بزرگ مولانا عبدالرحمٰن سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے امام احمد رضا کے تبرکات دکھائے جواُن کے پاس محفوظ تھے اور فرمایا:

''میں اس وقت چھوٹا تھا اور ذی ہوش تھا، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ علمائے حرم شریف جب اعلیٰ حضرت سے ملتے تو ان کی دست بوسی کرتے اور اتنا احترام فرماتے کہ میں نے اتنا احترام کسی ہندوستانی عالم کا نہیں دیکھا۔''

---

[1] غلام مصطفیٰ: سفرنامہ حرمین طیبین (بنگلہ دیش) مطبوعہ ۱۹۶۰ء، ص ۶۶

[2] غلام مصطفیٰ: سفرنامہ حرمین طیبین (بنگلہ دیش) مطبوعہ ۱۹۶۰ء، ص ۶۶

بدرالدین احمد رضوی: سوانح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی، مطبوعہ لاہور، ص ۱۹۸

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی علوم غیبیہ پر معرکہ آرا کتاب

الدولۃ المکیۃ کی کہانی

حضرت قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی

بروائیت فضیلت الشیخ حکیم محمد عارف ضیائی مدنی

"۱۳۲۳ھ کو ہند کے بعض وہابیہ نے شریف مکہ[۲۵] کے بعض مصاحبوں کو تحفے تحائف دے کر مکارانہ باتوں سے ورغلایا اور ان کے ذریعہ سے، دربار میں حاضر ہو کر ایک درخواست پیش کی۔

کہ ہند سے ایک عالم آیا ہوا ہے۔ وہ عاشق رسول (ﷺ) کے طور پر معروف ہے، اور صاحب تصانیف کثیرہ ہے۔ وہ اللہ جل جلالہ اور رسول اللہ ﷺ کے علوم کو برابر کہتا ہے۔ ہند میں چونکہ انگریز کی حکومت ہے، اسلئے وہاں اس سے بات نہیں کر سکتے، آپ سے استدعا ہے کہ اس کو بلا کر باز پرس کی جائے۔

شریف مکہ نے درخواست ملاحظہ فرماتے ہوئے کہا۔

تم مخالف ہوتے ہوئے بھی دو باتوں کا اقرار کر رہے ہو۔ یعنی وہ عاشق رسول (ﷺ) ہے اور صاحب تصانیف کثیرہ ہے۔ با ایں وجوہ اس کو دربار میں طلب کرنا، اس کی اہانت ہے، یہ میں نہیں کرسکتا۔ ہاں ایسا ممکن ہے کہ تم اپنے سوالا تحریر کرو۔ ان سے جواب کے لئے کہا جائے گا۔

تو انہوں نے پانچ سوال لکھ کر دیئے۔ جو حضرت سید شیخ صالح کمال مکی قدس سرہٗ کے سپرد کئے تاکہ وہ جواب حاصل کریں۔

سیدنا اعلیحضرت عظیم البرکت رضی اللہ عنہ حرم شریف کے کتب خانہ میں آئے ۔ اس وقت حضرت علامہ شیخ اسمٰعیل قدس سرہٗ انکے بھائی اور ان

کے والد حضرت علامہ سید خلیل اور دیگر علماء بھی موجود تھے۔

حضرت علامہ شیخ صالح کمال نے ایک پرچہ سیدنا اعلیٰحضرت ﷺ کو دیا۔ جس پر علم غیب کے متعلق پانچ سوال تھے۔ اور فرمایا یہ سوال وہابیہ نے سیدنا شریف (شریف علی پاشا) کے ذریعہ بھیجے ہیں اور آپ سے جواب مطلوب ہے۔

سیدنا اعلیٰحضرت ﷺ نے قلم دوات طلب فرمائی، وہاں جو اکابر علماء موجود تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم اس کا جواب عجلت میں نہیں چاہتے۔ بلکہ ایسے مفصل و مدلل جواب کے طالب ہیں کہ خشاہ کو دوبارہ ایسے سوالات اٹھانے کی جرأت نہ ہو۔

سیدنا اعلیٰحضرت ﷺ نے معذرت چاہی کہا حج کے لئے حاضر ہوا ہوں، اور اب مدینہ طیبہ کی حاضری کی تیاری میں ہوں اور بیمار بھی (سیدنا اعلیٰحضرت ﷺ اس وقت جگر کے درد کی وجہ سے بخار میں جلا تھے) مگر علماء اپنے تقاضے پر مصر رہے، اور فرمایا کہ آپ دو دن میں جواب عنایت فرما دیں۔

دوسرے دن بیماری کی حالت میں ہی بیت اللہ شریف میں حاضر ہو کر سات گھنٹے میں الدولۃ المکیہ تصنیف فرمائی۔ اور بڑے شہزادے سیدنا حامد رضا ﷺ ساتھ ہی ساتھ اس کی نقل فرماتے جاتے تھے۔ دوسرے دن ڈیڑھ گھنٹہ میں نظر ثانی فرمائی۔ آخر میں حضرت علامہ شیخ احمد ابوالخیر کی فرمائش پر علوم خمسہ کا باب زیادہ فرمایا۔ کتاب مکمل کرکے شیخ صالح کمال قدس سرہٗ کے سپرد کردی گئی۔

سیدنا اعلیٰحضرت ﷺ نے شریف کے نام ایک خط بھی تحریر کیا، کہ میرے عقائد میری اس کتاب سے ظاہر ہیں۔ مکہ معظمہ علماء سے بھرا ہوا ہے۔ نیز دنیا بھر کے علماء اس وقت مکہ معظمہ میں موجود ہیں، اگر کوئی اعتراض ہو تو علماء کے حضور پیش

کردی جائے۔ پھر بھی اعتراض رفع نہ ہو تو فقیر حاضر ہوکر گفتگو کرنے کو تیار ہے۔
اگر علماء مطمئن نہ ہوئے اور علماء نے فقیر کو مطمئن کر دیا تو رجوع کرنے کو تیار ہوں۔
شریف نے خط پڑھ کر مخالفین کو مخاطب کر کے کہا:

"تم نے مخالف ہوتے ہوئے بھی حضرت علامہ کی دو صفتوں کا اعتراف کیا، کہ عاشق رسول (ﷺ) ہیں اور صاحب تصانیف کثیرہ ہیں۔ اور ایک وصف ان کا خط بتا رہا ہے، یعنی وہ ضدی نہیں ہیں۔ حق کو تسلیم کرنے کے لئے ہمہ وقت مستعد ہیں۔"

اس کے بعد کتاب سُنی شروع کر دی۔ درمیان میں بار، بار، شریف کہتے رہے کہ اللہ تعالیٰ تو اپنے محبوب کو عطا فرماتا ہے اور وہابیہ انکار کرتے ہیں۔
مکہ مکرمہ میں اس کتاب کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی مقبولیت عطا فرمائی۔
علماء و مشائخ تو کجا عام لوگوں کی زبان پر اس کا چرچا تھا۔
خلیل احمد انبیٹھوی کو جب خبر ہوئی تو دوسری رات بمعہ ساتھیوں کے شریف کی گرفت کے ڈر سے مکہ مکرمہ سے بھاگ گیا۔
قطب مدینہ ﷺ نے فرمایا "۱۳۳۳ھ میں، ان ایام میں فقیر "باب السلام، زقاق الزرندی" میں رہائش پذیر تھا، فضل الرحمٰن اسی گھر میں پیدا ہوا تھا۔

سیدی قدس سرہٗ نے فرمایا:

"اس مکان پر جنات کا قبضہ تھا۔ کبھی کبھی کوئی جن آتا، مجھے بازو سے پکڑ کر کہتا۔ آپ کی پشت بڑی مضبوط ہے، اس وجہ سے ہم مجبور ہیں، بہتر یہ ہے کہ یہاں سے چلے جاؤ۔ میں کہتا ابھی مجھے فرصت نہیں، جب فرصت ہوگی چلا جاؤں گا۔ فضل الرحمٰن کے پیدا ہونے کے چند دن بعد تمام مکان جنات سے بھر گیا۔ میں کھڑا ہوا، اذان و اقامت کہی تمام جنات غائب ہو گئے۔ تھوڑی ہی دیر

کے بعد میرے قریبی دوست شیخ عتیق مخرج الحیدری ۳۶ تشریف لائے۔ ان سے واقعہ بیان کیا تو انہوں نے مکان چھوڑنے کا مشورہ دیا، اور سقیفۃ الرصاص میں مکان کرائے پر لے دیا پھر ہم ادھر منتقل ہو گئے۔"

سیدنا اعلیٰحضرت عظیم البرکت ﷺ نے "الدولۃ المکیۃ" شریف ارسال فرمائی۔

یہ نسخہ حضرت علامہ سید احمد علی قادری رامپوری مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا کتابت کیا ہوا ہے اور حضرت شیخ علامہ محمد توفیق الایوبی مدنی قدس سرہٗ کا تصحیح کردہ ہے۔ اس کو سیدنا اعلیٰحضرت ﷺ نے پڑھا۔ آپ کی نظریں اس پر پڑی ہوئی ہیں۔ حضرت مولانا احمد علی قادری رامپوری سیدنا غوث اعظم ﷺ کی اولاد سے تھے۔ بڑے جید عالم اور سیدنا اعلیٰحضرت ﷺ کے بڑے قریبی تھے۔

آپ فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کو ایک مکتوب محررہ ۱۴ ربیع الآخر ۱۳۲۹ھ میں تحریر فرماتے ہیں:

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اب اور کوئی تقریظ وغیرہ یہاں نہیں ہوگی۔ اب رسالہ شریف دولت مکیہ مولوی محمد سعد اللہ صاحب بنگالی سکادی، حال وارد طیبہ کے مطالعہ میں ہے اور ان کا عزم نقل کرنے کا ہے۔ ہفتہ عشرہ میں نقل کر لیں گے تو رسالہ شریف کو ہم آپ کی خدمت میں واپس بھیج دیں گے۔ نقل اس کی جو مولوی سعد اللہ صاحب کے پاس رہے گی اگر موقع ہوا تو کسی صاحب کو دکھائی جاوے گی، ورنہ نہیں۔ الغرض رسالہ دولت مکیہ مع تقریظوں کے دس بارہ روز کے بعد آپ کے پاس بھیج دیں گے اطلاعاً عرض کیا۔ ۳۷

حضرت قطب مدینہ قدس سرہٗ نے یہ مخطوطہ بڑی احتیاط سے رکھا ہوا تھا۔ فرمایا کرتے!

"یہ سیدنا اعلیٰحضرت عظیم البرکت ﷺ کا لکھا ہوا نہیں ہے، مگر اعلیٰحضرت نے اس کو پڑھا ہوا ہے۔ اعلیٰحضرت کی اس پر نظریں پڑی ہوئیں ہیں۔"

آنکھوں میں آنسو آجاتے اور بڑی عقیدت ومحبت سے بوسہ دیتے اور فرماتے،

" جب یہ کتاب میں علماء کو دکھاتا اور بیان کرتا کہ اس کتاب کی تصنیف سیدنا اعلیحضرت عظیم البرکت ﷺ نے اپنے کتب خانہ سے دور، صرف سات گھنٹوں میں تالیف فرمائی اور ڈیڑھ گھنٹہ میں نظر ثانی کر کے مکمل فرما دی۔ تو یہ بات ماننے سے علماء کو تامل ہوتا، علماء کہتے یہ کیسے ممکن ہے۔ ہمارا تعلق بھی تو علم ہی سے ہے، ممکن ہے اس میں کچھ مبالغہ بھی ہو۔"

پھر فرمایا:

"سیدنا اعلیحضرت عظیم البرکت ﷺ سے بریلی شریف کی حاضری پر عرض کیا کہ حضرت علماء یہ بات تسلیم کرنے کو تیار نہیں کہ آپ نے "الدولۃ المکیۃ" سات گھنٹے میں تصنیف فرمائی اور ڈیڑھ گھنٹہ میں نظر ثانی فرماکر ساڑھے آٹھ گھنٹوں میں مکمل کردی۔

علماء کہتے ہیں کہ مصنف سفر میں تھا، اپنے کتبخانہ سے دور اور کتب میسر نہیں اور بیمار یہ کیسے ممکن ہے !؟"

تو اعلیحضرت ﷺ نے فرمایا۔

" اس کا واقعہ یوں ہے کہ اس وقت میرے جگر میں درد تھا جس کی وجہ سے شدید بخار میں مبتلا تھا۔ مسئلہ سامنے آیا اور مدلل جواب کا اصرار کیا گیا، معذرت قبول نہ کی گئی۔ دوسرے دن اسی حالت میں اٹھا، چاہ زم زم شریف پر حاضر ہوا برکت حاصل کرنے کے لئے وضو کیا، پیا، حجر اسود شریف کا بوسہ لیا، کعبہ شریف کا طواف کرنے کے بعد دو رکعت ادا کر کے

مقام ابراہیم پر ہی حاضر رہا۔ رب العزت کی بارگاہ میں التجا کی۔ سید الانبیاء ﷺ اور سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے استعانت طلب کی لکھنا چاہا۔ بیت اللہ شریف کی زیارت کے لئے جو نگاہ اٹھی تو کیا دیکھتا ہوں کہ کعبہ شریف کے دروازے میں حبیب کریم علیہ الصلاۃ و السلام جلوہ افروز ہیں دائیں طرف سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اور بائیں طرف حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ حضور کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہیں۔ جو فرماتے رہے فقیر تحریر کرتا رہا۔ گویا کہ مرے قلب پر القا ہوتا تھا۔"

حضرت علامہ سید ابو الحسنات قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

۵ / ذوالقعدہ ۱۳۶۴ھ / ۱۲ / اکتوبر ۱۹۴۵ء یوم جمعہ آج مولانا ضیاء الدین صاحب کے دولت کدہ پر حاضر ہوا، گفتگو ہوتے ہوتے۔ اعلحضرت قدس سرہٗ کا تذکرہ آ گیا، الدولۃ المکیہ کا نسخہ دریافت فرمایا، میں نے کہا لاہور ہے۔ پھر قلمی مسودہ دکھایا جسے دیکھ کر مسرور ہوا۔ [۳۸]

الحمد للہ یہ مخطوطہ ابھی تک سیدی فضل الرحمٰن قادری کے پاس موجود ہے، آپ نے اس کے ہر صفحہ کو پلاسٹک کے کور سے محفوظ کروا لیا ہے۔ اس مخطوطہ کے صفحہ اول و آخر کی تصویر آئندہ صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ اللہ

کیوں کہوں بیکس ہوں میں، کیوں کہوں بے بس ہوں میں
تم ہو میں تم پر فدا تم پہ کروروں درود

قال اللہ تعالیٰ فی شانِ حبیبہ
لقد جاءکم رسول من
تمہارے پاس ہمارا ایک ایسا نمائندہ آیا ہے جو (بظاہر خود) تم (سب) ہی میں سے ہے۔ وہ (تم سے ایسی
انفسکم عزیز علیہ ما عنتم
شدید محبت کرنے والا ہے کہ تمہاری ہر پریشانی اس پر بھاری ہے اور میرے محبوب کو یہ ہرگز گوارا نہیں کہ میری مخلوق راستے
حریص علیکم بالمؤمنین
سے بھٹک کر دوزخ کا ایندھن بنے) تم مومنوں کی بھلائی کیلئے وہ بڑے حریص ہیں اور بڑے نرم دل اور مہربان ہیں
رؤف رحیم
پ ۱۱ التوبہ
۱۲۸
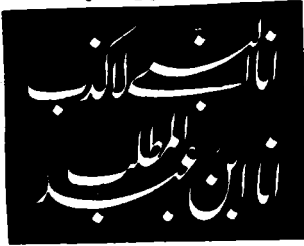
حدیث

ہاں میں (خدا کا) نبی ہوں اس میں ذرہ بھر جھوٹ نہیں
ہاں میں ہی عبداللہ بن عبدالمطلب کا فرزند دلبند ہوں

(١٣٢٣ الهجرية)

للشيخ الإمام أحمد رضا خان
القادري الأفغاني ثم البريلوي الهندي

اَلدَّوْلَةُ الْمَكِّیَّةُ بِالْمَادَةِ الْغَیْبِیَّةِ

۱۳۲۵ھ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّیْ علیٰ رسولہ الکریم

الحمد للّٰہ علاّم الغیوب، غفار الذنوب، ستار العیوب، المظہر من ارتضی من رسول علیٰ اسرار المحجوب وافضل الصلوٰۃ واکمل السّلام علی ارضی من ارتضی واحب المحبوب سید المطلعین علی الغیوب الذی علّمہ ربّہ تعلیماً وکان فضل اللّٰہ علیہ عظیماً ط، فھو علی کل غائب امین. وما ھو علی الغیب بضنین ولا ھو بنعمۃ ربّہ بمجنون مستور عنہ ماکان اویکون فھو شاھد الملک والملکوت ومشاھد الجبّار والجبروت، صلی اللّٰہ علیہ وسلّم.

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کو اس انداز سے مشاہدہ فرماتے ہیں کہ آپ کی چشم مبارک میں نہ کجی پیدا ہوتی ہے اور نہ کوتاہی پیدا ہوتی ہے۔ آن لوگ اُس بات پر شک کرتے اور جھگڑتے ہیں جسے آپ کی نگاہ نے دیکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنا قرآن نازل فرمایا۔ قرآن ہر ایک چیز کو صاف صاف بیان کرتا ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عالم ماکان و مایکون تھے ماضی اور مستقبل کے تمام علوم پر نگاہ رکھتے تھے۔ وہ ایسے علوم جانتے تھے جنکی نہ حد ہے نہ حساب ــــ ان علوم پر آپ کے علاوہ کسی دوسرے کو عبور حاصل نہیں تھا۔

سیدنا آدم علیہ السلام کے علوم، تمام دنیاوی کے علوم اور لوح محفوظ کے علوم کو ملا کر

اَلدَّوْلَةُ الْمَكِّيَّةُ بِالْمَادَةِ الْغَيْبِيَّةِ

۱۳۲۵ھ

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم

نحمدهٗ و نصلّیٖ علٰی رسوله الکریم

الحمد للّٰه علّام الغیوب، غفار الذنوب، ستار العیوب، المظهر من ارتضٰی من رسول علٰی اسرار المحجوب و افضل الصلٰوة و اکمل السّلام علٰی ارضٰی من ارتضٰی واحب المحبوب سید المطلعین علی الغیوب الذی علّمه رّبه تعلیماً و کان فضل اللّٰه علیه عظیماً ط، فهو علٰی کل غائب امین. وما هو علی الغیب بضنین ولا هو بنعمة رّبه بمجنون مستورعنه ماکان اویکون فهوشاهد الملک و الملکوت و مشاهد الجبّار والجبروت، صلی اللّٰه علیه و سلّم.

سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کو اس انداز سے مشاہدہ فرماتے ہیں کہ آپ کی چشم مبارک میں نہ کجی پیدا ہوتی ہے اور نہ کوتاہی پیدا ہوتی ہے۔ آج لوگ اُس بات پر شک کرتے اور جھگڑتے ہیں جسے آپ کی نگاہ نے دیکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنا قرآن نازل فرمایا۔ قرآن ہر ایک چیز کو صاف صاف بیان کرتا ہے حضور نبی کریم ﷺ عالم ماکان وما یکون تھے ماضی اور مستقبل کے تمام علوم پر نگاہ رکھتے تھے۔ وہ ایسے علوم جانتے تھے جنکی نہ حد ہے نہ حساب ـــــ ان علوم پر آپ کے علاوہ کسی دوسرے کو عبور حاصل نہیں تھا۔

سیدنا آدم علیہ السلام کے علوم، تمام دنیاوی کے علوم اور لوح محفوظ کے علوم کو ملا کر

سیّدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کے مقابلہ میں رکھا جائے تو ایک سمندر کے مقابلہ میں ایک قطرۂ آب کی حیثیت سے سامنے آئیں گے۔ اسی طرح حضور نبی کریم ﷺ کے تمام علوم اللہ جل جلالہ کے غیر متناہی علوم کے سمندر کے مقابلہ میں ایک چھینٹا یا چلو ہیں۔ حضور ﷺ اپنے اللہ سے مدد لیتے ہیں اور ساری کائنات حضور صلی ﷺ سے مدد لیتی ہے۔ دنیا کے اہل علم کے پاس جتنے علوم ہیں وہ سب حضور ﷺ کے علوم کا صدقہ ہیں اور حضور ﷺ کے وسیلہ سے ملے ہیں۔ یہ تمام علوم حضور ﷺ کی سرکار سے آئے اور حضور ﷺ کے دربار سے ملے۔

وَکلھم من رسول اللہ ملتمس ○ غرفامن البحر اور شفا مِنُ الدیم

وواقفون لَدَیہ عندحدھم ○ من نقطۃ العلم اومن شکلتہ الحکم[1]

وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلی الہ و صحبہ و بارک و کرم۔ آمین۔

جن دنوں میں مکہ مکرمہ میں قیام پذیر تھا میرے سامنے ہندوستان کے رہنے والوں نے سیّدالانبیاء علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام وعلی آلہ واَصحابہ کے علوم کے متعلق ایک سوالنامہ پیش کیا۔ یہ پیر کا دن تھا۔ پچیس ذوالحجہ ۱۳۲۳ھ کو عصر کا وقت تھا۔ مجھے دیکھتے ہی گمان ہوا کہ یہ سوال ان وہابیہ کا اٹھایا ہوا ہے جنہوں نے ہندوستان میں اللہ اور اس کے رسول کے خلاف توہین آمیز گفتگو کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا اور اس موضوع پر کتابیں بھی لکھی تھیں۔ چونکہ مکہ مکرمہ ایک پُرامن اور امان یافتہ شہر ہے اور اس میں بے شمار علماء دین موجود ہیں۔ یہاں اگر کسی سُنّی کو مسئلہ درپیش ہو تو ان سے دریافت کر لیتا ہے۔ مکہ معظمہ کے علماء علوم دینیہ کے بحرِ ناپیدا کنار ہیں لوگ انہیں چھوڑ کر تنگ نہروں کے کناروں پر نہیں

رسول اللہ تم سے مانگتا ہے ہر بڑا چھوٹا ○ تیرے دریا سے چلو یا تیرے باراں سے اک چھینٹا
تیرے آگے ٹھہرے ہیں اپنی حد سے تیرے علموں سے ○ کوئی نقطہ پر ہی ٹھہرا کوئی اعراب پر ہی ٹھٹکا!

صاحبزادہ حامد رضا خان بریلویؒ

جاتے۔

مکہ مکرمہ کے علماء کرام (حفظھم اللہ تعالٰی) ہمارے سردار ہیں۔ وہ حضور ﷺ کے علوم اور دوسرے مسائل پر وہابیہ کے اعتراضات کا جامع جواب دیتے ہیں۔ ایک دو بار ایسے مسائل کی تشریح کی جس سے تمام اہلِ ایمان کو اطمینان ہو گیا۔ دلوں کے زنگ دُور ہو گئے۔ دماغ روشن ہو گئے اور عیب مِٹ گئے۔ ان تشریحات سے وہابیہ پر موت کا عالم طاری ہو گیا۔ یہ بندۂ ضعیف (احمد رضا خاں بریلوی) بھی اپنے اللہ کے فضل و کرم سے اپنے باپ دادا کی درخشاں سنت پر گامزن رہتے ہوئے وہابیہ پر قیامت برپا کرتا رہتا ہے۔ مَیں نے اب تک دو سو سے زیادہ کتابیں تصنیف کی ہیں[1]۔ اور اکابر وہابیین کو دو چار بار ہی نہیں کئی بار دعوت مناظرہ دی مگر یہ لوگ جواب دینے سے بھی عاری رہے اور مبہوت ہو کر رہ گئے۔

جو لوگ ہندوستان میں بیٹھ کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں اور سَب و شتم سے باز نہیں آتے اور اللہ تعالٰی کی طرف جھوٹ اور کذب کی نسبت قائم کرتے ہیں وہ میدان مناظرہ سے بھاگ اُٹھتے ہیں۔ دُم دبا کر غائب ہو جاتے ہیں پھر زندگی بھر سامنا نہیں کر پاتے۔ ان میں سے اکثر راہی ملک عدم ہو چکے ہیں مگر جو باقی رہ گئے ہیں وہ عنقریب اسی ذلت سے دُنیا سے چلے جائیں گے ان کی موت حیرانی اور بدحواسی میں ہو گی۔

انہیں یہ معلوم ہوا کہ میں مکہ معظمہ میں چند دنوں کے لیے قیام پذیر ہوں۔ میرے پاس حوالے کی کتابیں نہیں ہیں۔ بیت اللہ کی زیارت میں مصروف ہوں۔ اور اپنے مولا و آقا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر (مدینہ) کی طرف جانے کے لئے پا بر کاب ہوں

[1] یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت مؤلف علام کی دو سو کتابیں شائع ہوئی تھیں۔ ایک وقت آیا جب آپ کی تصانیف کی تعداد ایک ہزار دو سو تک پہنچی۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمایئے "حیات اعلیٰ حضرت" مؤلفہ مولانا ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ، مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور۔

۔ایسے موقعہ پر اُنہوں نے ایک سوالنامہ گھڑا اور سامنے لا رکھا۔انہیں اُمید تھی کہ کتابوں کے بغیر مدینہ پاک کی تیاری میں جواب نہیں دے سکوں گا اور وہ خوش ہو کر کہتے پھریں گے کہ احمد رضا خاں جواب نہ دے سکا اور اس طرح وہ اپنی خفت کا انتقام لے لیں گے۔میں پہلے تو خاموش رہا حالانکہ اس سے پہلے میں ان کے بڑوں کو کئی بار چپ کرا چکا تھا مگر انہیں کیا معلوم کہ مَیں دین متین کی امان میں ہوں۔دین کی نصرت اور امداد کرنے والا خود منصور و محفوظ ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی قوت ہے جب وہ کسی چیز کو کہتا ہے ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔مُجھے بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے قوت بخشی۔چنانچہ مجھے خیال آیا کہ میں اس سوالنامے کے دو طرح کے جوابات تیار کروں ایک تو اہل حق اور سائل کے لیے تاکہ وہ راہ ہدایت پالیں اور دوسرا ان ہٹ دھرم حملہ کرنے والوں کے لیے۔چنانچہ مَیں نے قلم اٹھایا اور ہر ایک کے لیے ایسا جواب تیار کیا جس کے وہ قابل تھے۔

نظرِ اوّل

دین کا دار و مدار

یاد رکھیں کہ دین کا دار و مدار اس بات پر ہے جس سے نجات اخروی میسر ہو۔ پورے قرآن پاک پر ایمان لانا نہایت ضروری ہے۔ دُنیا میں بہت سے گمراہ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی بعض آیات پر ایمان لے آتے تھے مگر بعض کو نظر انداز کر دیتے تھے۔ ان میں قدریہ فرقہ مشہور ہے (یہ لوگ اپنے آپ کو اپنے افعال کا خالق جانتے تھے) وہ اس آیۃ کریمہ پر ایمان لائے:

وَمَا ظَلَمْنَا هُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ط (النحل:۱۱۸)

ترجمہ: ہم نے ان پر ظلم نہ کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔

مگر وہ اس آیۃ کریمہ سے منکر رہے:

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ (الصٰفٰت:۹۶)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہارا بھی خالق ہے اور تمہارے اعمال کا بھی۔

ایسے ہی ایک فرقہ جبریہ ہے یہ لوگ انسان کو پتھر کی طرح مجبور محض جانتے تھے۔ وہ اس آیۃ کریمہ پر ایمان لائے تھے: وَمَا تَشَاءُوْنَ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ

ترجمہ: تم کیا چاہو مگر یہ کہ چاہے اللہ جو مالک ہے سارے جہان کا۔

جبریہ اس آیۃ کریمہ کے منکر ہیں: ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ (الانعام:۱۴۶)

ترجمہ: ہم نے انکی سرکشی کا بدلہ دیا بیشک ہم ضرور سچے ہیں۔

خارجی لوگ گناہ کبیرہ کرنے والے کو بھی کافر کہتے ہیں۔ وہ اس آیۃ کریمہ پر ایمان

رکھتے ہیں:

وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيْمٍ ○ يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ○ (الانفطار:۱۴۔۱۵)

ترجمہ: بے شک فاجر لوگ ضرور جہنم میں جائیں گے وہ قیامت کے دن اس میں جائیں گے۔

پھر یہ لوگ اس آیۃ کریمہ کا انکار کرتے ہیں:

اِنَّ اللّٰہ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْن ذَالِک لِمَنْ یشاء (النساء:۱۱۶)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ شرک کو نہیں بخشتا مگر اس کے علاوہ جتنے گناہ ہیں جسے چاہے بخش دیتا ہے۔

فرقہ مرجیہ کا عقیدہ ہے کہ مسلمان کوئی بھی گناہ کرلے اسے نقصان نہیں ہوتا۔ وہ اس آیۃ کریمہ پر ایمان لاتے ہیں:

لَاتقنطُوا من رحمۃ اللّٰہ اِنَّ اللّٰہ یَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِیعًا اِنّہ ھو الغفور الرَّحِیْم ط (الزمر ۳۹/۵۳)

ترجمہ: اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا۔ بے شک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

مگر یہ لوگ اس آیۃ کریمہ سے انکار کرتے ہیں:

وَمَنْ یَعْمَلْ سُوْءً ا یُجزَبِہٖ (النساء:۱۲۳)

ترجمہ: جو شخص برا کام کرے گا اسے بدلہ دیا جائے گا۔

اس قسم کی ہزاروں مثالیں ہیں جو مختلف مذاہب اور فرقوں کے بارے میں پیش کی جا سکتی ہیں۔ علم کلام کی کتابوں میں ایسی دلیلیں کثرت سے ملتی ہیں۔

علم غیب قرآنی آیات کی روشنی میں

قرآن عظیم کی قطعی نص ہے:

لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ (النمل : ٦٥)

ترجمہ: زمین وآسمان والوں میں کوئی غیب نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ کے۔

اس طرح ایک اور مقام پر فرمایا:

عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ (الجن: ۲۷۔۲۶)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ مسلط نہیں کرتا اپنے غیب پر کسی کو سوا اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

پھر مزید فرمایا: وَمَا هُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ ط (التکویر: ۲۴)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیب پر بخیل نہیں ہیں۔

پھر فرمایا: وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا ط (النساء: ۱۱۳)

ترجمہ: اے نبی اللہ نے آپ کو سکھایا جو کچھ آپ پہلے نہیں جانتے تھے اور اللہ کا آپ پر بڑا فضل ہے۔

ایک اور آیۃ کریمہ میں فرمایا:

ذٰلِکَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْکَ وَمَا کُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْا اَمْرَهُمْ وَهُمْ یَمْکُرُوْنَ ط (یوسف: ۱۰۲)

ترجمہ: یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں۔ آپ انکے پاس نہ تھے جب ان بھائیوں نے دھوکا کیا۔

ایک اور مقام پر فرمایا: تِلْکَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَا اِلَیْکَ (هود: ۴۹)

ترجمہ: یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔

مندرجہ بالا آیات قرآنیہ کے علاوہ بہت سی اور آیات بھی ہیں جن میں غیب کے علوم پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ان آیات میں نفی اور اثبات دونوں قسم کے دلائل ملتے ہیں یہ دونوں ایمان کا حصہ ہیں ان سے انکار کفر ہے۔ ایک مسلمان ان تمام آیات پر ایمان لاتا ہے۔ وہ

اختلافی راہوں پر نہیں چلتا۔نفی اور اثبات دونوں ایک نتیجہ پر وارد نہیں ہوسکتیں۔ہمیں ان کے جدا جدا نتائج تلاش کرنا پڑیں گے۔

مَیں اپنے اللہ کے فضل اور اس کی قوت سے میدان تحقیق میں قدم رکھتا ہوں اور جو شخص اس میدان میں دھوکا دے گا یا فریب دے گا اس پر وار کروں گا۔

علم کی تقسیم

عِلم کی ایک تقسیم تو اس کے مصدر کے اعتبار سے ہوتی ہے[1]۔یعنی جہاں سے وہ صادر ہوا مگر اس کی دوسری تقسیم اسکے متعلق کے اعتبار سے ہے۔یعنی جسکے متعلق وہ عِلم ہے ان سے ایک اور تقسیم ظاہر ہوتی ہے۔دیکھنا یہ ہے کہ یہ تعلق کس طرح کا ہے۔تقسیم کے اعتبار سے علم یا تو ذاتی ہوگا (جبکہ نفس ذات عالم سے صادر ہو) یا عطائی ہوگا۔ذاتی ہونے کی بنا پر ان علوم میں غیر کی کوئی شرکت نہیں ہوگی نہ غیر کی عطا ہوگی۔نہ غیر اس کا سبب بنے گا مگر عطائی وہ علم ہے جو دوسرے کی عطا ہو۔ذاتی تو صرف ذات باری تعالیٰ سے ہی مخصوص ہے کسی غیر اللہ کا اس علم میں حصہ نہیں ہے اور جہان میں ایسا علم کسی کے لیے ثابت نہیں کیا جاسکتا۔جو شخص کسی کے لیے ایک ذرہ سے کمتر بھی ذاتی علم ثابت کرے گا وہ یقیناً مشرک ہوجائے گا اور تباہ و برباد ہوگا۔

---

[1] اس تقسیم کی روشنی میں کوئی غبار علم الٰہی اور علم عباد میں باقی نہیں رہتا۔کم فہموں نے علماء اہلسنت و جماعت کی عبارات اور تحقیقات سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر جو اعتراضات کیے ہیں وہ خود بخود رفع ہوجاتے ہیں۔حضور کے علم غیب کو اللہ کے علوم غیبیہ کے برابر جاننے والے اپنی کم فہمی پر بات کرتے ہیں۔یہ ایک روشن دلیل اور واضح تقسیم ہے۔اس لطیف استدلال کے بعد کسی کو شبہ باقی نہیں رہے گا۔(حمدان الونی المالکی مدرس حرم نبوی شریف)

مدینہ طیبہ کے علماء کرام میں سے حضرت علامہ محمد مغرب مولانا حمدان (اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو قبول فرمائے) کا پہلا حاشیہ جسے آپ نے میری کتاب پر ثبت فرمایا تھا۔

دوسری قسم کا علم (عطائی) اللہ کے بندوں کو عطا کیا گیا ہے اور یہ صرف بندہ سے ہی مخصوص ہے۔ اس کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت نہیں کی جا سکتی۔ اللہ کے ساتھ علم عطائی کی نسبت قائم کرنے والا قطعی کافر ہوگا اور شرک اکبر کا مرتکب ہوگا۔ کیونکہ شرک وہ ہے جو کسی دوسرے کو اللہ کے برابر جانے مگر اس نے تو غیر اللہ کو اللہ سے بھی بَرتر بنالیا۔ یا وہ اس جہالت میں ہے کہ اس نے اپنا علم غیر خدا کو عطاء کر دیا (نعوذ باللہ)

دوسری قسم کے اعتبار سے علم کی دو قسمیں ہیں۔ ایک مطلق العلم۔ یہ مطلق العلم وہی ہے جو علم اصول کی اصطلاح میں ہے۔ ایسا علم ثابت کرنے کے لئے کسی ایک فرد کا --- ہونا ضروری ہے مگر نفی کرنے سے تمام افراد کی نفی ہو جاتی ہے۔ اس بحث اور تحقیق کو "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" میں قضیہ موجبہ کی بحث میں خاتم المحققین حضرت والد ماجد قدس سرہٗ نے نہایت خوبی سے بیان فرمایا ہے۔

دوسری قسم علم مطلق ہے جس سے میری مراد وہ ہے جو عموم و استغراق حقیقی کا مفاد ہے ایسی قسم کا ثبوت اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک تمام افراد موجود نہ ہوں۔ یہ کسی ایک شخص کی نفی سے مُنتَفِی ہو جاتا ہے یہاں موجبہ کلیہ ہوگا اور سالبہ جزئیہ۔ ایسے علم کا تعلق دو درجوں پر ہوتا ہے۔ ایک اجمالی اور دوسرا تفصیلی۔ جس میں ہر علوم جدا اور ہر تفصیل اور مفہوم دوسرے سے ممتاز ہوتی ہے یعنی عالم کو جتنی معلومات ہوں جزئی ہوں یا کلی، کل ہوں یا بعض۔

اس دوسری قسم کی بھی چار قسمیں ہیں۔ ایک تو صرف اللہ تعالیٰ سے ہی خاص ہے۔ اس کا نام علمِ مطلق تفصیلی ہے۔ جس پر یہ آیۃ کریمہ دلالت کرتی ہے:

وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ترجمہ "اللہ تعالیٰ ہر شے کا جاننے والا ہے۔" (الاحزاب ۴۰)

ہمارا رب کریم اپنی ذات کریم اور اپنی غیر متناہی صفتوں کے ساتھ ان تمام حادثوں کو

جو موجودہ ہیں یا کبھی تھے یا ابدالاباد تک ہوتے رہیں گے، پھر وہ تمام ممکنات جو کبھی موجود نہ تھیں اور کبھی نہ ہوں گی بلکہ تمام محالات کو جاننے والا ہے تمام مفہومات میں سے کوئی ایسی چیز نہیں جو علم الہی کے دائرہ میں نہ ہو۔ وہ ان تمام کو پوری تفصیل کے ساتھ جانتا ہے ازل سے ابد تک تمام کی تمام چیزیں اس کے علم میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ذات غیر متناہی ہے۔ اس کی صفتیں بھی غیر متناہی ہیں اسکی ہر صفت غیر متناہی ہے اعداد میں غیر متناہی ہے۔ ایسے ہی ابد کے دن اور اس کے تمام لحات اور گھڑیاں اس کے علم میں جنت کی نعمتوں سے ہر نعمت دوزخ کے عذابوں میں سے ہر عذاب جنتیوں اور دوزخیوں کی سانسیں یا پلکوں کا جھپکنا ان کی ادنیٰ سی جنبش اور ان کے سوا اور چیزیں اس کے علم میں ہیں اور غیر متناہی ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہر ہر ذرہ میں غیر متناہی علم ہیں۔ اس لیے کہ ہر ذرّہ کو ہر ذرہ سے جو ہو گزرا، یا آئندہ ہوگا یا ممکن ہے کہ کوئی نہ ہو۔ کوئی نسبت قرب بُعد اور جہت میں ہوگی۔ زمانوں میں بدلے گی اور زمان و مکان کے بدلنے میں جو اثرات واقع ہوں گے یا ہوتے ہیں روز اوّل سے زمانہ نامحدود تک اللہ تعالیٰ کو بالتفصیل معلوم ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا علم غیر متناہی در غیر متناہی اور غیر متناہی ہے۔ اہل حساب کی اصطلاح میں یہ تیسری قوت ہے جسے مکعب کہا جاتا ہے۔

عدد جب اپنے نفس میں ضرب دیا جائے تو مجذور بن جاتا ہے۔ مجذور کو جب اسی عدد سے ضرب دی جائے تو مکعب بن جاتا ہے یہ تمام باتیں صرف حساب دانوں کے ذہنوں میں ہی نہیں دین سے واقف علماء کرام پر بھی روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔ یہ بات بلاشبہ تسلیم شدہ ہے کہ کسی مخلوق کا علم آنِ واحد میں غیر متناہی بالفعل کی پوری تفصیلات کے ساتھ ہر دوسرے فرد پر محیط نہیں ہوسکتا۔ اس لئے ممتاز جب ہوگا کہ ہر فرد کی جانب خصوصیت کے

ساتھ لحاظ کیا جائے اور غیر متناہی لحاظ سے ایک آن میں حاصل نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ مخلوق کا علم خواہ کتنا ہی وسیع اور کثیر ہو یہاں تک کہ عرش سے فرش تک اوّل سے آخر تک اور اس کے کروڑوں درجوں پر بھی ہو تب بھی محدود ہوگا۔[1] کیونکہ عرش و فرش دو سمتیں ہیں دو کنارے ہیں۔ روز اوّل سے روز آخر تک بھی دو حدیں ہیں۔ ایک چیز دو چیزوں میں گھر جائے تو وہ متناہی ہوگی غیر متناہی تو نہ ہوگی۔ البتہ حد کے بغیر کسی چیز کا ہونا غیر متناہی ہو سکتا ہے۔ بمعنی متناہی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے علم میں محال ہے۔ اس واسطے کہ اسکی صفتیں اور اس کا علم تو پیدا ہونے سے بالاتر ہے۔ ثابت ہوا کہ لامتناہی بالفعل ہونا اللہ تعالیٰ کے علموں سے خاص ہے اور علم متناہی اس کے بندوں کے علم سے خاص ہے۔

مندرجہ بالا فلسفیانہ خیالات اور منطقیانہ استدلال ہیں۔ قطع نظر اللہ تعالیٰ کے علوم لامتناہیہ پر قرآن پاک کا یہ ارشاد کافی ہے:

وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطًا ۝ ترجمہ: اللہ ہر چیز پر محیط ہے۔ (النساء ۱۲۶/۴)

ذاتِ الٰہی محدود نہیں۔ اس کی مخلوق سے کسی کے لئے ممکن نہیں کہ وہ محدود نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ جیسا وہ ہے تمام و کمال ویسا ہی ہے۔ اسے مکمل پہچانا نہیں جا سکتا۔ ہاں اگر یہ کہہ لیا جائے کہ مجھے اللہ کی معرفت حاصل ہوگئی ہے۔ تو درست ہے مگر یہ کہنا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی اتنی معرفت حاصل ہوگئی ہے کہ اب مزید کچھ باقی نہیں رہا تو یہ نادرست ہے اس لئے کہ اس طرح

[1] کتاب کی تسوید کے وقت یہ بات میں نے قوت ایمانی سے لکھ دی تھی۔ مگر بعد میں امام فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر دیکھی تو اسکی تصریح و کذالک نری ابراھیم (الانعام ۶/۷۵) کی تفسیر میں مطالعہ کی۔ تو آپ نے لکھا کہ میں نے اپنے والد مکرم حضرت امام عمر ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ سے سنا تھا۔ انہوں نے حضرت ابو القاسم انصاری رحمۃ اللہ علیہ کو امام الحرمین کی روایت بیان فرماتے ہوئے سنا کہ معلومات الٰہیہ تمام غیر متناہی ہیں۔ اور ان معلومات میں ہر ہر فرد کے متعلق غیر متناہی معلومات ہیں ہر فرد کا بدل بدل کر بے نہایت چیزوں میں پایا جانا ممکن ہے اور بدل بدل کر غیر متناہی صفات سے متصف ہونا بھی ممکن ہے۔

اللہ کی ذات محدود ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ انسان کی معرفت اور عقل کے احاطہ میں آجاتا ہے حالانکہ وہ برتر ہے۔ اسے کوئی چیز احاطہ نہیں کر سکتی۔ وہ تو سب پر محیط ہے۔ اللہ تعالیٰ کے انبیاء اولیاء، صالحین اور مومنین اپنے اپنے مراتب و درجات کے مطابق اللہ کی معرفت حاصل کرتے ہیں وہ اسی فرق کے اعتبار سے اپنے مراتب حاصل کرتے ہیں۔ اس طرح انہیں ابد الآباد تک اللہ کی معرفت میں اضافہ ہوتا رہتا ہے مگر باین ہمہ وہ اللہ کے علوم کی تمام کمال معرفت پر قادر نہیں ہوسکیں گے ہاں اُنہیں قدرِ متناہی حاصل ہوتی رہے گی۔ اس سے ثابت ہوا کہ جمیع معلوماتِ الٰہیہ پر کسی مخلوق کا محیط ہونا عقلاً اور شرعاً دونوں طرح سے محال ہے۔ اگر تمام اوّلین و آخرین کے تمام علوم جمع کر لیے جائیں تو ان کے مجموعہ کو علوم الٰہیہ کے مقابلہ میں کوئی نسبت نہیں ہے۔

ہم سمجھنے کے لئے یوں کہہ سکتے ہیں کہ اگر علوم الٰہیہ کے دس لاکھ سمندر رکھے جائیں تو تمام مخلوقات کے علوم کا مجموعہ اُن کے سامنے ایک قطرہ سے بھی کم ہے اور محدود ہے۔ علوم مخلوقات کے دریائے زخار متناہی ہیں۔ متناہی کو متناہی سے تو ایک نسبت ہوسکتی ہے۔ کیونکہ ہم بوند کے مقابلہ میں دس لاکھ سمندروں کی مثال پیش کرتے ہیں۔ مگر یہ سمندر ایک وقت میں فنا ہو جائیں گے کیونکہ یہ دس لاکھ سمندر بھی متناہی ہیں۔ اس کی جتنی بھی مثالیں پیش کرتے جائیں متناہی ہی ہوں گی۔ غیر متناہی تک ان کی رسائی نہیں ہو سکے گی۔ غیر متناہی ہمیشہ باقی رہے گا اور ہمارا ایمان ہے کہ اللہ کے اوصافِ نامتناہیہ کے سامنے فانی علوم کی کوئی حیثیت و نسبت نہیں ہے۔

حضرت خضر و موسیٰ علیہ السلام کے علوم

حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہی ہوئی بات کی طرف اشارہ فرمایا اور کہا کہ چڑیا نے سمندر سے جو چونچ بھر کے پانی پی لیا۔ اس قسم کے علومِ غیر متناہی اللہ کی ذات سے خاص ہیں۔

اب ہم علم کی اُن تین قسموں پر گفتگو کریں گے جن میں سے ایک پر اُوپر بحث ہو چکی ہے۔ (۱) علم مطلق اِجمالی اور (۲) مطلق علم اِجمالی اور (۳) مطلق علم تفصیلی۔

یہ علوم اللہ کی ذات کے ساتھ خاص نہیں ہیں۔ ''بشرط لا شئے'' تو بندوں سے ہی خاص ہیں۔ علم مطلق اِجمالی بندوں کو حاصل ہوتا ہے۔ یہ عقلاً ثابت ہے اور ضروریاتِ دین کا حصہ ہے۔ جس طرح ہم ایمان لائے کہ اللہ تعالیٰ ہر شئے کو جانتا ہے۔ ''ہر شئے'' کہہ کر ہم نے جمیع معلوماتِ الٰہیہ کا لحاظ کر لیا اور ان سب کو اجمالی طور پر جان لیا۔ جو اسے اپنے لیے نہ جانے وہ اپنے ایمان کی نفی کرتا ہے اور اپنے کُفر کا اقرار کرتا ہے۔ (العیاذ باللہ)

واعلموا انّ اللہ بِکُلِّ شیءٍ علیم ط (البقرہ: ۲۳۱)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز کو جاننے والا ہے۔

جب عِلم مطلق بندوں کے لئے ثابت ہو گیا تو مطلق علم اِجمالی اپنے آپ ثابت ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مطلق علم تفصیلی بھی بندوں کے لئے مختص ہے۔ ہم قیامت، جنت، دوزخ، اللہ تعالیٰ کی ذات، اسکی صفات کو ایمان کا حصہ بناتے ہیں۔ یہ ایمان کے اُصول ہیں۔ حالانکہ یہ ساری چیزیں غیب ہیں اور ہر ایک، ایک دوسرے سے ممتاز پہچاننا۔ تو ثابت ہوا کہ اس طرح غیبوں کا مطلق علم تفصیلی ہر مسلمان کو حاصل ہے۔ پھر انبیاء کرام کا تو مقام ہی بلند ہے۔

غیب پر ایمان لانا

اللہ تعالیٰ نے ہمیں غیب پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے۔ ایمان تصدیق ہے اور تصدیق علم ہے۔ جو غیب کو جانتا ہی نہیں وہ اس کی تصدیق کیسے کرے گا؟ اور جو تصدیق نہیں کرے گا وہ اس پر ایمان کیسے لائے گا؟ تو ثابت ہوا کہ جو علم اللہ تعالیٰ سے خاص ہے وہ ذاتی ہے۔ اور علم مطلق تفصیلی جو جمیع علوم الٰہیہ کو استغراق حقیقی کے ساتھ محیط ہو تو جن آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے غیر خدا سے اس کی نفی فرمائی ہے وہ علم ذاتی ہیں۔

مگر جن آیات میں اللہ نے اپنے بندوں کے لیے علم عطا فرمایا ہے اور اس علم کا ذکر کیا ہے وہ علم عطائی ہے۔ خواہ وہ علم مطلق اجمالی ہو یا مطلق علم تفصیلی ہو۔ انہی علوم میں اپنے بندوں کی مدح فرماتا ہے اور اسی عطائی علم کی وجہ سے وہ اپنے بندوں کو ممتاز قرار دیتا ہے۔

۱۔ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلَامٍ عَلِيْمٍ ط (الذاریات: ۲۸)

ملائکہ نے ایک علم والے لڑکے کی خوشخبری سنائی۔

۲۔ وانَّهٗ لَذُو عِلْمٍ لِمَا عَلَّمْنٰهُ ط (یوسف: ۶۸)

بے شک حضرت یعقوب ہمارے علم دینے سے ضرور علم والے ہیں۔

۳۔ عَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْماً ط (الکہف: ۶۵)

ہم نے خضر علیہ السلام کو علم لدنی عطا فرمایا

۴۔ وَعَلَّمَک مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَم ط (النساء: ۱۱۳)

اے نبی اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ علم دیا جسے آپ نہ جانتے تھے۔

ان آیات کے علاوہ اور بھی بے شمار آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو علم عطا کرنے کی تفصیل بیان فرماتا ہے مگر ہر آیت میں علمِ عطائی ہی مراد ہے۔ جن آیات میں بندوں کو علم غیب دینا فرمایا گیا ہے وہ عطائی علمِ غیب ہے۔ یہ آیاتِ قرآنیہ کے ایسے سچے معانی ہیں کہ کسی کو انکار کی گنجائش نہیں اور نہ ان کے علاوہ کوئی دوسرے معانی بیان کیے جا سکتے ہیں۔

یہ عقیدہ ضروریات ایمان میں سے ہے۔ جو اس کا انکار کرتا ہے وہ کفر کا ارتکاب کر

ہےاور دائرہ اسلام سے خارج ہو کر رہ جاتا ہے۔ یہ وہ معانی ہے جن سے علماء اسلام نے آیات نفی واثبات میں تطبیق کی ہے۔ امامِ اجل حضرت زکریا نوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ میں ایسا ہی بیان کیا ہے۔ امام ابن حجر مکی نے اپنے فتاویٰ حدیثیہ میں اور اہلسنت و جماعت کے دوسرے مستند علماء کرام نے اپنی اپنی کتابوں میں اسی نظریہ کو پیش کیا ہے۔

غیر خدا سے "علمِ غیب کی نفی" سے مراد ذاتی علمِ غیب ہے اور یہ حقیقت ہے کہ کسی مخلوق کا علم جمیع معلومات الٰہیہ پر محیط نہیں ہو سکتا۔ یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے اور آفتاب عالم تاب کی طرح روشن ہے کہ جو شخص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ جو آپ کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے تھے سے انکار کرتا ہے وہ خارج از ایمان ہے۔ ہمارے ملک میں وہابیہ تو اس حد تک گستاخ ہو گئے ہیں کہ وہ برملا کہتے پھرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خاتمے کا حال بھی معلوم نہ تھا۔ نہ آپ کو اپنی اُمت کے خاتمے کا علم تھا۔

۱۳۱۸ھ میں اِن لوگوں نے مجھے دہلی میں ایک ایسا ہی سوالنامہ بھیجا تھا۔ میں نے اس کے جواب میں ایک کتاب بنام اِنباءُ المُصطفیٰ بِحالِ سِرّ و اَخفی لکھی۔ اس کتاب سے وہابیہ پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ یہ لوگ اس چیز کی نفی کر رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمائی ہے حالانکہ اُنکے یہ دعوے ان کے ایمان کی نفی کرتے تھے۔ اور انکی زیاں کاری کا مُنہ بولتا ثبوت تھے وہ اپنے ان کفریہ کلمات کی وجہ سے کافر اور مرتد ہو گئے تھے۔[1]

[1] یہ فتویٰ ہمارے رب جلیل کا ہے اس نے فرمایا: لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم (التوبہ: ۶۶)

ترجمہ: اب تم حیلے بہانے نہ کرو۔ تم ایمان لانے کے بعد کافر (مرتد) ہو گئے ہو۔

حضرت ابن ابی شیبہ وابن جریر وابن منذر، ابن ابی حاتم ابوالشیخ نے مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اس آیت کریمہ کی تفسیر سن کر ایک منافق نے کہا "محمد تو صرف یہ بات بتاتے ہیں کہ فلاں کی اونٹنی فلاں وادی میں ہے۔ وہ غائب کیا جانیں؟" یہی خیال انکار نبوت ہے۔ علامہ قسطلانی رضی اللہ عنہ نے مواہب شریف میں فرمایا نبوت غیب پر اطلاع ہے۔ پھر فرمایا نبوت مشتق ہے نبا سے اور اس کا معنی خبر ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو خبریں سنانے والا بنا کے بھیجا۔

پھر وہابیہ نے سید الانبیاء ﷺ کے متعلق یہ بات کہہ کر کتنا بڑا کفر کیا کہ نبی ﷺ کو نہ اپنے خاتمے کا حال معلوم تھا نہ امت کے خاتمے کا۔ یہ بھی بہت سی روشن آیات کا انکار ہے:

۱۔ وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی (الضحیٰ: ۴)

بے شک آپ کی آخرت دُنیا سے بھی بہتر ہوگی۔

۲۔ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی (الضحیٰ: ۵)

بے شک عنقریب اللہ آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

۳۔ یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ نُوْرُهُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ بِاَیْمَانِهِمْ (التحریم: ۸)

اس دن اللہ رُسوا نہ کرے گا نبی کو نہ اُن ایمان والوں کو جو آپ کے ساتھ ہیں۔ ان کا نور ان کے آگے پیچھے دوڑ رہا ہوگا۔

۴۔ عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ط (بنی اسرائیل: ۷۹)

عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود عطا فرمائے گا۔

۵۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا (الاحزاب: ۳۳)

اللہ یہی چاہتا ہے کہ نبی کے گھر والو۔ تم سے ناپاکی دُور رہے اور تمہیں خوب پاک کردے۔

۶۔ لِیُدْخِلَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِیْنَ فِیْهَا وَ یُکَفِّرَ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ (الفتح: ۵)

تاکہ اللہ تعالیٰ مومن مردوں اور عورتوں کو جنت میں داخل کرے جس میں نہریں بہہ رہی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ان کے گناہ ان سے مٹا دیئے جائیں گے۔ اور یہ اللہ کے ہاں

بہت بڑی مراد پانا ہے۔

۷۔ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا ط (الفتح : ۱)

بے شک ہم نے آپ کے لئے فتح مبین عطا کی۔ آپ کے سبب آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ بخش دے گا اور اپنی نعمت آپ پر تمام کر دے گا اور اپنی طرف سیدھی راہ دکھائے گا ۔ اللہ تمہاری مدد کرنے والا اور عزت دینے والا ہے۔[1]

۸. تَبٰرَکَ الَّذِیْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَکَ خَیْرًا مِّنْ ذٰلِکَ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَ یَجْعَلْ لَّکَ قُصُوْرًا. (الفرقان: ۱۰)

برکت والا ہے وہ کہ اگر چاہے تو تمہارے لیے اس سے بہتر کر دے جنتیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور تمہارے لیے اونچے محلات بنائے گا۔

ان آیات کی تشریح و تفسیر پر جو بے شمار احادیث معنیٰ واحد پر تواتر سے آئی ہیں وہ ایک بحرِ بے کراں ہے اور انہیں از بر کرنا مشکل ہے مگر اللہ کے کلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے بعد کونسا کلام ہے جس پر ایمان لایا جائے۔

---

[1] لَکَ: میں لام تعلیل ہے اور ذنب کی اضافت ملابست سے ہے۔ معنی یہ ہوئے کہ معاف کر دے گا اللہ تمہارے سبب یا تمہاری وجاہت سے تمہارے گھر والوں کی خطائیں۔ گناہ یا لغزشیں۔ تمہارے آباؤ اجداد کی لغزشیں جن میں آباؤ اجداد شامل نہیں حضرت سیدنا عبداللہ سیدہ آمنہ سے لے کر سیدنا آدم و حوا تک اور پچھلے ذنوب ان بیٹے ، بیٹیوں ، پوتوں، نواسوں بلکہ ساری نسل معنوی جو قیام قیامت تک اہلسنت (ہیں) بخش دیئے جائیں گے۔ یہ تاویل ہمارے نزدیک بہتر اور شیریں تر ہے۔

نظر دوم

ذاتی اور عطائی علم میں فرق:

سابقہ صفحات کے مطالعہ کے بعد ایک کوتاہ نظر انسان کی آنکھیں ان آیات کی روشنیوں سے چمک اٹھیں گی کہ تمام مخلوقات کے جملہ علوم ہمارے رب العالمین کے علوم کی برابری کا شبہ بھی نہیں کر سکتے۔ ایک مسلمان کے دل میں ذرہ بھر اس خدشہ کا احتمال نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علوم اور اس کی مخلوقات کے علوم کا کوئی موازنہ یا مقابلہ ہو سکتا ہے۔ ان لوگوں کو اتنا بھی معلوم نہیں ہوتا کہ اللہ کا علم ذاتی ہے۔ اور مخلوق کا عطائی۔ اللہ کا علم اس کی ذات سے واجب اور خلق کا علم حادث (کیونکہ تمام مخلوقات حادث ہیں) صفت موصوف سے پہلے نہیں ہو سکتی۔ اللہ کا علم مخلوق نہیں۔ خلق کا علم مخلوق ہے۔ اللہ کا علم کسی کے زیر قدرت اور تابع نہیں ہے۔ علم الٰہی ہمیشہ واجب اور دائم ہے۔ مخلوق کا علم حادث عارضی ہے۔ علم الٰہی کسی طرح بدل نہیں سکتا۔ خلق کا علم تغیر پذیر ہے۔ اس فرق اور امتیاز کے باوجود کوئی شخص برابری کا تصور کر سکتا ہے؟ ہاں صرف وہی بد بخت لوگ ایسی الجھن میں گرفتار ہوں گے جن پر اللہ کی لعنت ہے۔ وہ حق کی بات سے بے بہرہ ہو چکے ہیں۔ ان کی آنکھیں نور سے محروم ہو چکی ہیں۔ ہم پورے وثوق اور ایمان سے کہہ سکتے ہیں کہ ایسا فرض کرنا کہ حضور ﷺ کے علوم اللہ تعالیٰ کے علوم پر محیط ہیں یہ بھی خیالِ باطل ہے۔ علم الٰہی سے برابری پھر بھی نہیں ہو سکتی اور ان وسیع اور واضح فروق کے ہوتے ہوئے علوم الٰہیہ (ذاتی) اور علوم مصطفیٰ (عطائی) میں کیا برابری ہو سکتی ہے؟

اللہ تعالیٰ اور رسول مقبول ﷺ کے علم میں سوائے ع ل م حروف کے اور کوئی

شراکت نہیں پائی جاتی۔ ہم نے دلائل قطعیہ سے ثابت کر دیا ہے کہ معلومات الٰہیہ کا محدود ہونا عقلاً بھی باطل ہے شرعاً بھی باطل۔ وہابی جب آئمہ دین اور ان کے پیروؤں کی کتابیں پڑھتے ہیں اور ان میں حضور ﷺ کے علوم غیبیہ کو قرآن واحادیث کی روشنی میں مطالعہ کرتے ہیں اور اس مقام پر پہنچتے ہیں کہ حضور ﷺ کو روزِ اوّل سے روزِ آخر تک کے تمام گزشتہ اور آئندہ واقعات کا علم ہے تو یہ لوگ اُن پر کفر اور شرک کے فتوی صادر کرنے لگتے ہیں اور الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے علوم الٰہی اور علم النبی کو برابر قرار دے دیا ہے۔ یہ فیصلہ کرنے والے نہایت خبطی اور غلط اندیش لوگ ہیں۔ یہ خود کفر و شرک کے گڑھوں میں گرتے جاتے ہیں۔ ان لوگوں نے محدود اور معدود علوم کو اللہ تعالیٰ کے غیر محدود اور لامتناہی علوم کا ہم پلہ قرار دے دیا۔ یہ کفر کی شہادت دیتے ہیں کہ اللہ اور مخلوق کا علم ہم پایہ ہے (استغفر اللہ)۔ اگر ان کے ہاں علم الٰہی لامتناہی ہوتا یا مقدار سے زیادہ ہوتا تو وہ حضور ﷺ کے علوم جو معدود اور عطائی ہیں کس طرح برابر قرار دیتے۔ وہ مساوات علوم خالق و مخلوق میں نہ پڑتے۔ جب وہ اپنی جہالت آمیز عقل کا مظاہرہ کرتے ہیں تو اللہ کے علم لامتناہی سے مذاق کرتے ہیں اور اسے ناقص بتاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو غرق کرے اور ان کے فتنوں سے ہمیں محفوظ رکھے۔

نظر سوم

یا اللہ تیری رحمت ہو۔ تاریکیاں چھا گئیں۔ ظلمتیں حد سے زیادہ بڑھ گئیں۔ بہت سے لوگ گمراہیوں کی سیاہیوں میں چلے جا رہے ہیں۔ ہم نے سابقہ صفحات پر اللہ تعالیٰ کے ذاتی اور مطلق محیط علم پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ یہ علوم اللہ کی ذات سے ہی خاص ہیں۔ کسی بندے کو اس میں شرکت نہیں۔ ہاں مطلق علم عطائی میں ہر مسلمان کا حصہ ہے۔ چہ جائیکہ انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اگر علم عطائی کو تسلیم نہ کیا جائے تو ایمان ٹھیک نہیں رہتا۔ اگر کسی وہمی کے وہم میں یہ بات گذرے کہ اس طرح ہم میں اور ہمارے نبی کریم ﷺ میں کیا امتیاز؟ جیسا علم حضور کو ہے ویسا ہی تمام انبیاء کو ہوا۔ پھر ایسا علم (معاذ اللہ) ہم کو بھی ہے، جو علم ہمیں نہیں اُنہیں بھی نہیں۔ تم ہم برابر ہوئے۔ یہ بات عالم تو درکنار کسی جاہل کے دماغ اور خیال میں بھی نہیں آسکتی۔ مگر وہابیہ سے تعجب نہیں کیونکہ وہ بے عقل قوم اور کج فرقہ ہے۔ ان میں ایک بھی ایسا عالم نہیں جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کے بارے میں تسلیم کرنے کا ملکہ ہو۔

ایک کج مغز ہندی

امر واقعہ ہے کہ ان دنوں اس فرقہ کا ایک کج مغز بوڑھا جسے اپنے آپ کو صوفی کہلانے کا بھی خبط ہے۔ بڑے بلند بانگ دعوے کرتا رہتا ہے۔ وہ بڑا متکبر، مغرور اور ہٹ دھرم ہندوستانی ہے۔ حال ہی میں اُس نے ایک رسالہ لکھا ہے جو چند اوراق پر پھیلا ہے۔ اس کی عبارت اتنی گری ہوئی اور گستاخانہ ہے کہ ساتوں آسمان پھٹ پڑیں۔ اس نے اس کا نام حفظ الایمان رکھا ہے۔ حالانکہ اس کی عبارت خفض الایمان (ایمان کو نیست کرنے والی)

ہے وہ لکھتا ہے:

''پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا۔ اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب یا کل غیب؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے؟ ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔ اور اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس سے ایک فرد بھی خارج نہیں تو اس کا بطلان دلیل عقلی و نقلی سے ثابت ہے۔''

اس ہٹ دھرم بوڑھے کو اتنا بھی معلوم نہیں مطلق علم عطائی اصالتہً انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے۔ اسی لیے رب جل وجلا نے فرمایا ہے: عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (الجن:۲۶۔۲۷)

ترجمہ: اللہ غیب جاننے والا ہے تو اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ مگر صرف اپنے پسندیدہ رسولوں میں سے جسے چاہے مطلع کر دے۔

اب اللہ کے سوا جسے بھی علم غیب حاصل ہوگا۔ وہ اسی کی عطا اور فیض سے حاصل ہو گا۔ اور اسی کے راہ دکھانے سے ملے گا تو برابری کس طرح ہوگی؟

دنیا میری ہتھیلی پر روشن ہے

علاوہ بریں انبیاء کرام کے علوم غیبیہ کو صرف اتنے ہی حاصل ہوتے ہیں جتنے انبیاء کرام انہیں سکھاتے ہیں۔ انبیاء کرام کے علوم تو سمندر بنے ہوئے ہیں۔ ان کے سامنے دوسروں کے علوم کی کیا حیثیت ہے۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام تو روز ازل سے آخر تک کے تمام علوم ماکان و مایکون کو جانتے ہیں بلکہ دیکھتے ہیں۔ ان کے مشاہدے کے سامنے ساری کائنات کھلی پڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَ كَذَالِكَ نُرِیْ اِبْرَاهِیمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ (الانعام: ۷۵)

ترجمہ: اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی۔

طبرانی نے معجم کبیر اور نعیم بن حماد نے کتاب الفتن اور ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انَ اللّٰه قد رفع لی الدُنیَا فانا اَنظُرُ اِلَیْهَا والٰی ما هو کائنٌ فیها اِلٰی یوم القیامة کاَنَّما اَنظُر الٰی کفی هذه جلیانا من اللّٰه تعالٰی جلاه لِنبیّه کما جَلاهُ للنَّبیّنَ من قَبْله

ترجمہ: یقیناً بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے دُنیا بچھادی ہے۔ میں اسے اور اس میں قیامت تک ہونے والے واقعات کو یوں دیکھتا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کی طرف۔ ہتھیلی پر ایک روشنی دیکھ لیتا ہوں۔ یہ روشنی اللہ کی طرف سے ہے جسے اس نے اپنے نبی کے لیے ضیاء بار فرمایا ہے ایسی روشنی سابقہ انبیاء کے لیے بھی تھی۔

جس بوڑھے کا ہم ذکر کر رہے تھے اس نے کل اور بعض کی دو شقیں قائم کیں۔ پہلی شق (کل) تو موجود نہیں۔ ہاں اس نے دوسری شق (بعض) میں سب کو شامل کرلیا اور نتیجہ یہ نکالا کہ آپ کے علم کی کیا تخصیص ہے حالانکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جن کا علم وحلم سارے جہاں پر چھایا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اُنہیں بے پناہ علوم سے سرفراز فرمایا ہے اور اپنے بڑے فضل سے نوازا ہے۔ آپ کے ہاں اگلے پچھلوں کے تمام علوم دست بستہ کھڑے ہیں۔ جو کچھ گزرا ہے اور جو کچھ تا قیام قیامت آنے والا ہے حضور ﷺ کے مشاہدہ میں ہے جو کچھ زمین اور آسمانوں میں ہے آپ کو ازبر ہے۔ مشرق سے مغرب تک جو کچھ ہونے والا ہے آپ اس سے خبردار ہیں۔ ہر چیز آپ پر روشن ہے۔ آپ ہر چیز کو پہچانتے ہیں۔ اُن پر قرآن اُترا تو ذرہ ذرہ روشن ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے ہر چیز کی حقیقت کو مفصل بیان فرمایا ہے۔ مگر اس کج مغز نے آپ کا علم، زید، عمر، و بچہ اور پاگل بلکہ جانور اور چوپایہ کے علم کے برابر کردیا۔

(استغفر اللہ) اُسے اِتنا بھی معلوم نہیں کہ جس لفظِ بعض کو نقصِ علمِ مصطفیٰ کے لیے استعمال کر رہا ہے اس میں اِتنی وسعت ہے جو ایک چھوٹی سی بوند بے مقدار سے لے کر لاکھوں کروڑوں چھلکتے سمندروں تک کو شامل ہے۔ اس بعض کی نہ کوئی گہرائی جان سکا ہے نہ وُسعت، ان سمندرُوں کا نہ کوئی کنارہ ہے نہ انتہا۔ یہ سب کا سب آپ کے علموں کا بعض ہی تو ہے۔ اس بعض کا کون اِحاطہ کر سکتا ہے؟ علم مصطفیٰ ﷺ تو جتنا اللہ چاہے اُتنا ہے۔ لفظِ بعض سے برابری اور مماثلت اور نفی و نقص کے پیمانے تیار کرنا ایسے کج بیانوں کا ہی خاصا ہے۔ اب ایسے لوگ معاذ اللہ یوں بھی کہتے نہ شرمائیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت زید، عمر، ایک بچے اور پاگل بلکہ جانور اور چوپایہ کی قدرت کے برابر ہے (العیاذ باللہ)۔[1]

[1] ہم اہلِ سنت کا نظریہ ہے کہ دُنیا میں جتنے بھی حادثات رونما ہوتے ہیں وہ قدرت کے شاہکار ہیں مگر قدرت بذاتِ خود کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتی۔ پیدا کرنا یا تخلیق کرنا تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ ہم جہم بن صفوان کی طرح قدرت کے اختیارات کی نفی بھی نہیں کرتے۔ مواقف اور اس کی شرح میں اس نظریہ کی خاص تشریح کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اِرشاد کا ترجمہ ہے کہ انہوں نے صبح سویرے کو مدد دینے کی ٹھان لی۔ حالانکہ اُنہیں نفع اُٹھانے یا نفع دینے کی قدرت تھی۔ علامہ ابوالسعود نے اپنی تفسیر ارشاد العقل السلیم میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ بعض معاملات میں مساکین پر سختی کرے اور انہیں دُنیا کی کچھ سہولتوں سے محروم کر دے حالانکہ وہ مساکین کو نفع پہنچانے پر بھی قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اہل کتاب یہ نہ جانیں کہ ہمارے نبی اور اُن کے صحابہ کو کسی چیز کی قدرت نہیں ہے۔ ہم نے انہیں اللہ کے فضل سے بہت اعمال پر قادر بنایا ہے۔

تفسیر کبیر میں اس نکتہ پر بحث کی گئی ہے۔ لا زائد نہیں ہے۔ بلکہ لا یقدرون کی ضمیر رسول اللہ ﷺ اور ان کے اصحاب کی طرف ہے اور تقدیر یہی ہے کہ اہل کتاب یہ نہ جانیں کہ نبی اور صحابہ کسی چیز پر اختیار نہیں رکھتے۔ یہ اللہ کے فضل سے قدرت رکھتے ہیں۔ جب اہل کتاب کو ان کا قادر ہونا یا نہ ہونا نہ جانا تو ان کا قادر ہونا جانا۔ اور جان لو یہی بہتر ہے۔ ہم مختصر یوں کہہ سکتے ہیں کہ قدرت الٰہیہ ازلی ابدی واجب اور موثر ہے۔ اور عبد کی قدرت ایسی نہیں۔ تو میں کہوں گا یہ اُمور کلیہ یا جزئیت کے ماسوا ہیں مگر یہ ہندی بوڑھا حضور نبی کریم ﷺ کے علوم کو عام انسانوں، بچوں، چوپاؤں کو نمونہ بنا کر پیش کرتا ہے۔ اس کے کلام کی دوسری شق اس کے کفریہ نظریہ کا مظہر ہے اب اس کا کفر خوب کُھل کر سامنے آ گیا ہے۔ وہ اقرار کرتا ہے کہ اس کے علم کے لیے تو فضیلتیں ہیں گدھے، بیل، کتے اور سور کے علم پر۔ اور پہلی شق میں اس نے خصوصیت کی نفی اور مماثلت کے علم کی بنا پر بعضیت میں شرکت رکھی۔ اس یقین کے باوجود نبی کریم ﷺ کے علوم کیلئے ان کے علم پر کن کن مثالوں سے مماثلت قائم کرتا رہا۔

کیونکہ تمام حیوانات کسی نہ کسی فعل وحرکت پر قدرت تو رکھتے ہیں اگرچہ ان کی قدرت پیدا کرنے والی نہیں ہے مگر بعض تو صادق آ گیا۔ اللہ تعالیٰ اس سے برتر ہے اور اپنی ذات کریمی میں قدرت رکھتا ہے ورنہ تحت قدرت ہوگا۔

تو کیا ابھی ممکن نہ ہوگا کہ خدا ہے یا نہیں۔ جو چیز قدرت سے موجود ہوئی وہ پیدا کرنے میں موجود ہوتی ہے۔ جو پیدا کرنے سے موجود ہوتا ہے وہ پہلے ناپید ہوتا ہے پھر یہاں بھی بعض کے لفظ کا اطلاق کریں گے۔ تمام اشیاء کا احاطہ تو یہاں بھی نہیں۔ تو برابری اور ساری برائیاں لازم آ گئیں؟

بادشاہ کا ایک ناشکر گزار گداگر

ہم اس نظریہ کے حامل کی حیثیت پر ایک واقعہ کی مثال پیش کرنا چاہتے ہیں۔

ایک بادشاہ تھا جو بڑا اجبار اور طاقت ور تھا۔ وہ دُنیا کے خزانوں اور قوتوں کا مالک تھا۔ ملک کے تمام خزانے اُسی کے زیر تصرف تھے۔ اُس کے کچھ وزیر تھے، کچھ نواب، کچھ سردار تھے۔ اُس نے ایک سردار کو ایک ضلع کا مختار بنا کر تمام خزانے اس کے حوالے کر دیئے تا کہ اُس کی رعایا کے محتاجوں میں تقسیم کرتا رہے۔ اس نے اپنے ساتھ دوسرے سردار بھی مقرر کر لیے تا کہ وہ بھی تقسیم کار ہو جائیں اور لوگوں تک خزانے کی تقسیم میں آسانی ہو۔ بادشاہ نے ان امراء اور سرداروں پر ایک وزیر نگران مقرر کر دیا جسے نائب اعظم کا منصب دیا گیا۔ اس نگران پر بادشاہ کے علاوہ کسی کا منصب نہیں تھا۔ بادشاہ نے اپنے تمام خزانے سپرد کر کے انہیں پورے پورے اختیارات دے دیئے اور اپنی ذات کے سوا تمام معاملات ان کے سپرد کر دیئے۔ نائب اعظم تمام نوابوں، سرداروں کو اپنے خزانے دے دیتا اور وہ درجہ بدرجہ اپنے ماتحتوں کو بانٹتے جاتے

۔اس طرح خزانوں کی یہ تقسیم ملک کے فقیروں اور محتاجوں تک جا پہنچی۔ تمام کو اپنا اپنا حصہ ملنے لگا۔ ان محتاجوں میں ایک بد بخت تند خو اور گندی ذہنیت والا شخص بھی تھا۔ وہ بادشاہ اور اس کے نوابوں سے جھگڑتا۔ وہ کسی کو خاطر میں نہ لاتا۔ نہ کسی کا احترام نہ کسی کی تعظیم کرتا۔ وہ باوجودیکہ نان شبینہ کا محتاج تھا مگر کسی کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔ وہ اپنی ہٹ دھرمی سے ایک روپیہ بھی حاصل نہ کر سکا۔ بس یہی کہتا کہ میں اور نائب اعظم دونوں مال و ملک میں برابر ہیں۔ اور کہتا اگر تمام مال و دولت کی مِلک کا مسئلہ ہے تو وہ خلیفہ کو بھی میسر نہیں۔ اگر بعض مِلک مراد ہے تو اس میں نائب اعظم کی کیا تخصیص ہے۔ میں بھی برابر کا مالک ہوں۔ اس ناشکرے بد بخت قلاش نے اختیار نہ تو خلیفہ اور نائب اعظم کا تسلیم کیا اور نہ منصب خلافت کو خاطر میں لایا۔ اس کے خیال میں معمور خزانے اور کھوٹے سکے اور وہ خزانے جو ابھی تک زمین میں مدفون تھے ایک جیسے تھے۔ وہ بادشاہ وقت کی طاقت اور قدرت کو بھی خاطر میں نہ لاتا اور اس کی عظمت اور جلالت کو بھی مساوی تقسیم کا مستحق خیال کرتا۔ آخر وہ بادشاہ کے جلال کی نظر ہوا۔ دُنیاوی خزانے سے حصہ پانے کی بجائے وہ جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا۔

اس مثال میں ہم اللہ تعالیٰ کی ذات کریم کو بادشاہ خیال کرتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خلیفہ اعظم ہیں۔ نواب، اُمراء، سردار، انبیاء اور اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں اور ہم فقیر اور محتاج ہیں۔ اس سے لینے والے اس کی عطا پر زندہ رہنے والے اور اس کی رحمتوں کے طلب گار، وہ ناشکرا اور ہٹ دھرم سرکش وہی راندہ درگاہ ہے۔ جو اپنے آپ کو اللہ کے خزانوں میں برابر کا شریک قرار دیتا ہے۔

نسئالُ اللّٰہ العفوَ والعافیۃ ولاحولَ ولاقوۃ الاّ باللّٰہ العلی العظیم ط

مسلمانو! اللہ تمہاری حمایت فرمائے۔ تم اس برخود غلط تنگ نگاہ کے پاس جاؤ جو بعض کے لفظ میں

چھوٹے بڑے کے فرق سے محروم ہو چکا ہے۔ وہ علم نبی کی فضیلت سے انکار کر چکا ہے۔ اسکی حقیقت ملاحظہ کرو اور اسے کہو! اے علم وحکمت میں سور اور کتے کے برابر انسان! تم دیکھو گے کہ وہ اس جملہ پر بپھر جائے گا اور غصہ میں بھڑک اُٹھے گا پھر اس سے دریافت کریں کیا تمہارا علم خدا کے علم کی طرح ہر چیز پر محیط ہے؟ اگر کہے ہاں تو کافر ہو گیا۔ اگر کہے نہیں! تو اسے کہیں پھر اس علم میں تمہاری خصوصیت کیا ہے؟ بعض علم تو ہر کتے اور سور کو بھی میسر ہے تمہیں عالم دین کس طرح کہا جا سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اُولٰئِکَ ھُمْ شَرُّ الْبَرِیَّۃِ ط (البینۃ ۶)

ترجمہ: ایسے لوگ سارے جہاں سے بدترین ہیں۔

اس وقت کم وبیش کے ایمان پر فرق لائے گا۔ چہ جائیکہ اصلی اور طفیلی اور بخشنے اور بھیک مانگنے کا فرق۔ اس لئے کہ کتے نے اس سے علم حاصل نہ کیا ہے اور نہ سور اس کا طفیلی بنا۔ بخلاف تمام دنیا کے علم والوں کے جنہیں علم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے ملا۔[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ لوگوں سے فرما دیجئے جو کچھ اُن کی طرف اتارا گیا ہے وہ کائنات کے لیے ہے۔ امام بوصیری نے قصیدہ بردہ شریف میں لکھا ہے:

[1] امام عبدالوہاب شعرانی کی "الیواقیت والجواہر فی عقائد الاکابر" کی بحث ۳۳ میں ہے۔ اگر تم نے ایسا کہا کہ: دنیا میں کوئی ایسا بشر ہے جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے کے بغیر علم پایا۔ تو شیخ نے جواب میں فرمایا "نہیں" کوئی ایسا نہیں جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے علم نہ ملا ہو۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت سے براہ راست نہ ہو مگر وہ انبیاء یا علماء جو آپ کی بعثت سے قبل یا بعد ہوئے آپ کے فیضان کی تقسیم میں مصروف ہیں میں کہوں گا۔ البشر اور فی الدنیا کا مفہوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے خزانوں کی تقسیم کے خلاف نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی نائب خدا اور علی الاطلاق ہر چیز کے بانٹنے پر مامور ہیں۔ ساری کائنات میں کوئی دنیا و آخرت کی نعمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت کے بغیر نہیں ملتی۔ ساری نعمتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے تقسیم ہوتی ہیں۔ مزید تفصیل وتشریح کے لیے ہماری کتاب "سلطنت مصطفی فی ملکوت کل الوری" میں ملاحظہ فرمائیں۔

وَكلهم من رسول الله ملتمس

ترجمہ: یارسول اللہ! تجھ سے مانگتا ہے ہر بڑا چھوٹا

قافلے نے سوئے طیبہ کمر آرائی کی مشکل آسان الٰہی مری تنہائی کی

لاج رکھ لی طمع عفو کے سودائی کی اے میں قربان مرے آقا بڑی آقائی کی

فرش تا عرش سب آئینہ ضمائر حاضر بس قسم کھایئے اُمی تری دانائی کی

شش جہت سمت مقابل شب و روز ایک ہی حال دھوم والنجم میں ہے، آپکی بینائی کی

پانسو سال کی راہ ایسی ہے جیسے دوگام آس ہم کو بھی لگی ہے تری شنوائی کی

چاند اشارے کا ہلا حکم کا باندھا سورج واہ کیا بات شہا تیری توانائی کی

تنگ ٹھہری ہے رضا جسکے لیے وسعت عرش
بس جگہ دل میں ہے اُس جلوۂ ہرجائی کی

نظرچہارم

وہابیہ کی غلط بیانیوں کا تعاقب

وہابیہ جب عاجز اور مایوس ہو جاتے ہیں تو اپنے بچاؤ کی تدابیر تلاش کرتے ہیں۔ حالانکہ بچاؤ کا وقت گزر چکا ہے۔ وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض علوم معجزانہ انداز میں عطا کیے ہیں۔ آپ صرف اتنا ہی جانتے تھے جتنا اس معجزہ میں عطا ہوا تھا اور بس۔ لہٰذا تم اسی پر عقیدہ رکھو۔ تاکہ اختلافات ختم ہو جائیں اور باہمی اتفاق حاصل ہو۔

وہ اپنی ایسی باتوں سے عام جاہلوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں اور حقیقت سے ناآشنا غافلوں کو شکار بنا لیتے ہیں۔ مگر جن لوگوں نے ان کی باتیں سُنیں اور اُن کے توہین آمیز کلمات سُنے وہ جانتے ہیں کہ تمام بہوؤں میں تو بُری بہووہ ہوتی ہے جو جھانکے اور دبک جائے حالانکہ دہلی کے وہابی نے برملا کہا تھا:

''محمد صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نہیں جانتے تھے۔ یہاں تک کہ انہیں اپنے خاتمے کا بھی علم نہ تھا۔'' (العیاذ باللہ)

پھر دہلی کے وہابیہ کے پیشوا نے اپنی کتاب 'تقویۃ الایمان' میں تو یہاں تک لکھ دیا تھا:

''جو کسی نبی کے لیے غیب کی بات جاننے کا دعویٰ کرے اگرچہ ایک درخت کے پتوں کی گنتی کے بارے میں ہی ہو۔ اس نے اللہ سے شرک کیا۔''

پھر کہا ''یوں مانے کہ وہ براہ راست جانتے ہیں یا خدا کے بتائے ہوئے علم سے

جانتے تھے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔''

ان کے بڑے گنگوہی نے اپنی 'براھین قاطعہ' میں لکھا تھا:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم دیوار کے پیچھے کا حال بھی نہ جانتے تھے۔'' اور پھر اس نے اس قول کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بنا کر پیش کر کے نہایت بے حیائی کا مظاہرہ کیا۔ اور اس قول کی نسبت حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کردی۔ حالانکہ حضرت شیخ محدث نے تو اسے اِشکال کے طور پر بیان فرماتے ہوئے لکھا تھا۔ ''نہ یہ حدیث ہے نہ یہ روایت صحیح ہے۔''

اور اپنی کتاب 'مدارج النبوت' میں اس کی تصریح فرمادی۔ وہابیہ کا یہ الزام اگر قرآن پاک کی آیات، احادیث نبویہ، آئمہ دین کے اقوال اور متقدمین کی کتابوں کے سامنے پرکھا جائے تو اسکی کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟ ساری دنیا اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اگلے پچھلے علوم سے واقف تھے۔ ماضی اور مستقبل کے واقعات سے باخبر تھے اور اللہ کی بتائی ہر چیز ان پر روشن تھی۔ اور ہر ذرہ ذرہ ان کے سامنے تھا۔

اب وہابیہ کا یہ کہنا کہ حضور محض اتنا ہی جانتے تھے جتنا وحی کے ذریعہ بتا دیا گیا۔ یہ بات درست ہے مگر ان کا انداز بیان درست نہیں۔ جب وہ کہتے ہیں کہ بعض مغیبات بعض اوقات حضور پر واضح کر دیئے گئے۔ ہم بھی یہ مانتے ہیں جمیع معلومات الٰہیہ کا احاطہ کر لینا مخلوق کے لئے ناممکن ہے۔ مگر ہم اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ فرمایا کہ عنقریب ہم آپ کو وہ کچھ سکھا دیں گے جو آپ کے علم میں نہیں تھا۔ یہ سکھانا واقعی بذریعہ قرآن پاک تھا۔ اور قرآن پاک یک وقت نازل نہیں ہوا بلکہ تئیس سالوں میں نازل ہوتا رہا۔ اس سے اوقات اور معلومات میں بعض ہونا درست ہے مگر اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وہابیہ اس انداز پر تعلیم خداوندی کو اندک، قلیل اور حقیر کہہ کر

حضور ﷺ کی توہین کے مرتکب ہوتے ہیں۔ یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اپنے جیسے کمینہ نفسوں پر قیاس کرتے ہیں۔ یہ عادت قدیم مشرکین میں بھی پائی جاتی تھی وہ اپنے رسولوں سے کہا کرتے تھے مَا اَنْتُم اِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا (یٰس:۱۵) ترجمہ: ''تم ہمارے جیسے ہی بشر ہو۔''

اس صورت حال کو نگاہ میں رکھا جائے تو وہابیہ مشرکین قدیم سے بھی بدتر نظریات رکھتے ہیں۔ مشرکین تو نبوت سے انکار ہی کر دیتے تھے۔ اور انبیاء کرام کو عام آدمی جانتے ہوئے کہا کرتے تھے ''تم ہمارے جیسے ہی بشر ہو''۔ اپنی علمی معلومات کی بڑائی کیوں کرتے ہو۔ مگر وہابیہ نبوت پر ایمان لانے کے بعد حضور ﷺ کو خاتم الانبیاء اور افضل الرسل تسلیم کر لینے کے باوجود رسولوں کو اپنے جیسا بشر کہہ کر پکارتے ہیں۔

ہم اس اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں جو مُقَلِّبُ القُلوب ہے۔ جو آنکھوں کو بصارت عطا فرماتا ہے۔ یہ نظریاتی بیماری اُنہیں یوں لگی کہ حضور ﷺ کے لئے ''عالمِ ما کان وما یکون'' ماننا ان کے لئے بہت بڑا مقام محسوس ہوتا ہے اور ان کی بودی عقلوں کے سامنے حضور ﷺ کا اس مقام پر فائز ہونا ناقابلِ فہم ہے۔ چہ جائیکہ وہ دوسرے انبیاء اور اولیاء کو عظمت کا مقام دیں ان کے ہاں تو اللہ تعالیٰ کی اُلوہیت اور بلندی کی پہچان بھی مشکل ہے۔ اس کے احکام اور قدرت کی وسعت سے بے خبر ہیں۔ پھر رسولوں کو اپنی عقل کے ترازو میں رکھا۔ جس مقام کا علم انکی عقل وفکر میں نہ آیا اس سے انکار کر دیا اور اسے جھٹلا دیا۔ جہاں تک ان کی عقل نے اجازت دی تسلیم کر لیا۔

ہم اہلسُنت گروہ حق ہیں۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ روزِ ازل سے جو کچھ گزرا اور روزِ آخر تک جو کُچھ آئے گا وہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ علوم نہیں بلکہ آپ کے علوم میں سے ایک ذرّہ ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی نص ہے:

عَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا ط (سورۃ النساء: ۱۱۳)

ترجمہ: جو کچھ آپ کو نہ آتا تھا اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتادیا اور یہ آپ پر اللہ کا عظیم فضل ہے۔

اب میری گذارش سُنیے

اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک ﷺ پر احسان فرماتے ہوئے اعلان کیا کہ جو کچھ آپ نہ جانتے تھے میں نے آپ کو بتادیا۔ اس احسان کے اظہار کے بعد فرمایا' یہ اللہ کا بڑا عظیم فضل تھا' ۔عالم ماکان و ما یکون' کا انعام بھی عام بات نہیں تھی۔ ماکان و ما یکون کا ایک ایک لفظ لوح محفوظ میں موجود تھا۔ حضور ﷺ کو لوح محفوظ کا علم عطا فرمایا۔ پھر ساری دُنیا کے علاوہ آخرت کا علم بھی دیا۔ قیامت برپا ہونے کے واقعات کا علم بھی عطا فرمایا۔ کائنات کی تمام چیزیں قرآن کی زبان میں ''متاع قلیل'' (النساء ۷۷) ہیں جسے اللہ تعالیٰ قلیل فرماتا ہے۔ انکا علم عطا فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیب ﷺ پر احسان جتانا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ بادشاہ قلیل انعامات پر احسان نہیں جتایا کرتے۔ ہاں کوئی غیر معمولی اور کثیر انعام ہو تو احسان کی بات ہوتی ہے۔ چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ کو قیامت اور آخرت کے علوم کثیر عطا فرمائے۔ حشر ونشر، حساب و کتاب اور ثواب و عتاب کے تمام درجات اور مراحل کا علم دیا گیا۔ لوگ جنت دوزخ میں اپنے اپنے مقامات پر پہنچیں گے۔ ان مقامات کے بعد کے علوم بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو عطا فرمادیئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے اللہ کو اس کی ذات وصفات سے پہچانا جس کا علم سوائے خدا کے اور کسی کے ذہن وفکر میں نہیں آسکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو یہ انعامات عطا فرمائے پھر اپنے احسان اور فضل عظیم کا اظہار فرمایا۔

لوح وقلم کا علم

اس سے یہ ثابت ہوا کہ لوح محفوظ کا سارا علم ہمارے نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بے پناہ علوم کے سمندروں کا ایک قطرہ ہے۔ اس مقام پر علامہ امام اجل بوصیری رحمۃ اللہ علیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں:

فَاِنَّ من جُودِکَ الدنیا و ضرتها ومِن علومک علم اللَّوح وَالقلمِ ط

ترجمہ: آپ کی بخشش کا دُنیا اوراس کے لوازمات تو ایک حصّہ ہیں۔ اور آپ کے علوم کے سامنے لوح وقلم ایک ذرّہ ہیں۔

حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے مِنْ کا لفظ استعمال کیا ہے جو بعض پر دلالت کرتا ہے۔ اب یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کو معدود اور محدود پیمانوں میں ناپنے والے علامہ بوصیری کے ایمان پر غیض وغضب کا اظہار کریں گے۔ غم وغصہ میں جل مریں گے۔

حضرت ملّا علی قاری علیہ رحمۃ الباری زُبدۃ شرح قصیدہ بُردہ میں اس شعر کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ علم لوح سے مطلب قدسی نقوش اور غیبی صورتیں ہیں جو اس پر ثبت ہیں اور علم قلم سے مراد یہ ہے اللہ تعالیٰ کی وہ امانتیں جو اُس نے اپنی مرضی سے محفوظ رکھیں ہیں۔ لوح وقلم کے علوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بے پناہ علوم کا ایک حصّہ یا ذرہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علموں کی بہت سی قسمیں ہیں۔ کلیات، جزئیات، حقائق و دقائق اور عوارف و معارف جنہیں ذاتِ الٰہیہ سے تعلّق ہے۔ لوح وقلم کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم مکتوبہ پر حاوی نہیں۔ ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کی ایک سطر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علموں کے سمندروں کی ایک نہر ہے۔ پھر یہ لوح وقلم کے علوم حضور کی برکات کا نتیجہ ہیں۔

ناظرین کرام! علامہ بوصیری اور حضرت مّلا علی قاری کی تشریح وتفصیل سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔ مگر حق کی روشنی سے روگرداں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے منکران پر یہ بات تسلیم کرنا کتنا گراں ہے اور کس قدر دشوار ہے!!

نظر پنجم

ناظرین کرام میری گزارشات سے مسئلہ کی حقیقت کو پا گئے ہوں گے اور وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہوں گے کہ حضور ﷺ کے علوم کے اظہار میں نہ تو اللہ تعالیٰ کے علوم سے برابری کا شبہ ہوتا ہے نہ شرک کا شک۔ ہم حضور ﷺ کے علوم کو اللہ تعالیٰ کی عطاء کے بغیر تسلیم نہیں کرتے۔ یہ خود بخود حاصل نہیں ہوئے۔ اللہ نے عطا کیے اور فضل عظیم فرمایا۔ ہم حضور ﷺ کے سارے علوم، اللہ کے علوم کا بعض ہی مانتے ہیں۔ مگر ہمارے بعض اور معاندین کے بعض میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ وہابیہ کا بعض عداوت و تحقیر کا بعض ہے اور ہمارا بعض عظمت و تمکین کا بعض ہے۔ اس بعض کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ اسی نے اس بعض کو اپنے حبیب ﷺ پر انعام فرمایا ہے۔

قرآن و حدیث اور اقوال صحابہ میں حضور ﷺ کے علوم

ہم نے ناظرین کی خدمت میں سابقہ گزارشات کے علاوہ قرآن و حدیث اور اقوال آئمہ سلف و خلف کے اقوال کو پیش کیا ہے اور مستند دلیلیں قائم کی ہیں۔ بزرگان امت کے اقوال کی روشنیوں نے ہمارے دل و دماغ کو منور کر دیا ہے اور حضور ﷺ کی ذات بلند صفات کا مشتاق بنا دیا ہے۔ میں نے وہ تمام باتیں بیان کر دی ہیں جسے عقل و دانش قبول کرے۔ اگر اس موضوع پر آپ علوم النبی کے ٹھاٹھیں مارتے سمندروں اور چمکتے ہوئے چاندوں کو دیکھنے کے خواہاں ہوں تو میری کتاب ''مالی الحبیب بعلوم الغیب'' ۱۳۱۸ھ اور اللؤلؤ المکنون فی علم البشیر ماکان و مایکون، ۱۳۱۸ھ کا مطالعہ کریں۔ پھر میری ایک اور کتاب انباء المصطفیٰ بحال سر واخفی ۱۳۱۸ھ کو زیر نگاہ رکھیں۔ مجھے یقین ہے آپ

کی دلی تمنا پوری ہو جائے گی اور ایمان تازہ ہو جائے گا۔

صحیح بخاری کی حدیث سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ قَامَ فِیْنَا النَّبِیُّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مقاماً فَا خبَرَنَا عَن بَدءِ الخلقِ حتی دَخَلَ اھلُ الجَنَّۃِ مَنَازِلَھُم واھل النارِ منازلھمط

ترجمہ: ایک بار حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھنے اٹھے تو آپ نے ہمیں ابتداء سے آخر تک ازل سے قیامت تک سب احوال کی خبر دی۔ یہاں تک کہ جنت والے جنت میں اور دوزخ والے دوزخ میں جائیں گے۔ ہمیں خبر دے دی۔''

صحیح مسلم کی حدیث میں عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح سے غروب آفتاب تک خطاب فرمایا۔ اس میں یہ لفظ خاص طور پر ہیں: ''جو کچھ دنیا میں قیامت تک ہونے والا ہے اس سب کی ہمیں خبر دے دی ہے ہم میں سے زیادہ علم اسے ملا جسے زیادہ یاد رہا۔''

بخاری شریف و صحیح مسلم شریف کی حدیث میں حضرت حُذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھنے کے لئے اُٹھے تو آپ نے وقتِ قیام سے قیامِ قیامت تک کے تمام حالات جو کُچھ ہونے والا ہے ہمیں بتا دیا حتیٰ کہ کُچھ بھی باقی نہ چھوڑا۔

ترمذی شریف کی حدیث میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فرائیتُہٗ عَزَّوجلَّ وَضَعَ کَفہ بین کَتفیَّ فَوَجَدتُ بَرد اَنامِلِہ بَین ثَدیِی فتجَلّٰی لِی کُلُّ شیءٍ وعَرفتُ.

ترجمہ: میں نے رب جلیل کو دیکھا۔ اس نے اپنا دست قدرت میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا۔ جسکی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی۔ مجھ پر تمام چیزیں روشن ہوگئیں اور میں نے سب کچھ پہچان لیا۔

زمین وآسمان کا علم

بخاری، ترمذی اور ابن خزیمہ پھر ان کے بعد آئمہ نے اس حدیث کی تصدیق کی ہے۔ پھر تصحیح فرماتے ہوئے تشریح بھی کی ہے۔ ترمذی کی حدیث میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے:

فعلمت ما فی السموت والارض وفی اخری فعلمت ما بین المشرق و المغرب

میں نے آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے سب کو جان لیا۔ ایک اور مقام پر فرمایا۔ میں نے مشرق ومغرب تک جو کچھ ہے معلوم کرلیا۔

مسند امام احمد، طبقات ابن سعد، معجم کبیر طبرانی کی حدیث صحیح سند سے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی زبان سے بیان کی گئی ہے۔ پھر ابویعلی اور ابن منیع اور طبرانی میں ابودرداء رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا گیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس حال میں چھوڑا کہ ہوا میں پر مارنے والا کوئی پرندہ نہ تھا جسکا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ فرمایا ہو۔

سورج گرہن کی حدیث صحیحین میں موجود ہے:

ما من شیء لم اکن اریتہ الا رأیتہ فی مقامی ھذا

یعنی جو چیز اب تک میرے دیکھنے میں نہ آئی تھی۔ میں نے اب اسے اپنے مقام میں دیکھا۔

حدیث پاک کے یہ الفاظ ہم اس سے پہلے بھی بیان کرآئے ہیں کہ بیشک اللہ تعالی نے میرے سامنے دنیا کو پیش کیا تو میں نے اسکی ہر چیز (جو کچھ قیامت تک آنے والی ہے) کو

ایسے دیکھا جیسے اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔[1]

اس حدیث پاک کے علاوہ بے شمار ایسی احادیث موجود ہیں اور وہ تواتر سے محدثین آئمہ، علماء اور فقہاء بیان کرتے چلے آئے تھے۔ قصیدہ بُردہ کا یہ شعر اہلِ ایمان کے لئے روشنی کا سرچشمہ ہے:

مِنْ عُلُومِکَ عِلْمِ اللوحِ وَالْقَلَم   ترجمہ: آپ کے علم کے سامنے لوح و قلم کا علم ایک ذرہ ہے۔

زمین و آسمانوں کے کلّی علوم

حضرت علامہ ملاّ علی قاری قُدِّس سِرُّہ الباری کی وضاحت اور شرح کے بعد ہم حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ان ارشادات کو ہدیہ ناظرین کرنا چاہتے ہیں جنہیں حضرت محدّث نے اپنی شرح مشکوٰۃ میں بیان کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ میں نے زمین اور آسمانوں کے درمیان جو کچھ ہے اسے معلوم کرلیا ہے۔

---

[1] امام قسطلانی نے ارشاد الساری شرح صحیح بخاری کے کتاب العلم میں لکھا ہے اس شے میں سے جس کی رویت عقلاً صحیح ہے جیسے رویت باری تعالیٰ اور اس کا تعلق عقلی ہے۔ یا دین کے کسی امر سے ہے۔ باستثنائے عورات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم و مشاہدہ میں آئی تھیں۔

اس مقام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں اس روایت کا ذکر کرنا بھی مناسب سمجھتے ہیں۔ جس میں آپ کو زمین و آسمان دکھائے گئے تو آپ کی نگاہ ایک ایسے شخص پر پڑی جو زنا کر رہا تھا۔ پھر ایک اور پر اور پھر تیسرے پر۔ اس روایت کو عبد بن الحمید و ابوالشیخ و بیہقی نے شعب میں عطا نے اور سعید بن منصور نے ابن ابی شیبہ نے اور ابن اعتدر نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان فرمائی کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے سات آدمیوں کو ایک فاحشہ عورت سے زنا کرتے دیکھا۔ علامہ قسطلانی نے اس روایت کو عبد بن حمید ابنِ ابی حاتم شہر بن حوشب سے باب کسوف نماز کسوف کے متعلق باب صلوۃ النساء والرجال میں بیان فرمایا ہے، کہ کوئی چیز اشیاء میں سے ایسی نہیں (جسے میں نے نہ دیکھا ہو) جسے میں نے اُن آنکھوں سے نہ دیکھا ہو۔ یہ لفظ عمومی اشیاء پر ہے اور کدورت سے صاف ہے۔

اس حقیقت کا ترجمان ہے کہ آپ تمام علوم کلی اور جزئی سے واقف تھے۔ اور آپ نے ان تمام علوم کا احاطہ فرمالیا تھا۔ جو ارض و سموات کے متعلق ہیں۔

علامہ خفاجی شفا شریف کی شرح نسیم الریاض میں اور علامہ زرقانی نے شرح المواہب اللدنیہ میں حضرت ابوذر اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہما کی روایت کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے۔ زمین و آسمان کے درمیان کوئی ایسا پرندہ نہیں جسکے احوال و تفصیلات کی حضور نے خبر نہ دی ہو۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین و آسمان کے ذرّے ذرّے کے بارے میں وضاحت فرمادی تھی اور کوئی مجمل اور مفصل بات باقی نہیں تھی جسے آپ نے بیان نہ فرمایا ہو۔

امام احمد قسطلانی فرماتے ہیں اس بات میں ذرہ بھر شبہ نہیں کیا جا سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے بھی زیادہ علم دیا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام اگلے پچھلے لوگوں کے حالات اور علوم افشاء فرمادیئے تھے۔ حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

وَسِعَ العٰلَمِیْنَ علماً وحکماً ترجمہ: محیط جملہ عالم علم مصطفائی ہے۔

امام ابن حجر مکی شرح افضل القریٰ میں لکھتے ہیں۔[1] کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضور کو سارے جہاں کا علم عطا فرمایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سابقہ اور آئندہ لوگوں کے تمام حالات معلوم

[1] آٹھ گھنٹے کی تصنیف کے دوران میرے پاس کوئی کتاب نہ تھی یہ جتنے حوالے ہیں زبانی طور پر تحریر میں لائے گئے ہیں۔ مجھے الا کے بعد کے لفظ میں تردد واقع ہوا۔ آیا وہ رایتہ ہے یا رأیتہ ہے۔ میں نے ایک کو ترجیح دیا اور ساتھ ہی لکھ دیا کما قال رسول اللہ۔ وطن واپس آیا۔ تو کتابوں کا مطالعہ کیا۔ صحیح مسلم میں پہلے لفظ سے پہلے لفظ قد کا اضافہ پایا۔ یعنی الا قد رأیتہ اسی طرح صحیح بخاری میں بھی متفرق الفاظ میں دیکھا۔

(احمد رضا خان)

کر لیے۔ نسیم الرّیاض میں مزید وضاحت کی گئی ہے کہ تمام مخلوقات آدم علیہ السلام سے قیام قیامت تک حضور کی نگاہ میں لائی گئی۔ تو آپ نے ایک ایک کو پہچان لیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے اسماء سکھائے گئے تو آپ تمام اسماء کے عالم ہوگئے تھے۔ امام قاضی کے بعد علامہ قاری پھر علامہ مناوی نے تیسیر شرح جامع صغیر میں لکھا ہے کہ جب پاک جانیں بدن سے جدا ہوتی ہیں تو عالمِ بالا میں پہنچ جاتی ہیں، ان کے سامنے کوئی پردہ نہیں رہتا، تمام حجابات ختم ہو جاتے ہیں، وہ تمام کائنات کے معاملات اور نظاروں کو ایسے جانتی اور دیکھتی ہیں جیسے سب کچھ اُن کے سامنے ہو رہا ہو۔

احوالِ امت پر نگاہ

امام ابن حاج مکی رحمۃ اللہ علیہ نے مدخل میں اور امام قسطلانی نے مواہب میں فرمایا کہ ہمارے علماء کرام کا عقیدہ ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات و وفات میں کوئی فرق نہیں۔ حضور اپنی امت کو اپنی نگاہ سے دیکھتے ہیں، ان کے تمام حالات سے باخبر ہوتے ہیں، ان کی نیتوں پر واقفیت ہوتے ہے، ان کے ارادوں دِلوں کی تمناؤں کو جانتے ہیں۔ یہ تمام چیزیں حضور پر ﷺ ایک ایک کر کے روز روشن کی طرح عیاں (ظاہر) ہیں۔ آپ کے مشاہدے سے ایک چیز بھی پوشیدہ نہیں رکھی گئی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا (الاحزاب: ۴۵) ترجمہ: اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبیؐ) ہم نے آپ کو حاضر و ناظر بنا کر بھیجا ہے۔

قاضی عیاض شفا شریف میں لکھتے ہیں کہ جب تم خالی گھر (مکان) میں داخل ہو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کیا کرو۔ علامہ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ اس کی شرح میں

لکھتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک تمام مسلمانوں کے گھروں میں موجود ہوتی ہے۔

اوّل وآخر ظاہر وباطن کا علم

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "مدارج النبوت" میں فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام سے لے کر صور اسرافیل تک جو کچھ دنیا میں ہوا یا ہونے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر واضح کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ اوّل سے آخر تک تمام احوال ظاہر کر دیئے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں یہاں تک وسعت دی گئی کہ اللہ تعالیٰ کے کام، احکام، صفات، اسماء، افعال و آثار کے علاوہ تمام علوم ظاہر و باطن اوّل و آخر آپ کے سامنے رکھے گئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کریمہ کے مصداق تھے:

وَفَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ط (یوسف: ۷۶) ترجمہ اور ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے۔

~~مندرجہ بالا آیہ کریمہ عام ہے~~۔ اس میں کسی خاص شخصیت کی تخصیص نہیں کی گئی۔ اگر یہ بات تمام ارباب علم کے لیے مانی جائے تو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو سب سے اعلیٰ و اولیٰ ہیں۔ اگر دنیائے ارضی پر نگاہ کی جائے تو اہل علم میں سے ہر ایک دوسرے سے ممتاز و اعلیٰ ہے۔ مگر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بلند اور اعلم تو صرف اللہ کی ذات کریم ہے اور ذی علم کے لفظ کا اطلاق اللہ کی ذات پر نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ تنکیر بعضیت پر دلالت کرتی ہے۔ تو تخصیص کی کوئی حاجت نہیں رہتی۔

شاہ ولی اللہ دہلوی اپنی کتاب "فیوض الحرمین" میں لکھتے ہیں۔ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کی حاضری کے دوران یہ فیضان ہوا کہ انسان ایک مقام سے مقام قدس تک کس طرح ترقی پاتا ہے اور اس مقام قدس پر ہر چیز اس پر روشن ہو جاتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ معراج میں مقام قدس کی تمام بلندیاں اور وسعتیں بدرجہ اعلیٰ واتم پائی جاتی ہیں۔

ہم مندرجہ بالا سطروں میں حضور ﷺ کے علم کے مختلف مقامات کو پیش کر آئے ہیں۔ اللہ کے کلام کا فیصلہ، اس بلند و بالا عدالت کا فیصلہ، اور قرآن نازل کرنے والے کا فیصلہ، اس روشن بیان والے کا فیصلہ برحق ہے۔ قرآن بناوٹی یا مصنوعی بات نہیں کہتا۔ وہ سابقہ کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔ ہر ایک چیز کی تفصیل بیان کرتا ہے۔ اس میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ قرآن عظیم گواہ ہے اور اس کی گواہی سب سے بھاری ہے وہ ہر چیز کا تبیان ہے۔ تبیان وہ روشن اور واضح بیان ہوتا ہے جس میں کوئی چیز پوشیدہ نہ رہے۔ زیادتِ لفظ زیادتِ معنی پر دلیل ہوتی ہے۔ بیان کے لئے ایک تو بیان کرنے والا چاہیے۔ وہ خود اللہ تعالیٰ ہے۔ دوسرا وہ جو جس کے بارے میں بیان کیا جائے۔ اور وہ ہیں جن پر قرآن پاک اُتارا گیا ہمارے آقا و مولا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اہلسنت کے نزدیک ہر موجود چیز کو شئے کہا جاتا ہے۔ اس میں جملہ موجودات شامل ہیں۔ فرش سے عرش تک، شرق سے غرب تک، ذاتیں، حالتیں، حرکات و سکنات، پلک کی جنبش، نگاہوں کی رسائی اور نارسائی، دلوں کے احوال و خطرات، ارادے غرضیکہ ہر چیز جو کچھ ہو چکا اور ہونے والا ہے لوح محفوظ میں تحریر شدہ تمام خزانے تمام کی تمام چیزیں قرآن پاک کے صفحات میں موجود ہیں۔ قرآن ان چیزوں کو روشن اور مفصل ذکر کرتا ہے۔ لوح کی تمام تحریریں قرآن نازل کرنے والا جانتا ہے۔

كُلُّ صَغِيرٍ وَ كَبِيرٍ مُسْتَطَر (القمر ۵۳/۵۴) اور وَ كُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنٰهُ فِي إِمَامٍ مُبِين (یس ۱۲)

اور وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمٰتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ (الانعام ۵۹)

ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔ ہر چیز ہم نے گن رکھی ہے ایک بتانے والی کتاب میں۔ زمین کے گہرے اندھیروں میں ہر دانہ اور ہر تر و خشک چیز ایک روشن کتاب میں بیان کر

دیے گئے ہیں۔

یہ ساری چیزیں قرآن کی صورت میں حضور سرورکائنات پر نازل ہوئی ہیں۔

مقامات علوم مصطفیٰ ﷺ

آیات بالا کے علاوہ احادیث کے خزانے حضور ﷺ کے علوم سے بھرے پڑے ہیں۔ روز ازل سے آخر تک جو کچھ ہوگا۔ سب لوح محفوظ میں درج ہے۔ ابد تک کے تمام حال اس میں موجود ہیں۔ بیضاوی شریف میں ہے کہ ازل و ابد کا معاملہ متناہی ہے کیونکہ غیر متناہی چیزیں اور انکی تفصیل ازل و ابد کے پیمانے میں نہیں سماسکتیں۔[1]

اہل نظر و ایمان پر یہ چیز پوشیدہ نہیں کہ مَا کَانَ وَمَا یکُون اسی کو کہتے ہیں۔ علم اصول میں یہ بات واضح کردی گئی ہے کہ نکرہ مقام نفی میں عام ہوتا ہے تو جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں کوئی چیز چھوڑ دی ہو۔ کل کا لفظ تو عموم پر ہر نص سے زیادہ نص ہے۔ تو روا نہیں

[1] اس موضوع کی تفصیل نظر اول میں زیادہ وضاحت سے گذر چکی ہے۔ عرش و فرش دو حدیں ہیں۔ پہلے دن سے آخری دن دو حدیں ہیں۔ یہ تمام زمان و مکان میں گھری ہوئی ہیں۔ یہ تمام متناہی چیزیں ہیں۔ اگرچہ بعض حضرات کو تعجب ہوتا ہے کہ لوح و قلم، عرش و فرش، ازل و ابد کیسے محیط ہو سکتے ہیں۔ مگر جن لوگوں پر اللہ کے غیر متناہی علوم کا تصور واضح ہو چکا ہے انہیں کوئی تردد نہیں۔ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کے بے حد و حساب سمندروں کے علوم سے ایک کتاب ہے۔ ایک قطرہ ہے اس کے غیر متناہی خزانوں سے باعتبار الفاظ متناہی خزانہ ہے۔ بعض لوگ اس مقام پر آکر رک جاتے ہیں۔ انکی عقلیں جواب دے جاتی ہیں۔ اس میں غیوب خمسہ کا بیان ہے۔ اس میں لوح محفوظ کی تحریر کا بیان ہے۔ اس میں ماکان و ما یکون کا بیان ہے۔ یہ ساری متناہی چیزیں ہیں اور حضور ﷺ کے علوم کا ایک حصہ ہیں۔ قرآن نزول کے اعتبار سے متناہی ہے۔ آیات ایک متناہی امر کی دلالت کرتی ہیں۔ اس نکتہ کو اس وقت تک ذہن نہیں سمجھ پاتا جب تک لامتناہی علوم کے متعلق واقفیت حاصل نہ ہو اور حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام بیان نہیں ہے مگر بعض لوگ اپنی کم فہمی سے حضور کے علوم متناہیہ کو غیر متناہی سمجھ کر اعتراف حقیقت سے رک جاتے ہیں۔

(احمد رضا خاں)

کہ بیان روشن اور تفصیل سے کوئی چیز رہ گئی ہو۔

قطعیت کلامی اور قطعیت اصولی

اُصولِ فقہ میں قطعیت کلامی اور قطعیت اُصولی میں فرق بتایا گیا ہے، قطعیت عام اِجتہادی ہے۔ تو قطعیت کلامی کے سامنے وہ کچھ حیثیت نہیں رکھتی کسی حنفی کا اِستدلال عموم قرآنی سے اور اِس کے مذہب میں اس محکم کا قطعی ہونا نہ مرادالہی پر جزماً کوئی حکم لگاتا ہے۔ نہ دائرۂ تاویل سے خروج کرتا ہے۔ یہ بات ثابت ہوگئی کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام مَا کان و ما یکون کو جانتے ہیں اور جب یہ بات طے شدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم قرآن کریم سے مستفاد ہے اور ہر ایک بیان روشن اور مفصل ہے۔ یہ کتاب خداوندی کی صفت ہے کہ اس میں ہر ایک چیز موجود ہے۔ ہر سورت، ہر آیت اور ہر پارہ بیک وقت نہیں اُترا تھا۔ بلکہ قرآن پاک کا نزول پورے تیئس سال میں ہُوا تھا۔ جوں جوں کوئی آیہ کریمہ اُترتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم میں اِضافہ ہوتا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ جب قرآن پاک مکمّل ہو گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کی تکمیل ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پر اپنی نعمت تمام کردی۔ قرآن پاک کے نزول سے پہلے سابقہ اَنبیاء کا ذِکر مجمل رہا اور مفصل بیان نہ کیا گیا۔ پھر اِن اُولو العزم انبیاء کے واقعات سامنے آنے لگے۔ اگرچہ منافقین حضور کے علم کے بارے میں خفیہ بدزبانی کرتے تھے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی معاملہ میں توقف فرماتے یا تردّد فرماتے تو منافقین بغلیں جھانکتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو (معاذ اللہ) بے خبر ہیں۔ حتیٰ کہ وحی آتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں اضافہ ہوتا۔ یہ بات نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں نقص کی دلیل ہے نہ قرآن پاک کی آیات کے خلاف ہے۔

حضور ﷺ کے نقائص علمیہ میں آج کے وہابیین جتنی دلیلیں پیش کرتے ہیں اور کسی واقعہ یا قصہ میں حضور ﷺ کا خاموشی اختیار کرنا یا تأمل کرنا حضور ﷺ کی بے علمی پر قیاس کرتے جاتے ہیں۔ یہ ان کی احمقانہ اور جاہلانہ عادت ہے حالانکہ ایسے تمام واقعات کو حضور ﷺ کی عدم واقفیت پر قیاس کرنا جہالت کی علامت ہے۔

ہم اللہ کی حمد کرتے ہیں۔ وہابیہ حضور ﷺ کے علم کے نقائص بیان کرتے وقت جو دلیلیں لاتے ہیں وہ بے وزن اور بیکار ہیں۔ بفرضِ محال اگر کوئی ایسا واقعہ درپیش ہوا جہاں نزول وحی کے بعد بھی حضور ﷺ نے کسی واقعہ پر خاموشی اختیار کی ہو تو پھر بھی حضور ﷺ کے نقصِ علم پر قطعی دلیل نہیں[1] اگر میں یہاں کتب اُصول سے آئمہ کرام کے دلائل کو پیش کروں تو اس کا شمار ہی نہیں رہتا۔ آج ہندوستان میں وہابیہ کے پیشوا رشید احمد گنگوہی اپنی کتاب "براہین قاطعہ" جسے وہ اپنے شاگرد خلیل احمد انبیٹھوی سے منسوب کرتا ہے۔ اس نے خود تسلیم کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم غیبیہ سے نوازا ہے۔ مگر اس تسلیم شدہ حقیقت کو بھی دبے دبے لفظوں میں اعتراف کے طور پر لکھا ہے۔

---

[1] وہابیہ کی جہالت کی دلیلوں میں سے ایک یہ بھی ہے۔ جو حدیث شفاعت سے پیش کرتے ہیں۔ "تو میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور اپنے رب کی حمد وثنا بیان کروں گا۔ وہ مجھے تعلیم فرمائے گا۔" اس میں بے علمی کی کونسی دلیل ہے یہاں تو ہمارے آقا و مولا کی علمی فضیلت میں مزید اضافہ ہوتا دکھائی دیتا ہے کہ قیامت کے دن بھی حضور ﷺ پر صفات الٰہیہ کا ظہور ہوگا اور آپ پر وہ اسرار منکشف ہوں گے جو آپ کی ظاہری زندگی میں نہیں ہوئے تھے۔ یہ بھلا کونسی وجہ نزاع ہے۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حضور ﷺ کا علم ذات وصفات الٰہیہ کا محیط نہیں۔ متناہی کا لامتناہی کو محیط ہونا محال ہے۔ حضور ﷺ کے علوم جدیدہ ابدالاباد تک ذات وصفات الٰہیہ کے متعلق بڑھتے رہیں گے اور نہ انتہا تک بھی نہ پہنچ سکیں گے اور کبھی محیط نہ ہوں گے جو علوم حاصل ہو جائیں وہ متناہی ہیں۔ باقی لامتناہی ہیں۔ اس میں نہ ہمارے دعویٰ کے خلاف کوئی چیز ہے اور نہ حضور ﷺ کے علوم میں نقص کی کوئی علامت۔ (احمد رضا خاں)

''عقائد کے مسائل قیاسی نہیں ہوتے جو قیاس سے ثابت ہو جائیں بلکہ قطعی ہوتے ہیں اور قطعیات نصوص سے ثابت ہوتے ہیں۔ یہاں نصوص ہیں۔ لہٰذا اسکا اثبات اس وقت قابل التفات ہوگا۔ جب مؤلف قطعیات سے اس کو ثابت کرے گا اور اعتقادیات میں قطعیات کا اعتبار ہوتا ہے۔ نہ ظنّیاتِ صحاح کا۔ احادِ صحاح بھی معتبر نہیں چنانچہ فن اصول میں مبرہن ہے۔''

اس عبارت پر وہابیہ کا حال کھُل کر سامنے آ گیا ہے اور حق واضح ہو گیا ہے ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ گنگوہ کے وہابی دیوبندی دہلی اور دیوبند کے وہابیہ اور دوسرے بے ادب نا مہذب گنوار سب کے سب مل کر ایک نص ایسی لے آئیں جس کی دلالت قطعی ہو اور اِفادہ یقینی ہو۔ اور ثبوت جزمی جیسے قرآن پاک کی آیت یا متواتر حدیث جو یقینی قطعی حُکم کرتی ہے کہ تمامی نزول کے بعد بھی کوئی واقعہ حضور ﷺ کی ذات بابرکات پر مخفی رہا ہو۔ یا حضور ﷺ کو معلوم ہی نہ ہوا ہو یہ علیحدہ بات ہے حضور ﷺ کو معلوم تو تھا مگر آپ نے بیان نہ فرمایا ہو۔ کیونکہ حضور ﷺ کے پاس ایسے ہزاروں لاکھوں علم ہیں جو حضور ﷺ کو معلوم تھے مگر ان کے اظہار کا حُکم نہ تھا۔ ہوسکتا ہے کہ بعض علوم ذہن سے اُتر گئے ہوں۔ مگر آپ کی توجہ مبارکہ کسی اہم اور اعظم امر پر مبذول ہو۔ ذہن سے اُترنا علم کی نفی نہیں ہے بلکہ اہم علوم کی طرف متوجہ ہونے کی دلیل ہے۔

ہم وہابیہ ہند سے کہتے ہیں کہ ایسی کوئی برہان کوئی دلیل لاؤ جو حضور ﷺ کے علم کی نفی کرتی ہو۔ اگر تم سچے ہو تو آگے آؤ۔ اگر اب تک ایسی برہان نہیں لا سکے تو ہم کہہ دیتے ہیں کہ تم کبھی نہیں لا سکو گے۔ تو جان لو اللہ دغا بازوں کو کبھی اجازت نہیں دیتا کہ وہ مکر کرتے جائیں اور لوگوں کو گمراہ کرتے پھریں۔

یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ گنگوہی مذکور حضور ﷺ کے علم کی فضیلت کو عقائد سے قرار دیتا ہے تاکہ بخاری اور مسلم کی احادیث کو رد کر سکے جب علم نبی کی نفی پر آیا تو اسے فضائل میں تصور کر لیا گیا۔ جس میں ضعیف حدیثیں بھی منظور و قبول ہوتی ہیں۔ پھر ساقط روایات سے سند پیش کرتا گیا۔ جس کی نسبت آئمہ نے صراحت فرمائی تھی کہ یہ بے اصل ہے۔ یعنی مجھے تو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔"

ہم مسلمانوں کی غیرت ایمانی سے فریاد کرتے ہیں اور بتا دینا چاہتے ہیں۔ کہ ان لوگوں کے دلوں میں حضور ﷺ کے بارے میں سخت شبہات ہیں۔ وہ حضور کے علوم کو تسلیم کرتے ہیں مگر فضائل کی احادیث سے قطعیات اور نص سے نہیں۔ وہ صحیحین کی مستند اور قطعی احادیث نہیں مانتے اور ان کے رد میں ہر ساقط باطل اور جھوٹ کو بھی آگے لاتے ہیں۔ کیا یہ لوگ اسلام کا دعویٰ کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں! ہرگز نہیں!

براہین قاطعہ اور تقدیس الوکیل

آپ کو یاد ہوگا کہ "براہین قاطعہ" جو خلیل احمد انبیٹھوی کی طرف منسوب ہے۔ جو اِس سال حج کرنے آیا ہے اور ابھی تک مکہ مکرمہ میں موجود ہے۔ اس کتاب پر اس کے استاد رشید احمد گنگوہی نے تصدیقی اور تائیدی تقریظ لکھی ہے اور اس کے حرف حرف کو صحیح قرار دیا ہے۔ ہمارے علمائے حجاز (مکہ و مدینہ) نے اس کتاب کو مسترد کر دیا ہے اور اس کے رد لکھے ہیں۔ حضرت مولانا جمل محمد صالح ابن مرحوم صدیق کمال حنفی نے (جو اس وقت احناف کے جید مفتی ہیں) مولانا غلام دستگیر قصوری کی کتاب "تقدیس الوکیل عن توھین الرشید والخلیل" پر زبردست تقریظ لکھ کر ان دونوں کو گمراہ اور گمراہ گر ثابت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: "براہین

قاطعہ'' کا مصنف اور اس کے تمام مؤید اور مصدّق بالیقین زندیق اور گمراہ ہیں۔ ہمارے سردار شیخ العلماء مکہ مفتی شافعیہ مولانا جمل محمد سعید بالصیل نے فرمایا: براہین قاطعہ کا مصنف اور اس کے جتنے مؤید ہیں وہ شیطانوں کے مشابہ ہیں۔ وہ بے دین ہیں اور گمراہ ہیں۔ اس وقت کے مفتی مالکیہ جناب فاضل محمد عابد ابن مرحوم شیخ حسین نے براہین قاطعہ کے رد کرنے والوں کی تعریف کی۔ اور اس کے مؤلف کو وقت کا فتنہ قرار دیا ہے۔ مفتی حنابلہ مولانا خلف بن ابراہیم نے فرمایا کہ مؤلف براہین قاطعہ اور اس کے مؤیدین کا رد کرنے والے نیکی پر ہیں۔ مدینہ منورہ کے مفتی حنفیہ مولانا اجل عثمان بن عبدالسلام واغستانی نے فرمایا کہ براہین قاطعہ والے کا زبردست رَد میں نے پڑھا ہے۔ براہین کی عبارت شکوک کا ایک چٹیل میدان ہے۔ وہ پانی کا سراب دکھانے والی کتاب ہے اور اپنی بھونڈی باتوں کو جوڑ کر بے عقلوں کو دھوکا دیتی ہے۔ مجھے اپنی جان کی قسم! براہین قاطعہ کا مصنف ایک دھوکہ باز مصنف ہے اور گمراہیوں کے کانٹوں میں پھنسا ہوا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسوائی کا مستحق ہے۔ سید جلیل محمد علی ابن سید وطاہر وتری حنفی مدنی نے فرمایا: براہین قاطعہ کا رد کرنے والے مؤلف کی گمراہیوں اور بددیانتوں کو واشگاف الفاظ میں آشکار کیا ہے۔ یہ کتاب اگرچہ خلیل احمد سے منسوب ہے مگر یہ رشید احمد گنگوہی کی تصنیف ہے ان دونوں نے اس میں اللہ تعالیٰ کے کذب کی کیفیت قائم کی ہے اور حضور ﷺ کا علم ابلیس لعین کے علم سے کم بیان کیا ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ کی مجلس میلاد کو ذکر ولادت کے قیام کو کنہیا کے جنم دن کی رسومات سے تشبیہ دیتا ہے۔ کنہیا ہندوستان کے مشرک ہندوؤں کا دیوتا ہے۔ اس کی پیدائش کا دن آتا ہے تو ایک عورت کو پورے دنوں کی حاملہ بنا کر لایا جاتا ہے۔ وہ اس حالت کی نقل کرتی ہے۔ جیسے کوئی عورت بچہ جن رہی ہو۔ وہ خوب کراہتی ہے۔ کروٹیں بدلتی ہے۔ پھر اس کے نیچے سے بچے کی ایک مورت نکالی جاتی

ہے ہندو ناچتے کودتے تالیاں پیٹتے باجے بجاتے جاتے ہیں۔ اور اس کے سوا اور بھی کئی گندے کھیل کھیلتے ہیں۔ اس گستاخ مولوی نے حضور ﷺ کے یوم ولادت کی تمام تقریبات کو "کنہیا کے جنم" سے تشبیہ دی ہے۔ بلکہ مجلس میلاد کو ان مشرکوں سے بھی بڑھ کر بیان کیا ہے۔ وہ کہتا ہے: "ہندو تو ایک تاریخ مقرر کر لیتے ہیں مگر یہ مسلمان میلاد کا دن منانے کے لیے کسی تاریخ کے پابند نہیں ہیں۔ جب چاہتے ہیں یہ خرافات کرتے چلے جاتے ہیں۔"

حقیقت یہ ہے کہ علماء حرمین شریفین کے سامنے علماء اہلسنت نے اعلان کیا کہ وہ مجلس میلاد النبی منعقد کرتے ہیں اور حضور ﷺ کے ذکر خیر کو مجالس میں بیان کرتے ہیں مگر اس رشید احمد گنگوہی نے پھر بھی ان کی ہجو لکھی اور تنقیص لکھنا شروع کر دی۔ وہ اپنے دیوبند کے رہنے والے مولویوں کو تمام علماء اہلسنت سے بلند و بالا تصور کرتا ہے۔

علمائے دیوبند

وہ علمائے دیوبند کا حال لکھتے ہوئے بیان کرتا ہے کہ علمائے دیوبند شرع کے مطابق لباس پہنتے ہیں۔ نماز باجماعت ادا کرتے ہیں۔ امر بالمعروف پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ فتویٰ نویسی میں غریب امیر کی تمیز نہیں کرتے اور ہمیشہ حق کو سامنے رکھ کر جواب دیتے ہیں اگر کوئی ان کی غلطی پر آگاہ کرے تو وہ اسے معذرت کے ساتھ درست کر لیتے ہیں۔ جو شخص چاہے علمائے دیوبند کا امتحان لے سکتا ہے۔

علمائے مکہ مکرمہ دیوبندیوں کی نظر میں

مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتا ہے کہ مکہ مکرمہ کے علماء کا یہ حال ہے کہ وہ عقل وعلم سے عاری ہیں۔ یہاں کے اکثر علماء خلاف شرع لباس پہنتے ہیں۔ اسبال، آستین زیر دامن کا پہننا

اور قمیض سب خلاف شرع ہیں۔ ان کی داڑھیاں قبضہ سے کم ہیں۔ نماز میں بے احتیاطی کرتے ہیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا خیال نہیں کرتے۔ غیر مشروع انگوٹھیاں اور چھلے پہنتے ہیں۔ فتویٰ نویسی میں جو چاہو لکھوالو۔ بشرطیکہ انہیں کچھ دے دو۔

ان کی غلطیوں اور نفرتوں پر آگاہ کیا جائے تو وہ کھانے کو پڑتے ہیں۔ بلکہ مارنے کو دوڑتے ہیں۔ شیخ العلماء (مولانا سید احمد زینی دحلان) نے ہمارے شیخ الہند مولانا رحمت اللہ کیرانوی سے جو معاملہ کیا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اور انہوں نے ایک بغدادی رافضی سے کچھ روپیہ لے کر ابو طالب کو مومن لکھ دیا تھا جو صحاح احادیث کی روایات کے خلاف ہے۔

الغرض علمائے دیوبند علمائے مکہ پر اس قسم کی بے سروپا باتیں منسوب کرتے ہیں۔ پھر ایسے ایسے واقعات بنا لیتے ہیں جنہیں لکھتے بھی ندامت محسوس ہوتی ہے۔

ایک جگہ دیوبندی علماء نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۰ پر یہاں تک لکھ دیا کہ مکہ کے ان علماء کے مناسد بیان کروں تو لوگ حیران رہ جائیں۔ مکے کا ایک نابینا جو مکہ کی ایک مسجد میں عصر کی نماز کے بعد وعظ کیا کرتا تھا مجھے ملا میں نے اس سے مجلس میلاد کا دریافت کیا تو کہنے لگا "بدعت ہے حرام ہے"۔ میں نے اس اندھے واعظ کو بڑا پسند کیا۔ کیونکہ اس نے مجلس میلاد کو حرام قرار دیا۔"

یہ ہیں ان دیوبندی علماء کے خیالات جو علمائے مکہ کے بارے میں اظہار کرتے رہتے ہیں۔ ان بدبختوں کو ہدایت بھی اندھوں سے ملتی ہے۔

نظر ششم

پانچ چیزوں کا علم

بعض ایسے علماء بھی پیدا ہو گئے ہیں جنہیں نصوص کے عمومی اور خصوصی حصوں میں بھی تمیز نہیں ہے۔ وہ یوں کہنے لگے ہیں کہ تم لوگ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو روزِ اول سے آخر تک کے تمام ماکان وَ مایکون کا علم مانتے ہو۔ تو ان میں تو وہ پانچ چیزیں بھی ہیں جنہیں اللہ کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔ پھر اللہ سے مخصوص علم کو نبی کے لیے ماننا کہاں تک درست ہے؟

ایسے لوگ کتنے جلدی بھول جاتے ہیں۔ ہم سابقہ صفحات میں لکھ آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی یہ خصوصیت ہے کہ اسے علم ذاتی ہے اور وہ علم جمیع معلومات الٰہیہ پر محیط ہے۔ البتہ مطلق علم عطائی اللہ تعالیٰ کی عطا اور ارشاد سے اس کے بندوں کو میسر ہے۔ ماکان وَ مایکون کا علم ہم یونہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت نہیں دیتے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق ہے پھر حضور کی احادیث سے ثابت ہے۔ آئمہ کرام نے ثابت کیا قرآن پاک کی آیات، احادیث کی مستند روایات، صحابہ کرام کے اقوال، علماء کی تحریریں تمام کی تمام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم ماکان وَ مایکونُ پر شاہد عدل ہیں۔ دیو بندی علماء ان تمام دلائل کے مقابلہ میں کیا پیش کریں گے؟ انہیں کیا ہو گیا ہے؟ کن خیالات اور عقائد پر ڈٹے ہوئے ہیں؟ کیا اللہ تعالیٰ کی آیات ایک دوسری آیت کا رد کر دیتی ہے؟ تم لوگ قرآن پڑھتے ہو۔ عقل سے کام لو، ہوش کے کان لو، ہم پہلے بھی گزارش کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی نفی کی جو ٹل نہیں سکتی۔ اس طرح ثابت فرما دیا جس کے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔

دونوں آیات میں واضح تطبیق ہے۔ ان تطبیق کی وجہ جو تم خود جانتے ہو۔ گویا تمہارے

کان ہیں مگر سننے سے محروم ہیں۔آنکھیں ہیں مگر دیکھ نہیں سکتیں۔

اگر یہ مان لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف پانچ چیزوں کے علم کو اپنے لیے مخصوص کر لیا ہے مگر غیر اللہ کو ایسا علم دینے سے منع فرما دیا حالانکہ اللہ تعالیٰ تو مختلف علوم غیبیہ اپنے بندوں کو عطا کرتا رہتا ہے۔اور اس عطاء میں کوئی غلط بات نہیں۔

اس بات کو جاننے کے لیے جلدی کی ضرورت نہیں۔ذرا تامل اور تفکر سے کام کو لے کر اس مسئلہ کو ذہن نشین کرنا چاہیے۔جلدی میں لغزش کا احتمال ہوتا ہے اور مناظرانہ بات سے معاملہ بگڑ جاتا ہے۔آپ لوگوں نے یہ بات کس طرح فرض کر لی ہے کہ ان پانچ علموں کے بیان کرنے میں کوئی خصوصیت ہے آیۃ کریمہ تو ان الفاظ میں ہے:

ان اللّٰہ عندہ علم الساعۃ و ینزل الغیث و یعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غدا وما تدری نفس بای أرض تموت. ان اللّٰہ علیم خبیر. (سورۃ لقمان: ۳۴)

ترجمہ: بے شک اللہ کے پاس قیامت کا علم ہے وہ پانی برساتا ہے اور مادہ کے پیٹ میں جو کچھ ہے اسے جانتا ہے۔کسی کو اس بات کا علم نہیں کہ کل کیا ہوگا۔اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس زمین پر مرے گا بے شک اللہ تعالیٰ ہی جاننے والا ہے۔

ان پانچ چیزوں کے بیان سے یہ کس طرح ثابت ہوا کہ یہ پانچ چیزیں اللہ کے ساتھ خاص ہیں اور ان میں کون سی خصوصیت پائی جاتی ہے اگر غور کیا جائے تو ان پانچوں میں بعض تو ایسی ہیں جن میں کوئی خصوصیت نہیں۔مثلاً اللہ تعالیٰ مینہ برساتا ہے پانی اتارتا ہے یا پیٹ کے اندر کی چیز کو جانتا ہے۔ہم نہیں مانتے کہ صرف مقام حمد میں ذکر کرنا مطلقاً اختصاص کا موجب ہے۔اللہ تعالیٰ نے سمیع اور بصیر سے اپنی ذات کی صفت بیان کی ہے اور اسی صفت

سے اپنے بندوں کو بھی وافر حصہ دیا ہے۔ اور فرمایا:

جَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعاً وَاَبْصَارً وَّ اَفْئِدَةً ترجمہ: اور ہم نے ان کیلئے کان، آنکھیں اور دل بنایا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ میرا رب بھٹکتا نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انبیاء کرام بھی نہیں بھٹکتے۔ قال یا قوم لیس بی ضلالة ولکنی رسول من رب العلمین ۵(الاعراف: ٦١)۔ ترجمہ: آپ نے فرمایا میری قوم! مجھ میں گمراہی نہیں لیکن (یہ حقیقت ہے کہ) میں تمام جہانوں کے رب کی طرف سے رسول مبعوث ہوا ہوں۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان اللّٰہ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ (النساء: ۴۰)۔ اللہ تعالیٰ ذرہ بھر بھی ظلم نہیں کرتا۔ انبیاء کرام بھی ظلم سے مبرا ہیں۔ قال لَا یَنَالُ عَهْدِی الظلمین (البقرہ: ۱۲۴)۔ اللہ نے فرمایا میرا عہد ظالموں تک نہیں پہنچتا۔

ہم مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بہت سی چیزیں اسی کی ذات سے مختص ہیں مگر ان پانچ چیزوں میں اللہ تعالیٰ نے کیا اختصاص بیان فرمایا ہے؟

پانچ چیزوں سے اختصاص کی حکمت

ہم سابقہ صفحات میں پانچ مغیبات پر گفتگو کر چکے ہیں مگر اب ہم ان مغیبات کے پس منظر اور اس حکمت کی روشنی میں اظہار خیال کریں گے جو ان علوم کے مختص ہونے کا باعث بنی۔ قرآن پاک میں پانچ کی گنتی یا تعداد بیان نہیں کی گئی اور پانچ کا لفظ بیان نہیں فرمایا گیا۔ ہاں مفہوم ادب کے پیش نظر ان چیزوں کا ذکر ہے جنکی کم از کم تعداد پانچ ہے۔ احادیث میں البتہ پانچ کا لفظ آیا ہے۔ اعتقاد کے بارے میں حدیث احاد کا ایک مقام ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ذہن نشین رہے۔ آپ نے فرمایا۔ اُعطیت خمساً لم یُعطهنَّ احداً قبلی! اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسی پانچ چیزیں عطا فرمائیں ہیں جو پہلے کسی کو نہیں دی گئی تھیں۔ حالانکہ حضور

نبی کریم ﷺ بے پناہ عطاؤں سے نوازے گئے تھے۔ان عطاؤں کی نہ گنتی تھی نہ شمار۔اسی حدیث کو دوسرے لفظوں میں یوں بیان کیا گیا۔فُضِلت علٰی الْاَنبیاءِ بِستۃٍ۔ مجھے سابقہ انبیاء پر چھ چیزوں سے فضیلت دی گئی ہے۔کیا یہ دونوں حدیثیں ایک دوسرے کے خلاف واقعہ ہوئی ہیں؟ ہرگز نہیں! فضائل کے شمار کرنے میں دونوں حدیثیں مختلف اعداد بیان کرتی ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سی صحیح حدیثیں جنہیں آئمہ نے مستند مانا ہے تعداد میں ایک دوسرے کی نفی کرتی ہیں۔میں نے ایسی کئی ضعیف احادیث اپنی کتاب البحث الفاحص عن طرق احادیث الخصائص میں جمع کی ہیں۔ان میں اعداد میں کمی بیشی پائی جاتی ہے اور ایک حدیث دوسرے کی گنتی سے مطابقت نہیں کھاتی۔مگر ان احادیث میں جو خصائص بیان ہوئے ہیں۔وہ تیس سے بھی زیادہ ہیں۔پانچ اور چھ کا تو ذکر ہی کیا۔اسی طرح جامع صغیر اور اس کے ذیل جمع اور جوامع میں تین تین چار چار اور پانچ پانچ کے اعداد لکھے گئے ہیں یہ اعداد کا حکم نہیں کرسکتے۔مگر آپ یہ کہیں گے ان احادیث کو چھوڑ کر زیر بحث ان پانچ چیزوں کو بیان کرنے کا قرآنی مقصد یا حکمت ضرور ہوگی۔میں اسی حکمت اور نکتہ پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔

میرے نزدیک ان کے پیچھے حکمت بھی ہے اور نکتہ بھی ہے۔یہ نکتہ بلند و بالا ہے۔ اور یہ حکمت اعلیٰ و والا ہے۔سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ وہابیہ جو اپنی پست فہمی سے صرف انہی مغیبات کو زیر بحث لاتے ہیں جن کا ان آیات میں ذکر آیا ہے۔حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان پانچ چیزوں کے علاوہ کثرت سے مغیبات کا ذکر ملتا ہے۔یہ پانچ مغیبات تو ان ہزاروں اور لاکھوں مغیبات کا ہزارواں حصہ بھی نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ کی ذات عالم الغیب اور دانائے غیب الغیوب ہے اس کی ہر صفت غیب ہے۔نامہ اعمال غیب ہے برزخ غیب ہے۔بہشت غیب ہے۔دوزخ غیب۔حساب غیب ہے۔قیامت کا میدان غیب ہے۔لوگوں کا وہاں جمع

کیا جاتا غیب ہے۔ قبروں سے اٹھایا جانا غیب ہیں جو آج تک ہمارے شمار و اعداد میں نہیں آ سکتے۔ اور حقیقت یہ نہیں ان غیوب کی حیثیت ان پانچ مغیبات سے زیادہ اہم ہے مگر اللہ تعالیٰ نے ان غیوب کا ذکر کرنے کی بجائے زیر بحث آیۃ کریمہ میں صرف ان پانچ مغیبات کا ذکر کیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ بعثت ان کاہنوں سے پُر تھا جو لوگوں کو حیرت انگیز اور مضحکہ خیز طریقوں سے ورغلاتے تھے۔ خصوصاً وہ لوگوں کو بتاتے تھے کہ ہم علم غیب جانتے ہیں۔ ہمارے پاس رمل کا علم ہے۔ نجوم کا علم ہے۔ قیافہ کا تجربہ ہے۔ عیافہ کی واقفیت ہے۔ آج سے ٹھہرے اور ہانسوں سے حساب لگا سکتے ہیں۔ وہ اپنی خواہشات اور ہوا و ہوس کو پورا کرنے کے لیے لوگوں کو طرح طرح کے حسابوں میں چکر دیتے رہتے تھے۔ ان کے ہاں ذات خداوندی، صفات الٰہیہ آخرت فرشتے زیر بحث نہیں آتے تھے۔ نہ ہی لوگ ایسے مسائل دریافت کرنے آتے تھے۔ وہ یہی بات بتاتے تھے کہ بارش کب ہوگی؟ تجارت میں گھاٹا پڑے گا یا نفع ہوگا؟ کیسے نفع ہوگا کیسے نقصان ہوگا؟ مسافر اپنے گھر سلامتی سے واپس لوٹے گا یا نہیں؟

اللہ تعالیٰ نے ان کاہنوں اور کاہنوں کے چنگل میں پھنسے ہوئے لوگوں پر واضح کیا کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ غلط دعویٰ کرتے ہیں اور لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ ایسی چیزوں کا علم ہے تو اس رب جلیل کو ہے جو ان چیزوں کا خالق و مالک ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان دنیاوی واقعات و حوادث کے ساتھ علم قیامت کو بھی بیان فرما دیا کہ اللہ ان علوم کے علاوہ ان حالات سے بھی باخبر کرنے والا ہے جو قیام قیامت پر رونما ہوں گے۔ تم ایک دو آدمیوں کی موت پر بحث کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ تمام کائنات کے یوم حساب اور یوم فناء کو جاننے والا ہے۔

اہل نجوم محض زعم پرست لوگ ہیں۔ وہ عام حادثات کی نسبت محض ظنی نتائج پیش کرتے رہتے ہیں۔ کسی ایک گھر کی خرابی، کسی ایک شخص کی موت کے لیے ان کے پاس کوئی یقینی قاعدہ نہیں ہے۔ انہیں اپنے زعم پر بھی یقین نہیں ہے۔ ستاروں کی نظریں، جوگ، باہمی نسبتیں اور دلالتیں غیر یقینی پیش کرتے ہیں۔ کبھی درستی آ گئی مگر اکثر غلط ثابت ہوتی ہیں۔ بچے کی پیدائش کا زائچہ تیار کرتے ہیں۔ عمر کا زائچہ مگر سال کے کئی لمحات اور حوادثات پر دھوکا کھا جاتے ہیں اور زائچہ کے نتائج غلط بتاتے جاتے ہیں۔ ایک ستارہ ایک گھر کچھ اثر ڈالتا ہے قوت وصفت کی باہمی کشمکش ستارہ شناسوں کے ذہن میں نہیں آتی۔ وہ بھلائی اور نقصان پر حکم نہیں لگا سکتے۔ اس طرح انکل دوڑاتے رہتے ہیں۔ ان کے نزدیک جدھر کا پلڑا جھکتا نظر آتا ہے فیصلہ کر دیتے ہیں مگر دنیا میں انقلاب لانے والی قوتوں سے بے خبر ہوتے ہیں۔ صرف قرآن پاک ہی اپنے قطعی فیصلوں کے اعتبار سے دنیا کی عقلوں کو مطمئن کرتا ہے۔ زحل و مشتری کا تینوں برجوں آتشی حمل اسد قوس سے کسی کے اول میں جمع ہونا جیسا کہ طوفان نوح کے وقت ہوا تھا۔[1] اور اسے سمجھنا ان کاہنوں اور ستارہ شناسوں کے بس کا روگ نہیں ہے۔

حساب سے آنے والے قِران وقتی طور پر سمجھے جا سکتے ہیں جس طرح سابقہ زمانوں میں تھے مگر یہ کہ وہ کتنے برسوں کے بعد ایسا قِران اور اجتماع ہوگا؟ کس بُرج کے کس درجہ پر ہوگا؟ کس دقیقہ اور کس طرف ہوگا؟ کتنے دنوں تک رہے گا؟ ایک ستارہ دوسرے کو کس وقت تک

[1] حکمت المحاسبات: بعض یقینی حسابات کی رو سے لوگ عمدہ نتائج پر پہنچے ہیں۔ اگر دنیا باقی رہی تو علو تعین کا قران اعظم ضرور واقع ہوگا۔ یعنی ۲۵ ۸۴ ھ سے ۲۳/ ذی القعدہ ۱۷۸۱ ھ کو آدھی رات کو قریب حمل کے تیسرے درجے میں قران ہوگا اور یہ اوسط میں ہوگا۔ اگر دنیا باقی رہی تو یہ بات قرین قیاس ہے کہ قیامت برپا ہوگی۔ اسی محرم میں جو اس ذی القعدہ کے نزدیک ہوگا یا اس محرم میں جو ذی قعدہ کے پہلے آئے گا کیونکہ قِرآن کی ابتداء انہیں دو ماہ میں ہوتی ہے جبکہ فاصلہ باقی رہے۔ انتہا قران کی خدا معلوم کب ہوگی۔ واللہ اعلم (احمد رضا خان، مدینہ منورہ)

چھپائے رکھے گا؟ اور کس وقت تک کھلا رہے گا؟ یہ ستارہ شناسوں کی باتیں ہیں مگر اس حساب کو تو وہ زبردست جاننے والا احکم الحاکمین ہی ہے۔[1] اسی کا اندازہ مقرر ہے۔ اس نے قیامت کے ذکر سے ایسے تمام مفروضوں کی بیخ کنی کر دی ہے اور اعلان کر دیا کہ اگر تم لوگ اپنے قیافے میں سچے ہوتے تو ایک شخص کی موت کی بجائے قیامت کا اندازہ لگا لیتے جو زیادہ آسان تھا۔

ان پانچ مغیبات کی حکمت اور نکتہ یہ تھا اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ حقیقی مغیبات

---

[1] میرے ذہن میں حضرت امام مہدی کے قائم ہونے کا زمانہ آتا ہے۔ اور یہ زمانہ اسی صدی کے آخر میں واقع ہوتا ہے۔ میں نے لسان الحقائق سید المکاشفین امام اجل شیخ اکبر رضی اللہ عنہ کی کتاب الدر المکنون والجواهر المصنون میں ان کا ارشاد دیکھا تھا کہ جب زمانہ کا دور بسم اللہ کے حروف پر ہوگا۔ تو امام مہدی قائم ہوں گے۔ اور ایک دن بعد حطیم پر جلوہ فرما ہوں گے۔ میری طرف سے آپ کی خدمت میں سلام عرض کرنا۔

اذا دار الزمان علی حروف　　باسم اللہ المھدی قاما

و یخرج بالحطیم عقیب فهرم　　الا فاقراء لمن عندی سلاما

حدیث پاک میں دنیا کی عمر سات ہزار سال بیان کی گئی ہے اور میں آخری ہزار میں ہوں۔ اس حدیث کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ضحاک ابن زمل جہنی رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ حضور کا ارشاد ہے کہ بلاشبہ اس کی اُمید رکھتا ہوں۔ میری اُمت اپنے رب کے سامنے نا اُمید نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ انہیں آدھے دن کی تاخیر عطا فرما دے گا۔

امام احمد اور ابوداؤد اور نعیم بن حماد اور حاتم اور بیہقی نے باب بعث میں بیان کیا ہے اس طرح ضیاء نے سیدنا سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ سعد سے کہا گیا کہ آدھا دن کتنا ہے۔ بتایا پانچ سو برس کا۔ بیہقی نے ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی۔ کہ ہرگز رنہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس امت کے لیے آدھے دن کو۔ میں کہتا ہوں کچھ دور نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آدھے دن کی مہلت مانگی ہو اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو پورے دن کی مہلت دے دی ہو۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہاں تمہیں ہرگز شکایت نہ کرے گا کہ تمہاری مدد کرے تمہارا رب تین ہزار اُتارے ملائکہ سے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اگر تم صبر اور پرہیزگاری کرو تو اللہ تعالیٰ تمہاری پانچ ہزار ملائکہ سے مدد کرے گا۔

کیا ہے؟ کاہنوں کی قیافہ آرائی کی کوئی حقیقت نہیں یہ نکتہ اللہ کے فضل اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد سے ہی ذہن میں آسکتا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ چیزیں ایسی ہیں جنہیں اللہ تعالی کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اللہ تعالی نے فرمایا کہ یارسول اللہ آپ بتا دیجئے کہ آسمان وزمین میں کوئی غیب نہیں جانتا۔ سوائے اللہ کے! مگر نبی کریم ﷺ نے صرف پانچ چیزوں کا ذکر فرمایا۔ حالانکہ اللہ تعالی نے عام ذکر فرمایا ہے۔ ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کیونکہ اس عام اور خاص اعداد میں کوئی نفی نہیں ہے۔ اللہ کے سوا پانچ چیزوں کو دوسرا کوئی نہیں جانتا۔ حقیقی غیب کو جاننے والا تو اللہ ہی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عربی مقولوں میں سے اس قول کو ہی قرار دیا ہے: اَلا کُلُّ شیء مَا خلا اللہ باطِلُ. اللہ کے بغیر ہمارے پاس جو چیز بھی آتی ہے بے حقیقت ہے۔

عام لوگوں کے نزدیک لَا الٰہ اِلا اللّٰہ کی یہ معنیٰ ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں مگر خواص کے نزدیک اس کے یہ معنیٰ ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی مقصود نہیں ہے۔ خاص الخاص کے نزدیک یہ معنیٰ ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی نظر ہی نہیں آتا۔ مگر جو نہایت کو پہنچے اُن کے نزدیک یہ معنیٰ نہیں کہ اللہ کے سوا کوئی موجود نہیں۔ یہ تمام معانی درست ہیں اور حق ہیں۔ ایمان کا مدار پہلے پر ہے۔ صلاح کا مدار دوسرے پر ہے۔ سلوک کا تیسرے پر۔ وصول الی اللہ کا چوتھے پر۔ اللہ تعالی ان تمام معنی میں سے ہمیں حصہ عطا فرمائے۔

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں یہ اشعار پیش کیے:

فَاَشْهَدُ اِنْ لَا شَیْءَ غَیْرُہ   وَاَنَّكَ مَامُوْنٌ عَلٰی كُلِّ غَالِبِ

وأنكَ أدنى المرسَلِينَ شفاعةً ۔ الى اللّٰهِ يا ابْنَ الاكرَمين الاطائب

فكُنْ لِي شَفِيعاً يوم لَا ذُو شَفَاعةٍ ۔ سَوَاكَ بِمُغنٍ سِوادِبن قارب

ترجمہ:۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک اللہ ہے اور اس کے سوا کوئی نہیں اور بے شک آپ تمام مغیبات کے امین ہیں بے شک آپ اطیب اور طاہر آباء وامہات کے فرزند ہیں۔ تمام رسولوں سے زیادہ شفاعت کرنے والے ہیں اور اللہ کے قریب ہیں۔ آپ میرے سفارشی بن جایئے۔ اس دن آپ کے بغیر کوئی شفاعت نہیں کر سکے گا اور سواد بن قارب کو کوئی نفع نہیں پہنچ سکے گا۔ اس روایت کو مسند امام احمد میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

میری گزارش

حضرت سواد رضی اللہ عنہ نے اول اللہ کے سوا ہر چیز کے وجود کی نفی کر دی۔ دوم ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غیبوں کے علم کا یقینی ہونا بتایا۔ سوم اس پر ایمان لاتے ہیں کہ وہ شفاعت کرتے ہیں۔

حضور نبی کریم نے فرمایا۔ اُعْطِیْتُ الشفاعة (مجھے شفاعت کی نعمت عطا کی گئی ہے) اس حدیث کو صحیح مسلم میں لکھا گیا ہے۔ وہابیہ کی عجیب منطق ہے وہ کہتے ہیں کہ حضور کو صرف قیامت کے دن اذن شفاعت دیا جائے گا۔ اب نہیں ہے اس لیے وہ کہتے ہیں کہ دنیا میں حضور سے شفاعت کے لیے فریاد نہ کی جائے۔ وہ زندگی میں شفاعت نہیں کر سکتے۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے میرے محبوب آپ اِسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ (سورۃ محمد:۱۹) ترجمہ: آپ اپنے خاص تعلق رکھنے والوں مسلمان مرد اور عورتوں کے لیے بخشش مانگو۔ پھر ایک اور جگہ فرمایا: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَاءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ (النساء: ۶۴) ترجمہ: جب لوگ آپ کے سامنے پیش ہو کر اپنی جانوں پر ظلم کرنے کے بعد معافی مانگیں تو

آپ ان کے لیے شفاعت کریں اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے اور مہربان ہے۔

وہابیہ نے ان آیات کو پس پشت ڈال دیا ہے اور ترجمہ کرتے وقت نہایت بخل سے کام لیتے ہیں

چہارم حضرت سواد رضی اللہ عنہ اس پر بھی ایمان لائے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سب سے قریب ہے مگر وہابیہ کے پیشوا مولوی اسمٰعیل دہلوی تقویۃ الایمان میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب کسی پشیمان توبہ کرنے والے کی بخشش کے لیے حیلہ کرنا چاہے گا تو جسے چاہے گا اُسے شفیع بنادے گا۔ کسی کی خصوصیت نہیں۔ پشیمانوں اور توبہ کرنے والوں کی قید اس لیے رکھ دی گئی کہ دہلوی مذکور کے نزدیک شفاعت صرف پشیمان کی ہوگی لیکن اس گنہگار کی شفاعت نہ ہوگی جو توبہ نہ کرسکا ہو۔

پنجم حضور صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کرنے میں اللہ تعالیٰ کے قریب تر ہیں۔ تمام شفاعت کرنے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے شفاعت کریں گے اسی لیے حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ نے حضور کی بارگاہ میں فریاد کی ہے۔

ششم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قریب تر ہونے کی بناء پر شفاعت کا خاصہ صرف سرور کائنات کی ذات ہے۔ بات یہی حق ہے۔ دوسرے شفاعت کرنے والے نبی علیہ السلام کی بارگاہ میں شفاعت کریں گے اللہ کی بارگاہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام انبیاء کرام کی شفاعت کا میں مالک ہوں۔ یہ فخر کی بات نہیں کررہا۔ خدا کی عنایت اور عطاء کی بات ہے۔

ہفتم ان کے کلام سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم شافع یوم النشور کا دامن پکڑے حضور اس کے کام آتے ہیں۔ امام وہابیہ اسمٰعیل دہلوی کا نظریہ اس نامور صحابی کے کتنا

خلاف ہے؟ جو یہ لکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنی بیٹی کے بھی کام نہ آسکیں گے پھر اوروں کی کیا گنتی؟

مندرجہ بالا خیالات ایک ایسے صحابی کے ہیں۔ جو حضور ﷺ کا عاشق بھی ہے اور حضور ﷺ کی نگاہ میں محترم بھی۔ اس حدیث میں کہی ہوئی ساری باتیں حضور کی سیرت طیبہ میں جھلکتی ہیں۔ مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے خبر انسان حضور ﷺ کی لاعلمی (معاذ اللہ) کے بارے میں قرآن کی یہ آیت سناتے ہیں:

يَومَ يَجمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ ترجمہ: جس دن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو جمع کریگا تو فرمائے مَاذَا اُجِبْتُم قَالُوا لَاعِلْمَ گا تمہیں کیا جواب ملا۔ عرض کریں گے ہم کو کچھ علم نہیں۔ لَنَا. (المائدہ: ۱۰۹)

اس آیۂ کریمہ میں انبیاء کرام کے بے علم ہونے کی کونسی دلیل ہے؟ انہوں نے بالکل درست اور حق بات کی اور اللہ کے سامنے اپنے ذاتی علم کی نفی فرمائی۔ حقیقت بھی یہ ہے کہ سایہ اصل کے سامنے آتا ہے تو اس کی اپنی حیثیت کچھ نہیں رہتی۔ ملائکہ اللہ کی جناب میں پیش ہوئے تو عرض کی: قَالُوْا سُبْحٰنَکَ لَاعِلْمَ لَنَا ترجمہ: اے پاک اللہ ہم کچھ نہیں جانتے۔ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا (البقرۃ: ۳۲) ترجمہ: ہاں اتنا ہی جانتے ہیں جتنا تو نے عطا فرمایا۔ یہ علم عطائی پر اظہار خیال ہے۔ انبیاء کرام تو بارگاہ خداوندی میں ملائکہ سے بھی زیادہ مؤدب ہیں۔ تو انہوں نے اللہ کے حضور اپنے علم کی نفی کر دی۔

اس بات کا خلاصہ یہ ہوا کہ سب اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے سے ہے اور اس کی عطاء کے بغیر کچھ بھی نہیں۔ ہم اس فیصلے پر پہنچ گئے جو آئمہ کرام کا عقیدہ ہے کہ جو شخص بغیر عطاء الٰہی بذات خود علم کا دعویٰ کرتا ہے اس کی نفی کی جا رہی ہے۔

ہمارے بعض علماء کرام نے روض النفیسر شرح الجامع الصغیر میں احادیث البشیر و النذیر سے نقل کیا ہے۔ حضور ﷺ کا یہ فرمان کہ ان پانچ چیزوں کو اللہ تعالیٰ کے بغیر دوسرا کوئی نہیں جانتا اسکا مطلب یہ ہے کہ بذات خود کوئی نہیں جانتا لیکن اللہ تعالیٰ جسے بتا دے سکھا دے تو یہ اس کا فضل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے علم والے حضرات اسی دنیا میں موجود ہیں۔ انبیاء تو انبیاء کرام ہیں ہم نے یہ علوم حضور ﷺ کے امتیوں میں سے اکثر کے ہاں پائے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی عطاء ہے۔ بحرمت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم۔

موت وحیات کا علم

میں نے ایسی جماعت کو دیکھا جنہیں یہ علم تھا کہ وہ کب مریں گے اور ایسے بھی دیکھے جنہیں حمل کے دوران ہی بچے کی جنس (لڑکا یا لڑکی) کا علم تھا۔ امام جلال الدین سیوطی کی کتاب شرح الصدور، امام اجل نور الدین ابی الحسن علی لخمی شطنوفی رحمۃ اللہ علیہ کی بہجۃ الاسرار اور امام اسعد عبداللہ یافعی کی روض الریاحین اور فرحۃ المناظر کے علاوہ دوسرے سینکڑوں اولیاء کرام کی تصانیف میں ایسے واقعات ملتے ہیں جن کا آج تک کسی نے انکار نہیں کیا۔

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح ہمزیہ میں پانچ اشیاء کے علم غیب کی تشریح فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ انبیاء اولیاء کا علم اللہ کی عطا کا ثمر ہے۔ ان اشیاء کا علم وہ علم الٰہی نہیں جو اللہ کی ذات سے بعید اور منافی ہو کہ وہ اپنے علوم غیبیہ سے بعض علوم کو اپنے انبیاء واولیاء کو عطا فرما دے حتیٰ کہ وہ ان پانچ میں سے بھی جس سے چاہے سرفراز فرماتا ہے۔

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان پانچ چیزوں کو اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر اپنی عقل وفکر سے کوئی نہیں جانتا۔ کیونکہ یہ پانچ وہ مغیبات ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عطاء

کے بغیر کسی کو حاصل نہیں ہوئے۔[1] اسی طرح امام اجل بدرالدین محمود عینی عمدۃ القاری شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ امام قرطبی نے فرمایا کہ پانچ مغیبات والی حدیث خدا تعالیٰ کے خزانہ غیب کی کنجی ہے۔ جو شخص ان مغیبات کا دعویٰ کرتا ہے اور اس علم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے علاوہ تصور کرتا ہے وہ جھوٹا ہے۔ دوسرے لفظوں میں جھوٹا ہے جو عالم ماکان و مایکون صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے کے بغیر ان علوم کو حاصل کرنے کا دعویٰ دار ہے۔ انہوں نے نہایت بلند دعویٰ سے اعلان کیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان پانچ غیبوں کو بہ عطائے الٰہی جانتے تھے اور اولیاء میں سے جسے چاہیں بتاتے تھے۔

علامہ ابراہیم بیجوری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بردہ شریف میں لکھا ہے کہ سید الانبیاء اس وقت تک دنیا سے تشریف نہیں لے گئے جب تک اللہ تعالیٰ نے انہیں پانچ مغیبات سے بھی آگاہ نہیں فرمایا۔

آخری گزارش

یہ پانچ مغیبات جن پر ہم نے بحث کی ہے ان کھلے ہوئے علوم غیبیہ میں سے ہیں جس کا شمار دینے والا جانتا ہے یا وہ جانتا ہے جسے یہ غیوب سکھائے گئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ان غیوب کو تقسیم کرنے میں کبھی بخل نہیں فرماتے تھے۔ جمع النہایۃ میں یہ

[1] اللمعات شریف میں ہے المعنی انما لا یعلم احد غیبا بعقلہ من دون تعلیم اللہ سورۃ انعام کی تفسیر کرتے ہوئے: فرمایا وہ پانی برساتا ہے تو اس کے وقت کو نہیں جانتا۔ تو اس شہر کا نام نہیں جانتا جہاں تیرا انتقال ہوگا مگر جب اس کا حکم نازل ہو گیا تو پھر اس کے فرشتوں کو بھی علم ہو گیا کہ تو نے کہاں مرنا ہے۔ اس کے بندوں کو بھی معلوم ہو گیا کہ بارش کب ہونی ہے۔ اس کے بغیر رحموں میں پرورش پانے والے کے بارے میں کوئی نہیں جانتا مگر جسے اللہ تعالیٰ علم عطا فرمادے۔ فرشتوں کو بھی علم ہو گیا اور بندوں کو بھی۔ یہ علم "الا من ارتضیٰ من رسول" کی روشنی میں انبیاء اور اولیا کو عطا ہوتا ہے

روایت واضح ہے کہ لم یخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی اطلعہ علی کل شیء۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اس وقت تک دنیا سے نہیں لے گیا جب تک حضور ﷺ کو ہر چیز کی اطلاع نہیں دے دی گئی۔ ان احادیث کی روشنی میں مجھے کہنے کی اجازت دیں کہ ہم وہ آیات کریمہ پیش کر چکے ہیں جو اس مطلب کی تصریح کر چکی ہیں وہ صحیح احادیث بیان کر چکے ہیں جو اس مسئلہ کی وضاحت کرتی ہیں۔ ان تمام حوالوں میں پانچ مغیبات کا بذات خود جاننا کہیں بھی نہیں آیا۔ ہاں اللہ تعالیٰ کی عطاء سے یہ پانچ چیزیں کھل کر بتائی گئیں۔ یہ علوم مخصوص باللہ نہیں بلکہ مخصوص بخلائق بہ عطائے خداوندی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے علوم کے حاصل کرنے میں کوئی واسطہ ہونا ضروری ہے۔ حضرت عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ابریز میں بتایا ہے کہ ان پانچ مغیبات میں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں ہے۔

حضور ﷺ کے امتیوں پر غیوب کے انعامات

حضور ﷺ عالم ما کان و ما یکون کے مالک ہیں۔ آپ کے اُمتیوں میں سے سات حضرات اقطاب عالم بھی ان پانچ غیبوں کو جانتے ہیں حالانکہ یہ اقطاب ساتوں غوثوں کے ماتحت ہیں۔ کجا غوث اور پھر کجا وہ حضرات جنہیں ان پانچ علوم کی اطلاع دی گئی۔ پھر کجا سید الانبیاء ﷺ جو سابقہ اور آئندہ علوم پر مطلع ہیں۔

میں یہ کہتا ہوں کہ ساتوں قطب سے وہ ابدال مراد ہیں جو ستر ابدال کے اوپر ہیں اور دونوں اماموں کے نیچے ہیں جو غوث کے دونوں وزیر ہیں۔ ابریز میں مزید لکھا ہے۔ پانچ غیبوں کا معاملہ حضور ﷺ سے کس طرح چھپا رہتا۔ جبکہ یہ حضور ﷺ کی اُمت کا کوئی صاحب تصرف اس وقت تک نہیں کر سکتا جب تک اسے ان پانچ غیوب کا علم عطا نہ ہو۔

ہم ان منکرین کو متنبہ کرتے ہیں کہ وہ ان حضرات کی کتابیں پڑھیں ان کی باتیں سنیں اور اولیاء اللہ کی تکذیب سے باز آجائیں۔ انکی تکذیب دین کی بربادی ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے منکرین سے انتقام لے گا۔ اَعَاذنا اللّٰہ بعبادِہِ العارفین.

میں اس شخص کی علمی پستی پر افسوس کرتا ہوں۔ جو پانچ مغیبات کو اللہ تعالیٰ کے مخصوص علوم میں شمار کرتا ہے۔ میں اس کے دعوٰی کی تصدیق نہیں کرسکتا کہ وہ ان پانچ چیزوں کے علم کو اللہ تعالیٰ کے خصوصی علوم میں شمار کررہا ہے۔ اگر اس کی بات مان لی جائے تو پھر ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے باقی تمام علوم غیبیہ تو اپنے انبیاء کرام کو خصوصاً اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھادیئے تھے صرف ان پانچ چیزوں کو اپنی ذات کے لیے مخصوص فرما کر کسی کو اس کی خبر نہ ہونے دی اور نہ اپنے رسول کو بتائے نہ کسی دوسرے نبی کو۔ یہ بات غلط ہے۔ ورنہ یہ ماننا پڑے گا کہ رسول اللہ ﷺ ان پانچ چیزوں کے علاوہ ان تمام علوم غیبیہ جن کا علم رب الارباب کی ذات اور اس کی جملہ صفات جن کو صرف وہی جانتا ہے۔ حضور ﷺ کے علم میں تھیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کے غیر متناہی علوم بھی حضور ﷺ کی معلومات کا حصہ تھے۔ مگر ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ علماء اہلسنت اللہ تعالیٰ کے غیر متناہی اور صفات غیر متناہیہ پر کسی مخلوق کے اختیار کا تصور بھی نہیں کرسکتے۔ یہ وہابیہ کی جہالت ہے۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی شان کو کم کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے اور کھل کر بات کرنے کی بجائے علوم غیبیہ کی تعداد اور حدود میں تقسیم کرتے ہیں اور پھر نبی علیہ السلام کے علوم کو بعض علوم کی اصطلاح میں لاکر دجل وفریب کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں۔

حضرت اُم الفضل رضی اللہ عنہا کے پیٹ میں کیا ہے

خطیب اور ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مجھے حضرت اُم الفضل رضی اللہ عنہا نے بتایا تھا کہ میں ایک بار حضور ﷺ کے سامنے سے گزری تو آپ نے فرمایا تم تو حاملہ ہو۔ تمہارے پیٹ میں لڑکا ہے۔ جب وہ پیدا ہو تو اسے میرے پاس لانا۔ حضرت اُم الفضل نے بتایا یارسول اللہ ﷺ! مجھے حمل کہاں؟ کوئی علامت محسوس نہیں ہوتی حالانکہ قریش نے تمام عورتوں مردوں کو قسمیں دلائی ہیں کہ کوئی شخص عورتوں کے پاس نہ جائے حضور ﷺ نے فرمایا قسم والی بات اپنی جگہ ہے مگر میری بات بھی ہے!

حضرت اُم الفضل رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں کہ کچھ عرصہ کے بعد میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ میں اسے اٹھا کر حضور ﷺ کی خدمت میں لے گئی۔ حضور نے بچے کے داہنے کان میں اذان دی۔ بائیں کان میں اِقامت فرمائی۔ اپنا لعاب دہن بچے کے منہ میں ڈالا۔ اس کا نام عبداللہ رکھا اور فرمایا کہ خلفاء کے اس باپ کو لے جاؤ۔ میں نے یہ بات اپنے خاوند حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہی۔ وہ بھی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی مجھے اُم الفضل نے یوں کہا ہے۔ آپ نے فرمایا بات یہی ہے جو میں نے کہی ہے۔ یہ بچہ خلیفوں کا باپ ہے۔ ان میں ایک سفاح نامی خلیفہ ہوگا اور ایک مہدی نامی ہوگا۔

حضور ﷺ نے حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا کے پیٹ میں جو کوئی بھی تھا۔ جان لیا تھا بلکہ اس کی زندگی، اس کی اولاد سے آنے والے خلفاء کے نام بتادیے جو کئی نسلوں کے بعد آنے والے تھے انہیں جان لیا پشت در پشت آنے والے بچوں کو جان لیا اور اعلان کر دیا۔ خلیفوں کے باپ کو لے جاؤ۔ پھر فرمایا سفاح بھی ہوگا۔ مہدی بھی ہوگا۔

حضرت صدیق نے پیدائش سے پہلے بیٹی کی بشارت دی

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ان کے والد مکرم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے غابہ والے مال سے مجھے بیس وسق چھوہارے ہبہ فرمائے اور حکم دیا کہ انہیں درختوں سے اُتروا لو۔ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے ام المؤمنین سیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے پاس بلا کر کہا: بیٹی! مجھے تم سے دنیا بھر میں کوئی چیز عزیز نہیں۔ مجھے اپنے بعد تمہاری غربت کا بہت خیال آتا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ تمہاری زندگی میں بدحالی آئے۔ میں نے جو چھوہارے دیئے تھے انہیں ابھی اُتروالو۔ اگر میرے جیتے جی تمہارے قبضہ میں آگئے تو تمہارے ہیں۔ ورنہ ورثہ میں جتنا حصہ آئے گا وہی ملے گا۔ تمہارے دو بھائی اور دو بہنیں بھی وارث ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق تقسیم کر لینا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے والد مکرم! اگر میرے لیے اس سے دگنا مال بھی ہوتا تو اپنے بھائی بہنوں میں تقسیم کر دیتی۔ مگر مجھے یہ تو بتائیں کہ میرے تو صرف دو بھائی اور ایک بہن ہے۔ مگر آپ دو بہنیں فرما رہے ہیں۔ حالانکہ میری تو صرف ایک ہی بہن (اسماء) ہیں۔ آپ نے فرمایا، بنت خارجہ کے پیٹ میں حمل ہے اور اس سے بچی پیدا ہوگی۔ اور یہ بات میرے علم میں ہے۔

اس روایت کو ابن سعد نے اپنے ''طبقات'' میں یوں بیان کیا ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا بنت خارجہ کے پیٹ میں جو کچھ ہے۔ اس کے متعلق مجھے الہام ہوا ہے کہ وہ بچی ہوگی میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ حضرت صدیق کے ہاں بچی ام کلثوم پیدا ہوئی۔

احادیث میں لکھا ہے کہ عورت کے رحم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ مقرر ہوتا ہے وہ بچے کی صورت بناتا ہے۔ نر اور مادہ کی صورت تیار کرتا ہے۔ خوبصورت اور بدصورت کا نقش بناتا ہے۔ اس کی عمر اور رزق متعین کرتا ہے۔ پھر یہ بھی لکھتا ہے کہ یہ بد بخت ہوگا یا نیک بخت۔

خیبر کا جھنڈا

صحیحین میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے خیبر کی حدیث لکھی گئی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واللہ کل اس شخص کو علم دیا جائے گا۔ جس کے ہاتھ پر خیبر فتح ہوگا۔ وہ اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہوگا۔ اللہ اور رسول اسے دوست رکھتے ہوں گے۔ دوسرے دن یہ علم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دیا گیا حضور ﷺ نے یہ بات قسماً فرمائی تھی۔ حضور ﷺ کو دوسرے دن کا یقینی علم تھا کہ کل کیا ہوگا۔

مقام وصال کی خبر

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ آپ کا وصال مدینہ میں ہوگا۔ آپ نے انصار کو جمع کیا اور فرمایا: میری زندگی وہاں ہے جہاں تمہاری ہے۔ میرا وصال وہاں ہے جہاں تمہارا۔ اس حدیث کو مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا گیا ہے۔

معاذ بن جبل کو حضور ﷺ نے اپنی رحلت کی اطلاع دی

جب حضور ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا گورنر بنا کر روانہ فرمایا تو آپ

---

[1] اسی طرح حضور ﷺ نے بہت سے غیبی واقعات جو صدیوں بعد آنے والے تھے کی خبریں دی ہیں جنگوں کی فتنوں کی۔ اور سیدنا مسیح علیہ السلام کے اترنے کی خبریں دیں، امام مہدی کے ظاہر ہونے، دجال کے ظہور، یاجوج وماجوج کی یلغار، دابۃ الارض وغیرہ وغیرہ جیسے واقعات کی خبر دی۔

نے پوچھا: معاذتم اس سال کے بعد مجھے دنیا میں نہ مل سکو گے یا مُعَاذ اِنَّکَ عَسیٰ اَنْ لا تلقانی بَعْدَ عامِی ھٰذا ولعلک اَن تَمُرَّ بِمَسجِدِیْ ھٰذا وقبری ترجمہ: تم اس سال کے بعد مجھے مل نہ سکو گے مگر یاد رکھو تم میری مسجد میں آؤ گے اور میری قبر پر حاضری بھی دو گے۔

اس حدیث مبارکہ کو امام احمد نے اپنی مسند میں لکھا ہے اور صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے ایک اور حدیث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو میدان بدر میں اعلان فرمایا۔ اس جگہ فلاں مشرک قتل ہوگا اور ہر ایک کے قتل ہونے کی جگہ آپ نے ہاتھ زمین پر رکھ کر بتائی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب شام کو جنگ کا فیصلہ ہوا۔ تو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ نے جہاں جہاں نشان دیا تھا اور جس جس کافر کے متعلق کہا تھا اس کا لاشہ وہاں پڑا تھا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان لاشوں کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی تصدیق کی تھی۔

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ اپنی شہادت کی رات کو بار بار مکان کے باہر تشریف لے جاتے اور آسمان کی طرف دیکھتے اور فرماتے خدا کی قسم! نہ مجھے غلط بتایا گیا ہے اور نہ میں غلط کہتا ہوں۔ یہ وہی رات ہے جس کا مجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک اور صحابی حضرت اقرع رضی اللہ عنہ کی روایت ہے اور یہ روایت حسن ہے۔ آپ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ایک آزاد کردہ غلام تھے۔ فلح نام تھا کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ مصری باغیوں کے پاس جانے کی بجائے اہل مکہ کے پاس آئے اور کہا: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل نہ کرو۔ وہ چالیس دن کے بعد اس دنیا سے جانے والے ہیں۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ چند دنوں بعد پھر آئے اور انہیں کہا نہیں قتل نہ کریں یہ پندرہ روز کے بعد واصل بحق ہو جائیں گے۔

ہم نے اس سے پہلے لکھا ہے کہ صحابہ کرام اور اولیاء عظام کے کلام کا بے پناہ سمندر ہے جسکا کوئی کنارہ نہیں اوران کا پانی کھینچنے سے کم نہیں ہوتا۔لیکن ہم احادیث کے علاوہ بھی چند واقعات بیان کرنا ضروری خیال کرتے ہیں تا کہ حدیث کو نہ ماننے والے کا سینہ پھٹ جائے اور وہ اپنے خیالات سے باز آئے۔

بہجۃ الاسرار اور اس کے مصنف علام

امام اجل عارف افضل ولی اکمل شیخ القراء عمدۃ العلماء زبدۃ العرفاء سیدنا امام ابو الحسن علی بن یوسف بن جریر لخمی مصری قدس سرہ جن کی شاگردی کا شرف امام اجل ابوالخیر شمس الدین محمد بن محمد بن محمد جزری مؤلف 'حصن حصین' کو حاصل ہے۔انکی مجلس میں امامِ فنِ رجال شمس العلماء ذہبی صاحب 'میزان الاعتدال' نے حاضری دی تھی۔[1] اور اپنی کتاب 'طبقات قراء' میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور انکی شخصیت کو ہدیہ تحسین پیش کیا ہے۔امام اجل عارف باللہ حضرت عبداللہ بن اسعد یافعی شافعی رضی اللہ عنہ نے اپنی مشہور کتاب ''مرات الجنان'' میں آپ کو بڑے بڑے خطابات اور القابات سے یاد کیا تھا۔امام جلیل القدر علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ''حسن المحاضرہ'' میں آپ کو ''امام یکتا'' لکھا ہے۔آپ نے اپنی کتاب دل ودماغ کو روشن کرنے والی المعروف بہ'' بھجۃ الاسرار و معدن الانوار'' میں لکھا ہے۔اس کتاب کے متعلق شیخ عمر بن الوہاب فرضی حلبی نے فرمایا تھا۔میں نے اس کتاب کو پڑھا تو مجھے ایک بھی بات ایسی نہ ملی جس پر عمل کرنے کو دل نہ چاہا ہو اور اس پر عمل

[1] علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''زبدۃ الآثار'' میں لکھا ہے کہ بہجۃ الاسرار ایک بہت بڑی کتاب ہے۔علامہ ذہبی نے جو علمائے حدیث میں بڑا بلند مقام رکھتے ہیں۔مصنف 'بہجۃ الاسرار' کو ہدیۂ تحسین پیش کیا ہے۔وہ علامہ شطنوفی کی مجلس میں خود حاضر ہوئے ___ ان کا طریق تدریس ___ اور سکوت کا رویہ بہت اچھا تھا۔

کرنے پر آمادہ نہ ہوا ہو۔ اس کتاب میں اَسْنٰی، اَفَاخِر، نَشر المحاسن اور روض الریاحین اور کتاب الاشراف جیسی مشہور زمانہ کتابوں میں سے اقتباسات ملتے ہیں۔ "کشف الظنون" میں سیدی عارف باللہ جلیل القدر مکارم النہر خالصی قدس سرہ (جو سید علی بن بیہقی کے جلیل القدر خلفاء میں سے تھے) کے اوصاف محتاج تعارف نہیں ہیں۔ آپ نے اپنی مشہور کتاب بہجۃ میں ایک اور جگہ پر لکھا ہے کہ میں خود جناب غوث الاعظم والمعظم رضی اللہ عنہ کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں۔ میری آنکھ نے حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ جیسا پیر نہیں دیکھا۔

حضرت غوث اعظم اور غیب کی باتیں

ہمیں شیخ ابن شیخ ابی المجد مبارک ابن احمد بغدادی حریمی حنبلی نے بتایا کہ انہیں ان کے والد اور انہیں ان کے دادا ابوالمجد رحمہ اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ میں ایک دن شیخ مکارم رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا ــــــ آپ کا گھر نہر خالص پر تھا میرے والد کے دل میں خیال گزرا کاش میں حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی کوئی کرامت دیکھ سکتا۔ حضور نے مسکراتے ہوئے میری طرف التفات فرمایا اور کہا: ہمارے پاس عنقریب پانچ شخص آنے والے ہیں ان میں سے ایک گورا سرخ رنگ ہوگا۔ اس کے دائیں رخسار پر تل ہوگا آج کے بعد اس کی عمر صرف ۹ ماہ رہ گئی ہے۔ اسے بطائح میں شیر چیر پھاڑ جائے گا اور اسے وہیں سے اللہ تعالیٰ اٹھائے گا۔

دوسرا عراقی ہوگا جس کا رنگ سرخ وسفید ہوگا مگر وہ کانا اور لنگڑا ہوگا۔ ہمارے پاس ایک ماہ زیر علاج رہے گا مگر جانبر نہ ہو سکے گا۔ تیسرا ایک مصری گندمی رنگ کا ہوگا۔ اس کے بائیں ہاتھ کی چھ انگلیاں ہوں گی۔ بائیں ران پر نیزے کا زخم ہوگا جو اسے تیس برس پہلے لگا

تھا۔ وہ ہندوستان میں تجارت کے لیے نکل جائے گا ا ر ہی تیس سال بعد فوت ہو گا۔ چوتھا شامی ہوگا جس کا رنگ گندمی ہوگا۔ اس کی انگلیوں پر گٹا ہو گا۔ وہ حریم میں تمہارے گھر کے سامنے مرے گا۔ سات برس تین ماہ اور سات دن کے بعد اس کی موت واقع ہو گی۔ ایک گورے رنگ کا یمنی نصرانی ہو گا۔ اس کے کپڑوں کے نیچے زنار بندھا ہو گا۔ وہ اپنے ملک سے تین برس سے نکلا ہوا ہے اور وہ اپنا مذہب کسی کو نہیں بتا تا۔ وہ مسلمانوں کے حالات معلوم کرنے کی جاسوسی کر رہا ہے۔

کچھ ہی وقت گزرا تھا کہ یہ لوگ حضرت غوث اعظم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ عجمی نے بھنا ہوا گوشت طلب کیا۔ عراقی نے چاول اور بلغ کا گوشت مانگا۔ شامی نے شامی سیب کا مطالبہ کیا۔ یمنی نے نیم برشت انڈا مانگا۔ مگر کسی نے اپنی خواہشات دوسرے کو نہ بتائیں۔ ہمارے دیکھتے ہی ان کے خواہش کے مطابق کھانے آگئے۔ وہ کھانے لگے۔

ابوالمجد نے فرمایا۔ خدا کی قسم میں غور سے دیکھتا رہا۔ ان کے بتائے ہوئے حلیہ میں ذرہ بھر فرق نہ تھا۔ میں نے مصری سے اس کے پرانے زخم کا دریافت کیا۔ وہ حیران رہ گیا۔ اور کہنے لگا۔ یہ زخم مجھے تیس سال پہلے لگا تھا۔ وہ اپنی اپنی خواہش کے مطابق کھانا کھانے کے بعد انہیں غشی آگئی۔ ہوش میں آئے تو یمنی نے کہا۔ حضرت اس شخص کی کیا تعریف ہے جو صوفیوں کے دل کے بھید جانتا ہے آپ نے فرمایا۔ مجھے معلوم ہے۔ تم عیسائی ہو۔ تمہارے لباس کے نیچے صلیب کا نشان ہے۔ یہ سنتے ہی وہ شخص چیخ مار کر اٹھ کھڑا ہوا اور اسلام قبول کیا۔ آپ نے فرمایا۔ بیٹا تجھے مختلف مشائخ نے دیکھا تھا۔ انہیں یہ معلوم ہو گیا تھا کہ تم نصرانی ہو اور صلیب باندھے ہوئے ہو۔ مگر انہیں یہ معلوم تھا کہ تم نے میرے پاس آکر اسلام لانا ہے۔ اس لئے چپ رہے۔ اسکی وفات ویسی ہی ہوئی جیسے شیخ نے بتایا تھا۔ اس میں ذرہ بھر

بھی تقدیم وتاخیر نہ ہوئی۔عراقی ایک ماہ بیمار رہا۔اور وہاں ہی شیخ کی ایک خانقاہ کے ایک کونے میں مرگیا۔میں نے خود اس کا جنازہ پڑھا تھا۔شامی میرے پاس حریم میں مرا ___ وہ میرے دروازے پر گر پڑا اس نے مجھے آواز دی۔ میں باہر آیا۔ میں نے دیکھا کہ وہی شامی تھا۔اسکی موت جس طرح شیخ نے کہی تھی۔سات برس تین ماہ سات دن کے بعد ہوئی۔

یہ ایک واقعہ ہے۔ جسے کوئی عقلمند انسان جھٹلا نہیں سکتا۔حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ حضور کے غلامانِ غلام ہیں۔خادمِ خادمانِ خدام حضور ہیں۔انہوں نے ایک شخص کے متعلق ۲۷ بہتر غیبوں کا اظہار کیا۔جن میں راز داران سینہ،مرنے کی جگہ،موت کا وقت،موت کے اسباب،کل کیا کرے گا،اور اس کے علاوہ کئی غیبی چیزوں سے پردہ اٹھایا۔ یہ بات بلا شک وشبہ ہے۔

ابوالمجد کے دلی خطرہ سے مطلع ہونا، پھر ان لوگوں کی خبر دینا جو آنے والے تھے۔ پانچ آدمی، ایک عجمی، دوسرا عراقی، تیسرا مصری، چوتھا شامی، پانچواں یمنی ۔ یہ آٹھ غیب تھے جس سے مطلع کیا۔عجمی کے متعلق گیارہ غیب ظاہر کیے۔وہ گورا ہوگا،اسکے چہرہ میں سرخی ہوگی، اس کے تل ہوگا، اس کے رخسار پر ہوگا، یہ رخسار دایاں ہوگا، گوشت کی خواہش کرے گا، گوشت بھنا ہوا کھائے گا،نو ماہ بعد مر جائے گا،اس کی موت شیر کے پھاڑنے سے ہوگی اور مقام بطائح میں ہوگی۔اور وہیں دفن ہوگا وہاں سے منتقل نہ ہوگا اور یہیں سے اس کا حشر ہوگا۔

اسی طرح عراقی کے بارے میں گیارہ غیب ظاہر کر دیئے۔گورا ہوگا، سرخی جھلکتی ہوگی، آنکھ میں داغ ہوگا، پاؤں میں لنگ ہوگا، بلغ چاہے گا، چاولوں کے ساتھ کھائے گا، بیمار ہوگا،ایک ماہ بیماری میں رہے گا،اسی بیماری میں مر جائے گا، یہاں مرے گا،ایک ماہ بعد مرے گا۔

مصری کے متعلق پندراں غیبوں سے پردہ اٹھایا۔ گندمی رنگ ہوگا، جھینگا ہوگا، چھٹی انگلی الٹے ہاتھ میں ہوگی، زخم پورا نہ ہوگا تیس برس کا پرانا زخم خوردہ ہوگا، شہد کی خواہش کرے گا، صرف شہد ہی نہیں گھی سے ملا ہوا شہد مانگے گا، وہ تجارت کرے گا، اس کا کاروبار ہندوستان میں ہوگا، بیس سال تک تجارت کرتا رہے گا، ہندوستان میں مرے گا، اس کی موت بیس سال بعد ہوگی۔

شامی کے متعلق بھی نو غیب اِفشاء کیے۔ گندمی رنگ ہوگا، سیب کی خواہش کرے گا، انگلیوں میں موٹے موٹے گٹے پڑے ہوں گے، شامی سیب مانگے گا۔ زمین حرم میں مرے گا، اس کی موت ابوالمجد کے گھر کے دروازے پر واقع ہوگی، وہ سات برس تین ماہ اور سات دن جئے گا۔

یمنی کے بارے میں آٹھ غیب بتائے۔ گورا ہوگا، گندم گوں ہوگا، نصرانی ہوگا، اس کے کپڑوں کے نیچے صلیب ہوگی، اپنے ملک سے مسلمانوں کے امتحان کے لیے نکلا تھا، اسے اس کام میں تیس سال گزر چکے تھے، اس نے اپنی نیت چھپا رکھی تھی، نہ گھر والوں کو خبر نہ شہر والوں کو، اس کی خواہش انڈا ہوگی، وہ انڈا بھی نیم بریاں مانگے گا۔

یہ باسٹھ غیب ہیں۔ جنہیں جناب غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے ان لوگوں کے آنے سے پہلے مطلع کر دیا تھا۔ ان غیبوں کے علاوہ پانچ مزید غیب بتائے۔ ان میں سے کوئی ایک اپنی خواہش اور مقاصد کے متعلق دوسرے کو مطلع نہ کر سکا۔ پانچ مزید غیب تھے کہ ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ ہمیں یہ یہ چیز ملے۔ یہ بہتر ۷۲ غیب جناب غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے ظاہر ہوئے۔ فسبحان الذی اعظم، ماشاء من شاء من عبادہ ولہ الحمد۔

کس زمین پر انتقال ہوگا؟

یہ حدیث ابن سکن، ابن مندہ اور ابن عساکر رضی اللہ عنہم نے روایت کی ہے۔
انہوں نے بتایا کہ میں بیمار پڑ گیا۔ حضور رحمۃ للعالمین ﷺ میری بیمار پرسی کے لیے تشریف لائے۔ میں نے حضور ﷺ کو دیکھ کر عرض کی: ''یا رسول اللہ ﷺ مجھے ڈر ہے میں اس بیماری سے مر جاؤں گا۔''

آپ نے فرمایا: ''نہیں ایسا نہیں تم زندہ رہو گے۔ شام کی طرف ہجرت کرو گے اور فلسطین میں ایک ٹیلے پر موت آئے گی۔''

حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ان کا انتقال ہوا تھا اور رملہ میں دفن ہوئے تھے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے مصریوں کو غیب سے مطلع کردیا

اللہ کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام نے مصریوں سے فرما دیا تھا کہ جب تم سات برس تک حسب دستور کھیتی باڑی کرتے رہو گے۔ سات سال کے بعد ایک وقت آئے گا کہ لوگ بارش سے مالا مال ہو کر فصلیں اگائیں گے۔ پھر سات سال تک بارش بند رہے گی اور قحط پڑے گا۔ پندرہ سال بعد اتنی بارش ہوگی کہ انگور کی بیلیں زمین سے پھوٹ جائیں گی۔ انگوروں کے شیرے سے لوگ سیراب ہوں گے۔

میں ان واقعات کی جزئیات سناتا جا رہا ہوں، حالانکہ ایسے واقعات کا تو قطار و شمار ہی نہیں ہے۔ ایسے واقعات قیامت تک رونما ہوتے رہیں گے۔ خصوصاً پانچ چیزوں کا علم اللہ نے اپنے بندوں کو ایسا عطا فرمایا ہے کہ ثبوت کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اہل عقل و دانش کسی تک کا اظہار نہیں کرتے۔ یہ سارے غیوب تو لوح محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں۔ اور لوح محفوظ

سے ملائکہ اور اولیاء بھی واقف ہوتے ہیں۔[1] انبیاء کرام اور خصوصا سید الانبیاء علیہم السلام کا تو مقام ہی ارفع واعلیٰ ہے۔آپ کے ان کمالات کا انکار وہی کرتا ہے جو عقل وایمان سے محروم و محجوب ہو۔

لوح مبین ہے

اللہ تعالیٰ نے لوح کی تعریف مبین کے لفظ سے فرمائی ہے وَکُلُّ شَیْءٍ فِی اِمَامٍ مُّبِیْنٍ (یٰس: ۲)۔مبین وہ چیز ہوتی ہے جو واضح ہو، ظاہر ہو، کوئی ابہام نہ پایا جائے۔اگر لوح محفوظ مخلوق خداوندی سے غائب ہو تو کیا بات لوح مبین ہے۔امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔لوح محفوظ ایسی چیز ہے جس میں آسمان وزمین کے تمام غیوب محفوظ ہیں۔تو کوئی ایسا غیب نہیں جو کتاب مبین میں نہیں ہے۔امام بغوی نے ''معالم التنزیل'' میں لکھا ہے کہ لوح محفوظ میں ہر غیب موجود ہے۔امام نسفی نے ''مدارک التنزیل'' میں لوح مبین لکھا ہے اور ملائکہ لوح محفوظ کو دیکھتے ہیں جو روشن ہے، ظاہر ہے، واضح ہے۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ مرقات شریف میں لکھتے ہیں ''ما کان وما یکون'' کے تمام علوم لوح محفوظ میں ثبت ہیں۔دوسرے لفظوں میں تمام اشیائے عالم لوح محفوظ میں تحریر ہیں۔قرآن پاک کی آیات کے نزول کے وقت یہ تمام نقوش لوح محفوظ پر حبیب مکرم ﷺ پر وارد ہوئے لوح ایک متناہی علوم پر مشتمل ہے۔اور ایک متناہی غیر متناہی کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ لوح میں وہی چیزیں لکھی ہوئی ہیں۔جو روز اول سے قیامِ قیامت تک ہونے والی ہیں۔لہٰذا میرے نزدیک ایسی کوئی دلیل نہیں کہ مغیبات ما کان وما یکون اس میں داخل نہ ہوں۔اگر واقعی تعین وقت کا علم لوح محفوظ میں ہے تو یقیناً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے واقف ہیں

---

[1] لوح محفوظ است پیش اولیاء۔رومی

،وراگر یہ بات مان لی جائے کہ ان علوم کو اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ سے علیحدہ رکھا ہے۔ تو پھر قرآن کی آیات سے استدلال نہیں بنتا اور دونوں طرح کا احتمال رہے گا۔ یہ بات یقینی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم صرف لوح محفوظ تک ہی محدود نہیں۔ لوح محفوظ تو حضور ﷺ کے علم کے سمندروں کی ایک موج ہے۔ آپ کے بحر بے کنار کی ایک نہر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میرا ایمان ہے کہ سوی الساعۃِ علیٰ خلافٍ فیہا۔ جس طرح میں علم کا یقین نہیں کرتا۔ علم کی نفی پر یقین نہیں رکھتا میں تو وہی کہتا ہوں جو علامہ امام تفتازانی نے اپنی 'شرح عقائد' میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض برگزیدہ انبیاء کرام کو علوم غیبیہ پر آگاہی فرمادی ہے اور یہ عقیدہ یقینی ہے، لیکن علوم عطاء اور علوم غیبیہ کا عقیدہ یقینی ہے۔

امام قسطلانی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء اور اولیاء کو اپنے غیوب سے مطلع فرمایا تھا۔ غیوب خمسہ سے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو واقف فرمادیا تھا۔ ہم عنقریب اس موضوع پر علامہ بیجوری، علامہ شنوانی اور حضرت عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ کی روشن آراء پیش کریں گے۔ پھر اس موضوع پر علامہ مدابغی اور علامہ فاضل عارف عشماوی جیسے جلیل القدر حضرات کے خیالات کی تصریح پیش کروں گا اور ان کے دلائل قاطع کی روشنی میں ثابت کروں گا کہ مولا تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو علوم غیبیہ عطا فرمادیے تھے۔ پھر یہ بھی بتاؤں گا کہ ملائکہ کو نفخ صور کا علم وقوع قیامت سے پہلے ہی عطا فرمادیا گیا تھا اور اس مقدمہ پر امام فخر الدین رازی کے دلائل پیش کروں گا۔

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ تمام مخلوق الٰہی کو حضور ﷺ کے وسیلے سے علوم عطا ہوئے ہیں اور ہر قسم کے علم کا سرچشمہ حضور ﷺ کی ذات کریمہ ہے۔ یہ بات بھی طے شدہ ہے کہ جو علم دیتا ہے اسے خود عالم اور اعلم ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ حضور نبی کریم کو قبل قیامت

کا علم ہونا اور ازل و ابد تک کے علوم کا ماہر ہونا آیات اللہ کے منافی نہیں ہے۔ پھر ان علوم سے جو حضور ﷺ نے تقسیم فرمائے ہیں۔ بڑھ کر حضور ﷺ کا عالم ہونا بھی آیات کے منافی نہیں ہے تو ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ حضور ﷺ کے تمام علوم اعلام الٰہیہ سے ہیں تو اب یہ بات خود بخود ذہن میں چھک اٹھتی ہے کہ حضور کو ان پانچ چیزوں کا علم تو دیا گیا مگر انہیں چھپانے کا حکم دیا گیا تھا۔

بلا شبہ یہ دونوں اقوال اور نظریات علماء کرام کے ہاں پائے جاتے ہیں اور جلیل القدر آئمہ نے ان اقوال اور نظریات کو رد نہیں کیا بلکہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے علوم مصطفیٰ پر ایک پورا باب اپنی شہرہ آفاق کتاب 'خصائص کبریٰ' میں سپرد قلم کیا ہے اور اس میں علمائے کرام کے ان نظریات پر تبصرہ فرمایا ہے کہ آیا حضور ﷺ کو علم خمسہ بھی عطا فرمایا گیا ،علم ساعۃ علم روح بھی دیا گیا تھا۔ حضور ﷺ کو اس کے چھپانے کا حکم دیا گیا۔

حضرت علامہ محمد ابن سید علامہ عبدالرسول برزنجی مدنی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الاشاعۃ لاشراط الساعۃ میں دونوں نظریات کا ذکر فرمایا ہے۔ فرمایا کہ چونکہ امر ساعۃ سخت تھا اور اس کے علم کو اپنے لیے خاص کر لیا اور مخلوق میں سے کسی کو نہ بتایا۔ صرف نبی اکرم ﷺ کو تعلیم فرمایا اور ساتھ ہی دوسروں کو خبر دینے سے منع فرمایا تا کہ قیامت کا ڈر اور بزرگی قائم رہ سکے۔ فرمایا: وَعَلَّمَهَا النبی . اور اسے حضور کو تعلیم دی گئی ،لیکن اگر اس کو اور پڑھا جائے تو علامہ فرماتے ہیں کہ اسے یقیناً حضور کو سکھا دیا گیا تھا۔ انہوں نے اسی قول کو پسند فرمایا۔

اس سلسلہ میں وہابیہ نے ایک رسالہ لکھ کر حضرت موصوف کے نام شائع کر دیا اور اس میں حضور ﷺ کے علوم پر بحث کر کے لوگوں کو دھوکا دیا۔ مگر جب نظریات سامنے آئے تو وہابیہ لا جواب رہ گئے۔ وہابیہ کی عادت ہے کہ جب انہیں دلائل دیئے بغیر بن نہیں پڑتے تو

جعلی کتابیں شائع کر کے عام کر دیا کرتے ہیں اور مجاہدین فی الکذب بن کر سامنے آتے ہیں۔
ایک وقت کے لیے یہ لوگ عادلین صادقین اور مصدقین کے قول کے برابر لے آتے ہیں مگر ایک وقت آتا ہے ان کے جھوٹ کی قلعی کھل جاتی ہے۔ یہ لوگ اپنے خیالات فاسدہ کی نسبت کبھی تو ملا علی قاری کی طرف کر دیتے ہیں۔ کبھی ابن کثیر کی طرف کبھی علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اور کبھی علامہ سیوطی کے رسالہ الکشف عن مجاوزۃ ھذہ الامۃ الالسف کے صفحہ ۲۲ کو نقل کر کے بڑبڑاتے ہیں۔ حالانکہ یہ افترا ہے امام احمد بن حنبل پر اور جھوٹ ہے امام جلال الدین سیوطی پر۔ اس طرح یہ علامہ ملا علی قاری پر افترا باندھتے ہیں۔
حضرت امام جلال الدین سیوطی قدس سرہ کے اقوال کا خلاصہ کر دیا گیا ہے۔ پانچ سو کے اور ہزار کے پھر علامہ قاری کے خلاف بھی کھلم کھلا جھوٹ بولتے ہیں۔

لوح محفوظ کی باتوں کی تعلیم قبل از وقت اور واقفیت میں حکمت یہ ہے کہ ایمان اور تصدیق میں اضافہ ہو گیا اور ملائکہ جان لیں کہ مدد کا مستحق کون ہے اور مذمت کا ذمہ دار کون ہے اور ہر ایک کا مقام پہلے ہی معلوم ہو جائے۔

شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر عزیزی میں ذکر کیا ہے کہ لوح محفوظ کے علوم پر واقف ہونے سے یہ مراد ہے کہ جو باتیں واقعہ میں ظاہر ہونے والی ہیں۔ ان کا علم پہلے ہی عطا فرما دیا جائے خواہ لوح کی تحریر دیکھ کر ہو یا فضل خداوندی سے مطلع کر دیا جائے۔ اس کے نقوش کا مطالعہ کریں اور اکثر اولیاء اللہ کے احوال سے ثابت ہے کہ وہ نقش لوح کا مطالعہ کرتے تھے۔

عینی فی اللوح المحفوظ

امام شطنوفی اور دوسرے آئمہ کرام نے رسول اکرم ﷺ کے بیٹے غوث الثقلین غیاث الکونین سیدنا غوث اعظم ابی محمد عبدالقادر الحسنی والحسینی الجیلانی رضی اللہ عنہ سے یہ بہ سند صحیح روایت ہے کہ حضور غوث پاک فرمایا کرتے تھے کہ "عینی فی اللوح المحفوظ" میری آنکھ ہمیشہ لوح محفوظ پر لگی رہتی ہے۔

اللہ تعالیٰ لیلۃ القدر کو اپنے حکم سے حکمت والے کام تقسیم کردیتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا۔ قیامت کے علم کے علاوہ چار علوم قیامت سے پہلے ہی فرشتوں میں بانٹ دیے گئے ہیں کیونکہ فرشتوں نے تدابیر کرنا ہوتی ہیں۔ اسی طرح اسرافیل علیہ السلام قیامت سے قبل ہی اپنے فرائض نفخ صور سے آگاہ کردیے جاتے ہیں تاکہ حکم ملتے ہی صور پھونک سکیں۔ اسرافیل نے ایک پر اس وقت سرنگوں کردیا تھا جب حضور نبی کریم ﷺ دنیا پر تشریف لائے۔ دوسرا پر اس وقت گرائیں گے جب صور پھونکنے کا حکم ہوگا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں مجھے چین کیسے آسکتا ہے جب صور پھونکنے والے نے صور اپنے منہ میں لے لیا ہے۔ اب وہ ارشاد خداوندی پر کان لگائے بیٹھا ہے اور حکم کے نازل ہونے پر ماتھا جھکائے بیٹھا ہے۔ یہ حدیث ترمذی شریف میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت سے لکھی گئی ہے۔ وہ فرشتہ اپنے دونوں زانوں پر کھڑا ہے۔ اسرافیل اس کے پر پر نگاہ جمائے کھڑے ہیں جو ابھی پھیلا ہوا ہے۔ جب وہ اس پر کو گرائیں گے تو یہ صور پھونک دے گا۔ صور پھونکنے کی اجازت اور قیام قیامت میں ان کے پر گرانے کا فاصلہ ہے۔ یہ ایک جنبش ہے تو جنبش تو زمانے میں ہوتی ہے تو بات ضروری ہے کہ قیامت کے واقع ہونے سے پہلے انہیں علم ہو۔ خواہ یہ علم ایک لمحہ پہلے ہو یا ہزاروں سال۔ جب یہ بات ایک مقرب فرشتہ کے لیے واجب ہے تو اپنے پیارے حبیب ﷺ کے لیے کون سی محال چیز ہے۔ ان کے لیے یہ ناممکن بات نہیں کہ قیامت کے قیام سے

دو ہزار سال پہلے آپ کو علم دیا جائے اور حضور کو حکم ہو کہ دوسروں کو نہ بتایا جائے۔[1]

معتزلہ انہیں آیات کریمہ سے استدلال کرتے ہوئے اولیاء اللہ کی کرامات سے انکار کرتے ہیں۔ علامہ نے 'شرح مقاصد' میں معتزلہ کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ یہاں غیب عام نہیں ہے بلکہ مطلق ہے۔ یا ایک معین ہے یعنی قیامت کا وقت اور اس پر آیت مبارکہ عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ۔ میں قرینہ موجود ہے۔ اس میں قیامت کا ذکر ہے اور یہ ناممکن نہیں کہ بعض ملائکہ، بعض انسانوں خصوصاً بعض انبیاء کرام علیہم السلام کو اس کا علم دیا گیا ہو۔

یہ بات طے شدہ ہے کہ رسولوں کو علم غیب دیا گیا ہے۔ مگر اولیاء اللہ کے بارے میں مختلف آراء ہو سکتی ہیں۔ امام قسطلانی نے 'ارشاد الباری شرح صحیح بخاری' میں فرمایا ہے۔ اللہ تعالٰی کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی۔ ہاں اس کے پسندیدہ رسول جس پر اللہ تعالٰی راضی ہو غیب کے دروازے کھول دے گا۔ ولی اللہ رسول کا تابع ہوتا ہے اس سے علم حاصل ہوتا ہے۔

شاہ عبدالعزیز دہلوی کے والد محترم شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے تفہیمات الٰہیہ میں اپنا حال تحریر کیا ہے کہ انہیں خاص واردات میں وہ وقت دکھایا گیا تھا جب قیامت قائم ہوگی

[1] یہ دلیل کتاب لکھتے وقت میرے ذہن میں آئی مگر کچھ دنوں بعد تفسیر کبیر کا مطالعہ کر رہا تھا۔ تو آیہ کریمہ عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احداً (الجن: ۲۶) کی تفسیر پڑھتے ہوئے دیکھا کہ وقت وقوع قیامت کسی پر ظاہر نہ کیا جائے گا مگر الامن ارتضی من رسول (الجن: ۲۷) "مگر اس پر ظاہر کرے گا جس رسول پر وہ راضی ہوگا"۔ قرب قیامت کے واقعات قرآن پاک میں بیان کیے گئے ہیں۔ جس دن آسمان پھٹ جائے گا۔ پہاڑ اڑنے لگیں گے۔ ملائکہ اتریں گے۔ ملائکہ اسوقت جان لیں کہ قیامت آچکی ہے۔ یہ انتہا لازیادہ قوی ہو گیا۔ فلا یظہرہ۔ کافی ہے۔ (احمد رضا خان۔ مدینہ منورہ)

آسمان پھٹ جائیں گے، مگر جب عالم بیداری میں آئے تو آپ کو یہ واقعہ یوں محسوس ہونے لگا جیسے خواب تھا۔ جب ایسے اولیاء اللہ ایسے حالات سے واقف کر دیئے جاتے ہیں تو سبحان اللہ نبی کریم کجا اور آپ کا علم کجا۔

حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ 'شرح فتوحات الٰہیہ' میں لکھتے ہیں اور پھر اپنی دوسری شرح 'فتح المبین' کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ قیامت کا علم حضور سرور کائنات ﷺ کو ہے۔ سچی بات یہ ہے علماء کرام کے ایک طبقہ نے فرمایا ہمارے نبی کو اللہ تعالیٰ نے اس وقت اپنے پاس بلایا جب پوشیدہ چیزیں آپ پر ظاہر کر دیں۔ ہاں حضور ﷺ کو بتانے یا نہ بتانے پر حکم بھی تھا اور اختیار بھی تھا۔

عشاوی نے صلاۃ میں حضرت سیدی احمد کبیر بدری نے اپنی شرح میں اس قول کو صحیح قرار دیا ہے۔ یہ تمام انوار ہیں اس ارشاد الٰہی کے کہ ہم نے آپ پر قرآن اتارا، ہر چیز روشن کر کے بیان کی۔ حق قرآن کے نور سے چمک اٹھا جس طرح سورج کے چہرے سے بادل چھٹ جاتے ہیں۔ اب ہمیں ضرورت نہیں کہ پانچویں غیوب کی جزئیات پر گفتگو کریں جو اولیائے کرام سے بھی ظاہر ہوتے رہے ہیں۔ یہ وہ سمندر ہے جس کا نہ کنارہ معلوم ہے نہ گہرائی۔ اگر ہم گنانے لگیں تو کسی کنارے پر نہ پہنچ سکیں گے جیسے قرآن کی آیات شفا نہ بخشیں اسکی بیماریاں کہاں ختم ہو سکتی ہیں۔

نسأل اللہ العفو العافیۃ وعلی الحبیب الصلاۃ والسلام.

دوسرا حصہ

اس حصہ میں مولانا سلامت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ ''اعلام الاذکیاء'' میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے القابات الاول والآخر والظاہر والباطن پر اعتراضات کرنے والوں کے جوابات دیئے گئے ہیں۔

هُوَالاوّلُ وَالآخِرُ والظّاهرُ والباطِنُ ط

الحمدللہ! (سابقہ صفحات سے) حق ظاہر ہوگیا۔ صحیح صورت حال واضح ہوگئی۔ آفتاب ہدایت، بے حجاب ہوکر درخشاں ہوگیا۔ یہ تمام ہم پر اللہ کا فضل ہے۔ دوسرے لوگوں پر بھی اللہ کا احسان ہے مگر اکثر لوگ اس کا شکر ادا نہیں کرتے۔

جو شخص اس احقر العباد کی تحریروں کو بغور مطالعہ نظر کرے گا وہ ضرور فائدہ حاصل کرے گا۔ قلب ونگاہ سے ان تحریروں پر غور کرنے والا ان ہٹ دھرموں کے تمام اعتراضات کا جواب سامنے پائے گا۔ مگر یاد رکھو ان موضوعات پر تصریح وبیان زیادہ نفع بخش ہوتا ہے۔ لہٰذا ہم ان اعتراضات کا علیحدہ علیحدہ جواب لکھنے کی کوشش کریں گے۔

ایک سوال۔ ایک جواب: معترضین ایک عبارت پیش کرتے ہیں جو حضرت فاضل ابوالذکا مولانا سلامت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ "اعلام الاذکیاء" مطبوعہ ہندوستان کے آخر حصہ میں موجود ہے۔ آپ نے لکھا ہے:

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مَنْ هُوَ الاوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَىءٍ عَلِيْمٌ ط
(سورہ بنی اسرائیل)

ترجمہ: اللہ درود بھیجے اس پر جو اوّل بھی ہیں آخر بھی ہیں ظاہر بھی ہیں اور باطن بھی اور وہ ہر چیز کے جاننے والے ہیں۔

میں ان معترضین کے جواب میں وضاحت کروں گا کہ مصنف علاّم نے یہ رسالہ میرے پاس بھیجا تھا اور استدعا کی تھی کہ میں اس پر تقریظ لکھوں۔ میں نے اس پر اپنے الفاظ

: میں تقریظ لکھی تھی:

"زید کا قول حق اور صحیح ہے۔ بکر کا زعم مردود و قبیح ہے۔ بے شک اللہ جَلَّ جلالہ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ''اوّلین و آخرین'' کا علم عطا فرمایا تھا۔ مشرق سے مغرب تک عرش سے فرش تک سب کا سب جہان آپ کو دِکھا دیا گیا۔ ملکوت السمٰوٰتِ والارضِ کا شاہد بنایا۔ روزِ اوّل سے آخر تک کا تمام ''ما کان و ما یکون'' کا عالم بنا دیا۔ اس موضوع پر فاضل مجیب (سلمہ المولی القریب المجیب) نے ضروری تفصیل سے بیان فرمایا تھا۔ اگر کسی کو یقین نہ ہو تو قرآن عظیم شاہد وعدل اور حکم فصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ.

ترجمہ: اور ہم نے آپ پر وہ کتاب نازل فرمائی ہے جو ہر چیز کا روشن بیان کرتی ہے۔

اس دلیل کے آخر تک میں نے مفصل تقریظ تحریر کی۔ اس تحریر سے عام سے عام شخص ہو یا کوئی عالم فاضل وہ اِس نتیجے پر پہنچے گا کہ میں نے اپنی تقریظ میں صرف اتنی سی بات کا ذمہ لیا تھا کہ جو دلائل فاضل مصنف نے پیش کیے ہیں وہ بقدر ضرورت کافی ہیں اور اس میں رسالہ کے لفظ لفظ پر نظر نہیں ڈالی گئی تھی۔ جس طرح اس میں دعویٰ کو اپنی عبارت میں علیحدہ ذکر کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص عقل و تمیز کے ساتھ علماء کی مجالس میں رسائی رکھتا ہے اسے معلوم ہے کہ تقریظ اور تصحیح کرنے والے میں کیا فرق ہوتا ہے؟ تقریظ لکھنے والا اگر یوں لکھے کہ میں نے رسالہ یا فتوٰی اول سے آخر تک غور و تامل کے ساتھ دیکھا ہے۔ جیسے گنگوہی نے ''براھین قاطعہ'' کی تقریظ میں لکھا تھا تو وہ اس رسالہ یا فتوٰی کی صحت و نقص کا ذمہ دار ہوتا ہے اور اس طرح کتاب میں لکھے جانے والے تمام موضوعات و تصریحات کا تقریظ کرنے والا بھی ذمہ دار ہوتا ہے۔ اس کتاب کے تمام معانی و عبارات تقریظ کرنے والے کے مؤیدہ مصدّقہ

ہوتے ہیں لیکن اگر یوں لکھا جائے کہ ہم نے اس کتاب کو مختلف مقامات سے دیکھا اور ہم اسے مفید سمجھتے ہیں اور پھر اس کی تعریف وتحسین کردی مگر اس کے طرز نگارش، اسلوب نگارش، دلائل روانیِ الفاظ ومعانی کے بارے میں سکوت اختیار کی ہے اور کسی قسم کا اقرار یا انکار نہیں کیا اور فتوٰی پر صرف یہ لکھ دیا کہ "حکم صحیح ہے۔" اگرچہ بعض مقامات پر ناپسندیدہ الفاظ بھی ہوتے ہیں صرف حکم کو ہی صحیح بتایا تھا اگر لفظ نقص زیادہ کردیا تو یہ رائے کتاب کے نقائص کی ذمہ دار ہو گی۔ ہاں اگر مُصَحِّحِین نے اپنے الفاظ میں دلائل کی تصحیح کردی تو اس کے دلائل کی بھی اس کی ذمہ داری ہوگی۔ اگر ایسے تقریظ لکھنے والے اور مصحح نے بعض مقامات پر الفاظ ومعنی کی صحت کردی۔ الفاظ میں کمی بیشی بھی کی اور ان الفاظ کی درستگی کا تذکرہ بھی کیا تو اس کو کتاب کے تمام مطالب اور معانی کی ذمہ داری قبول کرنا ہوگی۔

اگر کسی مصحح نے یہ لکھا کہ آپ کا خارج اور زائد الفاظ پر کیا گمان ہے جنہیں کسی دلیل سے کوئی تعلق نہیں، نہ دعوٰی سے کوئی واسطہ ہے تو عالمانہ طریقہ سے تو ہم تقاضا کریں گے کہ تقریظ لکھنے والے نے زائد باتوں کی طرف خاص توجہ نہیں دی۔

یہی بات میرے ساتھ ہوئی۔ مجھے یاد نہیں کہ اس کتاب کے اصل مسودہ کا لفظ لفظ کیا تھا۔ مگر مؤلف کا عربی ترجمہ جو اس کے معروف خط میں لکھا ہوا تھا جس خط میں ان کے دوسرے رسالے یا فتاوی آتے ہیں۔ اس میں یوں لکھا ہے:

"درود بھیجے جو اوّل وآخر، ظاہر وباطن اور ہر چیز کا دانا ہے ان پر جو اس آیۃ کریمہ کے مظہر ہیں وہی اوّل وآخر وہی ظاہر وباطن اور وہی ہر چیز کا دانا ہے۔" اس بات پر کسی شخص کو وہم تک نہیں ہوسکتا۔ ہاں ایسا ہوسکتا ہے کہ مطبع میں جاکر کاتب یا مصحح نے مظہر کا لفظ مَن سے بدل دیا ہو۔ اسی طرح کاتب نے میری تقریظ میں جہاں "محمد" کا لفظ تھا وہاں مجمعون لکھ دیا

ہو۔ اگر کوئی ایسی غلطی میں ہے تو بہتر۔ ورنہ ہم فرض کر لیں گے کہ اصل عبارت ایسی ہی ہے جیسی چھپی ہے۔

میں مجیب کو جانتا ہوں۔ پہچانتا ہوں۔ وہ عالم ہیں سُنی العقیدہ ہیں۔ صحیح المسلک ہیں۔ بدمذہبوں، معاندوں کو زخم لگانے میں مشاق ہیں۔ وہ اپنے بھائیوں کا کلام حتی المقدور بہتر سے بہتر انداز میں بیان کرتے ہیں۔ مجھے اہل ایمان سنی بھائیوں سے اُمید ہے کہ وہ اس معاملہ کو بہتر تاویل وتوجیہ سے دیکھیں گے مگر جن لوگوں کے دل میں کھوٹ ہے۔ وہ محروم رہیں گے اور طرح طرح کی باتیں بنائیں گے۔

دوسرا جواب: بعض لوگوں کو اس آیۂ کریمہ میں لفظ مِن اور مَنّ (سکون نون اور بہ تشدید نون) میں اشتباہ پیدا ہوا ہے۔ وہ مِن کو اسم موصول بنا کر پڑھتے ہیں۔ وہ مَنّ (بہ تشدید نون) آیۂ کریمہ کی طرف مضاف کر کے نہیں پڑھتے۔ جس سے یہ معانی ظاہر ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ان پر درود بھیجے جو اس آیۂ کریمہ کی نعمت ہیں۔ وہ حضور نبی کریم محمد رسول اللہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں کو فرمایا: اَلَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ انہوں نے تو اللہ تعالیٰ کی نعمت کو بدل دیا۔

حضور نبی کریم نعمت الٰہیہ ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس آیۃ سے مراد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ سُنتِ قرآن کی منت ہیں۔ اس آیۂ کریمہ کے اپنے خاص مقام پر خصوصی معانی یہ ہیں کہ نبی کریم ﷺ صاحب کوثر وتسنیم آخر ہیں۔ مگر تمام جہان سے اوّل ہیں۔ حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات کو اپنی آنکھوں سے تخلیق ہوتے دیکھا۔ آپ تمام پیغمبروں سے بعثت میں آخر ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں پر جتنے علوم نازل فرمائے تھے حضور ﷺ ان تمام علوم کے جامع تھے اور حضور ﷺ کے معجزات سے ظاہر ہوتے رہے اور پھر حضور ﷺ سے غیب کی خبروں کا ظاہر ہونا بھی

کمالات نبوت سے ہے۔ حضور ﷺ اپنی ذات گرامی سے باطن ہیں آپ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اسکی صفات کے مظہر ہیں۔ حضور ﷺ روز اول سے آخر تک جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہوگا اپنے اللہ تعالیٰ کے بتانے سے ایک ایک چیز کو جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پر ان پانچ اسمائے حُسنیٰ کی تجلی فرمائی۔ اور حضور پر احسان فرمایا۔ جس طرح ہم پر حضور ﷺ کو مبعوث فرما کر احسان فرمایا اس لحاظ سے اس آیہ کریمہ کے منت ہیں۔

حضور ﷺ کے اسمائے مبارکہ: اس میں شک نہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بعض اسمائے مبارکہ سے موسوم ہیں۔ ہمارے والد مکرم قدس سرہ المعظم نے اپنی کتاب مستطاب ''سرور القلوب فی ذکر المحبوب'' میں حضور ﷺ کے سڑسٹھ اسمائے مبارکہ لکھے ہیں۔ ہم نے اپنی تالیف ''کتاب الفردوس من الاسماء الحسنیٰ'' میں بھی ایک معقول تعداد کا اضافہ کیا ہے۔ پھر جن محدثین نے حضور ﷺ کے ان اسماء مبارکہ کو روایت کیا ہے اور جہاں جہاں سے وہ نام اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا کو عطا فرمائے ہیں اس کے حوالے دیے گئے ہیں۔ ''المواهب اللدنية'' اور اس کی شرح از علامہ زرقانی کا مطالعہ کیا جائے تو اس میں یہ تمام اسمائے مبارکہ ملتے ہیں۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک نفیس حدیث بیان فرمائی ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ انہوں نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر حضور ﷺ کی خدمت میں یہ چار اسماء گرامی پیش کیے۔ پھر ہر ایک نام کی تشریح اور تفصیل بیان کی اور ہر ایک کی وجہ بھی بیان کی۔

[1] ''اسماء النبی'' صوفی برکت علی صاحب سالار والا ۲۴ جنوری ۱۹۹۷ء نے چار ضخیم اور خوبصورت جلدوں پر مشتمل ایک کتاب شائع کی ہے۔ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ہزار اسماء گرامی جمع کیے ہیں۔ (فاروقی)

علامہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے "شرح شفاء شریف" میں لکھا ہے کہ تلمسانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور سلام کرنے کے بعد کہا: ''تم پر سلام ہو، اے اول! تم پر سلام ہو اے آخر! تم پر سلام ہو اے ظاہر! اور تم پر سلام ہو اے باطن''۔ میں نے ان خطابات کو سننے کے بعد کہا: یہ خطابات تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: بیشک یہ اوصاف صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں مگر اس نے آپ کو اپنے یہ اوصاف عطا فرما کر اپنے فضل سے نوازا ہے اور تمام انبیاء و مرسلین کے علاوہ آپ کو ان اوصاف سے متّصف فرمایا ہے۔

آپ کے لیے اس نے اپنے ناموں سے نام تجویز فرمائے اور اپنی صفات سے آپ کی صفت بیان فرمائی ہے۔ آپ کا نام ''اوّل'' رکھا کیونکہ آپ پیدائش کے لحاظ سے اوّل الانبیاء ہیں، آپ کا نام ''آخر'' رکھا کیونکہ آپ زمانے کے لحاظ سے آخر الزّماں رسول ہیں۔ آپ کی اپنی امت اور سابقہ انبیاء کی امتیں آپ کے پیچھے ہوں گی۔ آپ کا نام ''باطن'' رکھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے نام کو اپنے نام کے ساتھ سرخ نور سے عرش کی پیشانی پر لکھا۔ آپ کے والد جناب آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے ہی آپ کا اسم گرامی عرش الٰہی پر گونج رہا تھا۔ مجھے حکم ہوا ہے کہ آپ پر درود و سلام پیش کروں۔ اور میں درود و سلام پیش کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے ہزار ہا برس بعد آپ کو مبعوث فرمایا۔ آپ بشیر بھی ہیں اور نذیر بھی۔ آپ کو تمام ادیان عالم پر ظاہر اور غالب فرمایا۔ آپ کی شریعت تمام مذاہب عالم پر ظاہر کر دی گئی۔ آپ کو زمین و آسمان کی مخلوقات پر فضیلت دی گئی۔ آپ کا

اطاعت گزار وہی ہوگا جو آپ پر درود بھیجے گا۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور محمود عزّ وجل: آپ کا رب محمود ہے آپ محمد ہیں۔ آپ کا رب اوّل ہے آخر ہے ظاہر اور باطن ہے۔ آپ بھی اول ہیں آخر ہیں۔ ظاہر ہیں اور باطن ہیں۔ یہ بات سن کر حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کی جس نے آپ کو تمام انبیاء پر فضیلت دی۔ حتیٰ کہ اپنے اسماء وصفات سے متصف فرمایا۔

سیدی عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتب ''درۃ الغواص'' اور ''جواہر الدرر'' میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ کی شان بے مثال اور بے نہایت ہے اور راز میں جامع اور مظہر میں لامع ہیں۔ آپ ہی اول ہیں آپ ہی آخر ہیں آپ ہی ظاہر ہیں آپ ہی باطن ہیں۔[1]

ہم نے اس بحث کو اس جملہ پر روکا تھا کہ اللہ تعالیٰ درود بھیجے ان پر جو اوّل ہیں، آخر ہیں، ظاہر ہیں اور باطن ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا دانا اور جاننے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا ط (سورۃ الاحزاب)

اگر آپ اِن آیات الٰہیہ کے حقائق پر بحث کریں تو میں واضح کروں گا کہ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ روشن قرینہ یہ ہے کہ یہ ضمیر حضور ﷺ کیلئے نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اس موضوع پر مزید وضاحت فرماتا ہے:

اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ط (سورۃ الفتح)

ترجمہ: بیشک ہم نے آپ کو ایسا رسول بنا کر بھیجا جو حاضر بھی ہے، خوش خبری دیتا ہے اور ڈرسناتا

[1] نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر — وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ ۔۔ (علامہ اقبال)

ہے۔ تا کہ اے لوگو! تم ایمان لاؤ اللہ پر اس کے رسول پر۔ رسول اللہ کی تعظیم کرو۔ توقیر کرو اور اللہ کی تسبیح کرو صبح وشام۔

تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ کی خبریں رسول اللہ ﷺ کی طرف ہیں اور تُسَبِّحُوْهُ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف ہے یہی وجہ ہے۔ قاری حضرات تُوَقِّرُوْه پر پہنچ کر رک جاتے ہیں۔ وقف کرتے ہیں اور اس سے ضمائر پر کسی قسم کے انتشار کا شبہ نہیں ہوتا کیونکہ پاکی تو اللہ کی ذات کے لیے ہے اور تسبیح بھی اسی سے مختص ہے۔ اس صفت کو نبی کریم ﷺ سے منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ اسے صرف اور صرف اللہ ہی کی طرف منسوب کیا جائے گا۔

جواب چہارم: ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ مصنف نے بقول آپ کے تمام ضمیریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے منسوب کر دی ہیں مگر ہم کسی کی نیت اور دل کے ارادوں پر حکم نہیں لگا سکتے۔ صرف اتنی بات پر معنی پہنا کر کسی کو کفر کا حکم لگانا اور مصنف کو دائرۂ اسلام سے خارج قرار دینا کہاں کا انصاف ہے۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ حضور ﷺ کے علیم ہونے پر کسی مسلمان تو کیا کسی کافر کو بھی اختلاف وانکار نہیں۔ جسے حضور ﷺ کے احوال سے معمولی واقفیت بھی ہو وہ حضور ﷺ کے علیم ہونے سے انکار نہیں کر سکتا۔ رہا یہ مسئلہ کہ کل کا لفظ استعمال نہ کیا جائے تو میں اس ضمن میں عرض کروں گا کہ قرآن کریم نے متعدد مواقع پر کل کا لفظ استعمال کیا ہے۔

۱۔ وکان اللّٰہ بکلّ شیء علیما ترجمہ: اور اللہ کل شی ء کا عالم ہے۔

یہ لفظ جملہ مفہومات پر حاوی ہے۔ واجب ممکن ومحال ہے۔ اسے تمام اصولیوں نے بھی متفقہ طور پر تسلیم کیا ہے کہ کوئی عام ایسا نہیں جس میں کوئی نہ کوئی تخصیص نہ پائی جاتی ہو۔

۲۔ انّ اللّٰہ علی کلّ شیءٍ قدیرٌ ترجمہ: بیشک اللہ کل شی ء پر قادر ہے۔

یہ قدرت ان ممکنات پر شامل ہے۔خواہ وہ موجود ہوں خواہ معدوم ہوں۔ہم نے اس موضوع پر اپنی کتاب سُبحَانَ السُّبُوح عَن عَیبِ کَذبِ مَقبُوح. میں بڑی تفصیلی گفتگو کی ہے۔کیونکہ اگر واجب پر قادر ہوتو خدا نہیں رہے گا۔اگر محال پر قادر ہوتو من جملہ محال اس کا فنا ہونا بھی ضروری ہے۔اس پر قادر ہوگا تو اس کی فنا ممکن ہے تو اس کا وجود واجب نہ ہوگا تو خدا نہ رہے گا۔

۳۔اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیْءٍ بَصِیْر. ترجمہ:بیشک اللہ تعالیٰ کل شی ءکو دیکھ رہا ہے۔

یہ جملہ صرف موجودات کو شامل ہے۔جن میں ذات،صفات الٰہی اور ممکنات داخل ہیں۔ان میں محالات ومعدومات نہیں ہیں کیونکہ معدوم تو نظر آنے کے قابل نہیں۔ہمارے علماء کرام نے عقائد کی کتابوں میں اس نکتے کی تشریح کی ہے۔خصوصا سیدی عبدالغنی نابلسی نے اپنی تصنیف ''مطالب دفیہ''میں بڑی تفصیل سے بحث کی ہے۔

میں وضاحت کروں گا کہ بہت سی ایسی چیزیں نظر آتی ہیں جو واقع میں موجود نہیں ہوتیں۔شعلہ جوالہ میں دائرہ،برستی ہوئی بارش کے قطروں میں لکیریں،سر کے چکرانے میں گھر کا چکرانا ایسے مواقع پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کی نظر نے خطا کی ہے۔اس کی نظر کو دھوکا ہوا ہے۔جو چیزیں دکھائی دے رہی ہیں۔وہ اسکی نگاہ کی غلطی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی نگاہ کسی غلطی اور دھوکے سے پاک ہے۔

۴۔اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ ترجمہ:اللہ کل شی ءکا خالق ہے۔

یہ بات ان ممکنات میں شامل ہے۔جس کا کسی زمانے میں وجود ہو۔واجب اور محال کو نہیں۔پھر اس ممکن کو بھی نہیں۔جو نہ کبھی ہوا تھا۔نہ ابدالآباد تک کبھی ہوگا۔

۵۔ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ ترجمہ: ہر چیز ہم نے شمار کر دی ہے ایک روشن پیشوا اور امام میں۔

یہ آیات صرف ان چیزوں پر مشتمل ہیں۔ جو ازل سے آخر تک ہوئیں اور ہوں گی ان میں غیر متناہی علوم نہیں ہیں کیونکہ متناہی تو معدود ہوتا ہے۔ وہ بعض حدوں میں گھر جاتا ہے اور وہ غیر متناہی کو گھیر نہیں سکتا۔ مندرجہ بالا دلائل میں ہم نے قرآن کی پانچ آیات پیش کی ہیں۔ پانچوں جگہ ایک ہی لفظ کل کا استعمال ہوا ہے۔ لفظ ایک ہے ہر جگہ اس سے عموم ہی مراد ہے مگر ہر بات نے اتنی کثیر چیزوں کا احاطہ کیا ہے۔ جو اس کے دائرہ میں ہیں نہ وہ چیزیں جو اس سے باہر ہیں۔ اور اس کی قابلیت نہیں رکھتا اس بات پر کوئی عقلمند اور دانشور شک نہیں کر سکتا چہ جائیکہ ایک فاضل اور قرآن کا عالم!

ہم سابقہ صفحات پر یہ ثابت کر آئے ہیں کہ قرآن عظیم کی آیات اور صحاح کی احادیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم پر ناطق ہیں۔ روز اول سے آخر تک جمیع ما كَانَ وَمَا يَكُون یعنی تمام مکتوبات لوح محفوظ کا علم ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے اور علماء کرام نے اس مسئلہ کی تصریح بھی فرمائی ہے۔

حضرت علامہ علاء الدین مدقق رحمۃ اللہ علیہ نے الدر المختار لکھی ہے اور واضح کیا ہے کہ بعض اسماء جو خالق و مخلوق میں مشترک ہیں ان کا بولنا جائز ہے۔ صرف ایک بات سامنے رکھی جائے گی کہ مخلوق کے لیے اس کے معانی اور لیے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے اور ہوں گے۔ یہ بات کہ کل شے کا عالم ہے۔ جب اللہ کی طرف منسوب ہوگی تو پہلے معانی یعنی ذاتی اور کلی ہوں گے لیکن جب یہی بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہوگی

تو اس سے مراد عطائی اور انعامی معانی ہوں گے۔ ایسے نظریہ میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

جواب پنجم: ہمارے آقا شیخ محقق عبدالحق محدث بخاری دہلوی قدس سرہ جو احناف کے جملہ علماء اور اکابر اولیاء میں شمار ہوتے ہیں ان کی شہرت علمی سے کان اور مکان بھرے ہوئے ہیں۔ ان کی علمی خوشبوؤں کی مہک سے عالم اسلام کے شہر اور میدان مہک اٹھے ہیں۔ ہمارے علماء مکہ بھی ان کی جلالت شان اور رفعت علمی سے آگاہ ہیں۔ حضرت شیخ محدث کی گراں قدر تصانیف عالم اسلام میں داد تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ لوگوں نے دینی معاملات میں ان کتابوں سے بے پناہ فائدہ اٹھایا ہے۔ ان میں ''لمعات التنقیح شرح مشکوۃ المصابیح''، ''اشعۃ اللمعات'' چار جلدیں، جذب القلوب، شرح سفر السعادۃ دو جلدیں، فتح المنان فی تائید مذہب النعمان، شرح فتوح الغیب، حضور نبی کریم ﷺ کے احوال پر ''مدارج النبوت'' دو جلدیں، اخبار الاخیار، آداب الصالحین، اصول حدیث پر ایک مختصر رسالہ اہل علم کے مطالعہ میں آ چکی ہیں۔[1] حضرت شیخ کی وفات کو تقریباً تین سو برس گزر چکے ہیں۔ آپ کا مزار دہلی میں مرجع خلائق ہے اور لوگ روحانی برکات حاصل کرتے ہیں۔

اس امام جلیل القدر والفخر قدس سرہ نے اپنی کتاب ''مدارج النبوت'' کا آغاز اسی آیہ کریمہ سے کیا ہے اور فرمایا ہے کہ جس طرح یہ کلمات اللہ کی حمد و ثنا بیان کرتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم میں اپنی حمد بیان فرمائی۔ اسی طرح اپنے محبوب مکرم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت بیان فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو بھی بڑے محمود اور مطلوب ناموں سے یاد فرمایا ہے۔ قرآن حکیم اور احادیث قدسی میں ہزاروں اسمائے حسنیٰ

---

[1] ان تصانیف کے علاوہ ''محدث دہلوی'' مولفہ جناب خلیق احمد نظامی ملاحظہ فرمائیں۔ جس میں آپ کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تصانیف کی تفصیل دی گئی ہے۔ (فاروقی)

جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب فرمایا ہے۔ نور، حق، حلیم، حکیم، مومن، مہیمن، ولی، ہادی، رؤف و رحیم کے علاوہ ہزاروں مشترکہ نام بیان فرمائے مگر یہ چاروں نام خصوصیت سے حضور کو عطا فرمائے گئے۔ اول، آخر، ظاہر اور باطن ایسے ہی اسماء حسنیٰ میں سے ہیں۔ ہر نام کی وجہ اور شرح بھی بیان فرمائی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر شے کا عالم قرار دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی علمی رفعت: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے کئی شانوں اور مراتب سے نوازا ہے۔ ان میں صفات حق کے احکام، اسماء، افعال اور آثار غرضیکہ جمیع اشیاء کا علم عطا فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جمیع علوم اول و آخر ظاہر و باطن کا احاطہ فرمایا۔ آپ اس آیۃ کریمہ کے مصداق کامل ہیں: فَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ ہر علم والے کے اوپر بھی ایک علم والا ہے۔ علیہ من الصلوات افضلها ومن التحیات اکملها۔

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اوصاف کریمہ کا اظہار شریعت میں جرم ہے تو میں کہوں گا حضرت محدث دہلوی کا گناہ تو ہمارے مجیب سے بڑھ کر ہوگا، حالانکہ فاضل مجیب کے وہی امام ہیں اور وہی پیشوا ہیں۔ کیا حضرت محدث پر بھی آپ حضرات حکم لگانے کی جسارت کریں گے؟ کیا معاذ اللہ وہ بھی تمہارے فتویٰ کی زد میں آ کر کافر کہلائیں گے؟ حاشا اللہ کیا وہ بھی گمراہ کہلائیں گے؟ کیا وہ عالم اجل، دین کے ستون اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے وارث نہیں ہیں؟ اس کا جواب اگر نہ ملا۔ تو ہم ان نقاب پوشوں کے منہ پر سے پردے اٹھا دیں گے۔

مزید تشریح: یاد رہے کہ ہر زمانہ میں اللہ کے خلفاء مقرر ہوتے رہے ہیں۔ یہ سلسلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم ظاہری سے دنیا میں ظہور لانے تک جاری رہا۔ اللہ تعالیٰ کے آخرین خلیفہ حضور مکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے۔ آپ اس کائنات پر درخشاں آفتاب کی طرح ظاہر ہوئے۔

ہر نور آپ کے نور کے سامنے ماند پڑ گیا۔ ہر روشنی آپ کی ضیاؤں میں گم ہو گئی۔ ہر حکم آپ کے حکم کے سامنے بے اثر ہو گیا۔ تمام شریعتیں اور ادیان عالم آپ کے دین کے سامنے منسوخ ہو گئے۔ آپ کی امامت اور عظمت ظاہر ہو گئی۔ آپ ہی اوّل، آپ ہی آخر، آپ ہی ظاہر، آپ ہی باطن ٹھہرے۔ وہی ہر چیز کا علم لے کر آئے۔ یہ آیۂ کریمہ "سورۃ الحدید" میں آپ کے علوم کی شہادت لے کر جلوہ گر ہوئی ہے۔ حدید (لوہا) میں سختی بھی ہے اور لوگوں کے لیے نفع بھی۔ حضور ﷺ مبعوث ہوئے تو ایک تلوار تھے۔ دنیا پر چھائے تو رحمت کی بارش تھے۔

آیۃ کرسی حضور ﷺ کی نعت ہے: علامہ نظام الدین نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر "غرائب البیان وغایت الفرقان" میں آیۃ الکرسی کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے اور یعلم ما بین ایدیھم کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کی دلیل کے طور پر بیان کیا ہے۔ من ذا الذی یشفع عندہٗ الا باذنہ کو حضور ﷺ سے ہی منسوب کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کون ہے جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور شفاعت کرے گا؟ وہ اللہ کا بندہ خدا کا محبوب ہی اجازت یافتہ شفاعت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کے مطابق آپ کو یہ بشارت اس وقت پوری کر کے دکھائی جائے گی جب آپ مقام محمود پر جلوہ فرما ہوں گے۔ یعلم محمد رسول اللہ وہ تمام احوال جانتے ہیں۔ بین ایدیھم جو آپ کے سامنے ہیں۔ ابتدائی امور سے قبل اور مخلوق کی پیدائش سے بھی پہلے کے وما خلفھم جو آپ کے بعد قیامت تک کے حالات ظاہر ہونے والے ہیں۔ وہ اپنے مطلع بہ خداداد علم سے لوگوں کی مسرتوں، معاملات اور حکایات کو جانتے ہیں۔ آپ سب انبیاء کرام کے حالات اور خبریں بیان فرمائیں گے۔ آپ ہی آخرت کے تمام امور کو جانتے ہیں۔ جنت و دوزخ کے حالات ان کے سامنے ہیں۔ عام لوگ ان حالات سے کچھ نہیں جانتے ہاں صرف اتنا جانتے ہیں الا بما شاء جتنا کہ

کریم ﷺ چاہتے ہیں جتنے علوم احوال آپ کے صدقے اُمت تک پہنچیں۔ وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آپ کی کرسی وسیع ہے۔ زمین و آسمان عرش و فرش اپنی تمام وسعتوں کے باوجود یوں ہیں جیسے آسمان کے نیچے ایک چھلا پڑا ہوا ہو۔ وَلَا یَئُوْدُہٗ حِفْظُھُمَا روحِ انسانی کے لیے آسمان و زمین کے اسرار کا تحفظ گراں نہیں ہے۔ اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اسماء سکھا دیے تھے۔

اب ہم معاندین سے سوال کرتے ہیں کیا حضرت علامہ نیشاپوری کی یہ تفسیر اور وضاحت بھی کفریہ ہے۔[1] (العیاذ باللہ)

میرے تاثرات: میں نے جب نیشاپوری قُدِّسَ سرہ کی تفسیر میں یہ مقام پڑھا تو میرے دل پر اِلقاء ہوا کہ ان کی تشریح کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ میں حضور ﷺ کی ذات کریمہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور آپ ہی کو شفاعت کی اجازت سے نوازا گیا ہے۔ آپ ہی کو بابِ شفاعت کی اجازت سے نوازا گیا ہے۔ آپ ہی باب شفاعت کھولیں گے۔ آپ کے سوا کوئی دوسرا الا باذنہ کا مستحق نہیں۔ سوال کرنے والا یہ بات معلوم کرنے میں کوئی دِقت محسوس نہیں کرتا کہ بارگاہ الٰہی میں شفیع کے لیے اس بات کے بغیر چارۂ کار نہیں کہ وہ پہلے اس شخص کے حالات سے پوری طرح واقف ہو جس کی شفاعت کرنا مقصود ہو۔ جس جس کی شفاعت کرنا ہوگی۔ اس کے ایمانی مراتب، اعمال باطنہ و ظاہرہ کے بارے میں پورا پورا علم ہوگا۔ جو شخص شفاعت رسول کا اہل ہوگا آپ اسی کی شفاعت فرمائیں گے۔ پھر حضور ﷺ کو یہ بھی علم ہوگا کہ اسے کس لغزش پر شفاعت درکار ہے۔ اس کے لیے کس قسم کی شفاعت ضروری ہے اور وہ کس حد تک شفاعت کا سزاوار ہے اور کون سی قسم کی شفاعت

---

[1] یہ سطور اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مصنف علام رحمۃ اللہ علیہ نے قیام مدینہ منورہ کے دوران لکھی تھیں۔

کا حقدار ہے۔ پھر کونسی شفاعت بارگاہ الٰہی میں اسکی نجات کا باعث بن سکے گی کیونکہ شفاعت کی ہزاروں قسمیں ہیں۔ اس کے مواقع اور مقامات ہیں۔ اگر شفاعت کرنے والے کو علم ہی نہ ہو تو وہ کیا شفاعت کرے گا؟

لا یتکلمون الا من اذن له الرحمٰن وقال صوابا۔ (سورۃ النبا: ۳۵)

ترجمہ: ''کوئی بات نہ کرے گا مگر جسے اللہ رحمن نے اذن دیا اور وہ ٹھیک ٹھاک بولا''۔ یہ اجازت حضرت محمد رسول اللہ کو ہی ملی ہے۔

سارے جہانوں کے علوم پر حاوی: نبی کریم ﷺ ہی سارے جہانوں کے علوم پر حاوی ہیں۔ آپ ہی بلاشبہ تمام جہانوں کو جانتے ہیں۔ آپ ہی ہر چیز کو ہر آن میں پہچانتے ہیں: یعلم ما بین ایدیھم آپ ان تمام چیزوں کو جو آپ کے سامنے ہیں جانتے ہیں۔ ما کان جو آپ سے پہلے تھا ما یکون جو آخر زمانے تک ہوگا۔ یہ تمام علم عطا کرنے والے رب نے آپ کو بتا دیا تھا۔ ہم سابقہ صفحات پر احادیث نبویہ سے یہ بات ثابت کر آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر ہر چیز روشن کر دی۔ جو روشن کرنا ضروری تھی جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے سابقہ انبیاء کرام پر روشن کی تھیں۔

حضور ﷺ نے سب کچھ جان لیا۔ اللہ تعالیٰ کی عطا سے جان لیا اور حضور ﷺ کو ان تمام چیزوں کا وہ ادراک ہو گیا جو دوسروں کو نہ ہوا تھا۔

لا یحیطون بشیء من علمه۔ وہ اگلے علم سے کچھ نہیں پاتے جب تک انہیں اسکی تعلیم نہ دی گئی اور جس قدر آپ چاہیں گے۔

یا ایھا الشمس الفضل ھم کواکبھا یظھرن انوار وما للناس فی الظلم۔

آپ ﷺ کی بزرگی کا آفتاب ہیں۔ دوسرے تمام ستارے ہیں جو لوگوں پر اپنے

انوار پھیلاتے رہتے ہیں مگر یہ سارا نور حضور ﷺ کے چشمہ نور سے ہی حاصل ہوتا ہے۔

حضور ﷺ کی شفاعت کی وسعتیں: حضور ﷺ کے مشفوع لھم میں اوّلین و آخرین کی اتنی کثرت ہے کہ ان کا حصر اور شمار کیا ہی نہیں جا سکتا۔ ان تمام کے آپ ایک ہی شفیع ہیں۔ ایک شخصیت ہیں آپ کا سینہ نہ کبھی تنگ ہوتا ہے نہ آپ شفاعت کرنے سے اُکتاتے ہیں۔ حضور ﷺ کا سینہ کیسے تنگ ہوسکتا ہے جبکہ وسع کرسیہ السمٰوٰت والارض کی بشارت آپ کو ملی ہے۔ آپ کے سامنے تو آسمانوں اور زمینوں کی وسعتیں ہیچ ہیں۔ کیا کوئی بد بخت سے بد بخت انسان بھی یہ تصور کرسکتا ہے کہ حضور ﷺ کے قلب کریم جس کے سامنے عرش کی وسعتیں یوں محدود ہیں جیسے آسمانوں کے سامنے ایک مچھر۔ کیا آپ شافع محشر نہیں ہوسکتے۔ ہم لوگ محسوس کرسکتے ہیں کہ اتنی کثرت مخلوق میں سے شاید کوئی آپ کو بھول جائے مگر قرآن نے جواب دیا یہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ ان دونوں آسمان و زمین کی حفاظت اور ان کے درمیان تمام بسنے والی مخلوق کی نگرانی آپ کے ذمہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپکو شفاعت کی قوت عطا فرمائی۔ آپکی شفاعت کی وسعت کا اندازہ اللہ کے علاوہ کوئی نہیں کر سکتا۔

مندرجہ بالا کلام کتاب ''ازالۃ الاوہام'' سے ملخصاً پیش کیا گیا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ہر وہ شخص جو حضور ﷺ کے دامن علم سے وابستہ ہے اسے اس تحریر سے خوشی ہوگی اور اسے قلبی اور ذہنی فرحت حاصل ہوگی۔ وصلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وبارک وسلم۔

وضاحت:

میں اس مقام پر وضاحت کردینا ضروری سمجھتا ہوں کہ مجھے ان آیات کے ان معانی اور تفسیر سے مکمل اتفاق نہیں ہے اور نہ ہی علامہ مفسر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا دعویٰ کیا ہے لیکن

یہ گفتگو ان تاویلات حسنہ اور اشارہ پر مشتمل ہے جو اہل حق اہل باطل کے لیے پیش کرتے ہیں۔ایک حدیث میں ہے: لَا تَدخُلُ الْمَلَائِکَۃُ بَیْتًا فِیہِ کَلْب ۔فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جہاں کتا ہو۔اس کی وجہ یہ ہے کہ دل (قلب) ملائکہ اور تجلیات الٰہیہ کا گھر ہے اور کتا تو شہوات و نجاست کی جگہ ہے۔اہل بصیرت نے ان معانی اور تاویل سے کبھی انکار نہیں کیا۔البتہ حضرات باطن اپنے کمال ایمان و عرفان کی بنا پر ایسے معانی کو پسند کرتے ہیں۔ علامہ سعد الدین تفتازانی نے ''شرح عقائد'' میں بسا اوقات ایسے نکتے بیان فرمائے ہیں جو اگرچہ بعید اور غریب ہوتے ہیں مگر لطیف ہوتے ہیں۔ظاہر بین علماء تو ان پر تنقید کرتے ہیں اور ان کی غلطیاں بیان کرتے ہیں۔مگر ککڑی، کھیرا، بعوض دو دانگ کی صورت میں قبول کیا جاتا ہے۔ایک چیز دوسری چیز کے ساتھ خود بخود بیان ہو جاتی ہے۔قلب بھی ایک مقام ہے جو نصیحت قبول کرتا ہے۔بسا اوقات دل کی گہرائیاں لیلیٰ و سلمیٰ جیسی معشوقان خیالی کی مدح میں رنگ تغزل سے بھی محبوب حقیقی خصوصاً سید الانبیاء کی نسبت سے لطف اندوز اور سبق آموز ہوتی ہیں۔

تفسیروں میں ایسا لکھا گیا ہے کہ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ ترجمہ: تم اللہ کی عبادت ایسے کرو جیسے تم اسے دیکھ رہے ہو۔اگر ایسا نہیں ہو سکتا تو یوں محسوس کرو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔بعض عارفینِ اُمت دوسرے تراہ پر رک گئے۔انہوں نے سوچا اِنْ لَمْ تَکُنْ۔اگر تم ایسا نہ کر سکو۔یعنی تو اپنے نفس سے فنا ہو جائے تو اب اسے دیکھے۔پھر تو مقام مشاہدہ پر پہنچ جائے گا کیونکہ تیرا نفس ہی تیرا حجاب ہے جس کی وجہ سے تو مشاہدۂ حق سے محروم رہتا ہے۔

اس مقام پر علامہ ابن حجر عسقلانی نے اعتراض کیا ہے کہ اگر ان بزرگان دین کی

تاویل اور معانی کو درست مان لیا جائے تو تراہ میں الف نہ ہوتا۔ اور اس طرح ہوتا۔ فانہ یراک. کیونکہ اس کا ماقبل سے کوئی ربط نہیں۔ پھر حدیث کے الفاظ کی روایات پے درپے لائے جو اس تاویل کی متحمل نہیں ہیں کہ اگر تو اسے نہیں دیکھتا تو وہ تجھے دیکھتا ہے۔

اس بحث پر حضرت محدث دہلوی علامہ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے ''لمعات شرح مشکوٰۃ'' میں یوں جواب دیا ہے کہ الف کا مضارع مجزوم میں باقی رہنا ایک مرجہ لغت میں ہے اور اسی بنا پر بروایت ابن کثیر قول الٰہی میں اَرْسِلْہُ معنا غدا یرتع و یلعب اور قول الٰہی وَمَنْ یتقِ و یَصْبِر بھی ایسے ہی ہیں۔ ایک شاعر کا یہ شعر بھی اسی امر کا اظہار کرتا ہے۔ اَلَمْ یاتیک وَالْاَنْبَاءُ تُمنی:

نحوی حضرات جانتے ہیں کہ جب ماضی کی شرط ہو۔ تو جزم و جر ... ب نہیں۔ اگرچہ معنیٰ جیسا کہ یہاں ہے۔ فانہ یراک امکان رُؤیت پر دلالت کرتا ہے مگر دیدارِ الٰہی کا امکان بھی پایا جاتا ہے۔ یعنی ہمارا اللہ تعالیٰ کو جہت و مکان خروج شعاع وغیرہ کے بغیر دیکھنا تو ثابت ہے۔ مگر علماء عربی نے ان معانی کو مختلف زاویوں سے دیکھا ہے یہ ایک ایسی چیز ہے جو ان کے بواطن پر ظاہر ہو جاتی ہے۔ یہ کیفیت غلبہ حال محویت وفنا ان کے دلوں پر وارد ہوتی ہے۔

ہم اس بحث کو اختصار کے ساتھ بیان سمیٹتے ہوئے یوں کہہ سکتے ہیں جس طرح علامہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الباری نے اپنی مشہور کتاب ''مرقات شرح مشکوٰۃ'' میں رد کیا ہے مگر انہوں نے ابواب اوّل اور ثالث میں مفصل گفتگو کی ہے۔ اور آپ نے جواب ثانی پر بحث نہیں کی۔ صرف اتنا کیا کہ جو کہا گیا ہے اس کے موافق نہیں ہے۔ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ تو سابق کلام سے تعلق رکھتا ہے اگرچہ اس کا تعلق لاحق سے بھی ہے۔ میں اس مقام پر بعض شارحین

سے اتفاق نہیں کرسکتا۔

بعض روایات میں یوں ہے کہ فانک ان لا یراہ۔ فانہ یراک تو اگر اس کو نہیں دیکھتا تو وہ تجھے دیکھتا ہے فان لم تره فانک یراک۔ میرے نزدیک ارتباط کی کئی اور وجوہ بھی سامنے آتی ہیں۔ فانہ یراک مجھے اُمید ہے کہ یہ نکتہ لطیف تر اور نفیس ترین ہے۔ جس طرح ہم یہ کہتے ہیں۔ فان لم تکن اگر تو نہ ہوا اور فنا ہو جائے۔ اس کی شہود کی خواہش میں تراہ تو اسے دیکھے گا اور مراد کو پہنچ جائے گا۔ فانہ یراک بیشک وہ تجھے دیکھ رہا ہے اور تجھ سے ایک لحہ بھی غافل نہیں۔ تو جب اس نے تجھے دیکھا تو تو نے اپنی جان اس کے لیے فنا کردی۔ وہ کسی کو ناامید نہیں کرتا کیونکہ تو مقام احسان تک پہنچ گیا ہے اور اللہ تعالیٰ محسنین کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

ایک دوسرا نکتہ یوں سامنے رکھیے۔ فان لم تکن تو اگر نہ ہو تو یقیناً تو اسے دیکھ رہا ہے۔ کیونکہ تو فنا ہو گیا وہی باقی ہے۔ اب وہی اپنی ذات کا دیدار کرنے والا ہے۔ اور کیونکر نہ دیکھے کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے اور تو یقیناً فنا ہو چکا ہے۔ جب تو فنا ہو جائے پھر ہی اسے دیکھ سکے گا۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ اس کی آنکھ کا کوئی پردہ نہیں ہے۔ فانہ یراک تو وہ بیشک تجھے دیکھ رہا ہے اور تو ایک صورت خیالی خواب میں آنے والی پرتو تجلی عکسی وظلی میں سے ہے۔ تو کیسے حسن حقیقی کو اور جمال اصلی کو نہ دیکھ سکے گا۔

امام قشیری رضی اللہ عنہ نے اپنے رسالہ میں حضرت یحییٰ بن رضی علی کی سند سے لکھا ہے کہ حضرت ابو سلیمان دِمشقی نے خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے ''سعتر بری'' کی آواز سنی تو غش کھا کر زمین پر گر گئے۔ جب ہوش میں آئے۔ دوستوں نے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ مجھے معلوم ہوا کہ آواز آرہی ہے۔ سعتر بری یعنی کسرہ بر راوروہ نیکی اور احسان ہے۔ اگرچہ

طواف کرنے والے اسے بہ فتح باپڑھتے ہیں۔ ''کتاب مرقی فی مناقب سید محمد شرقی''۔ میں فاضل مصنف عبدالخالق ابن محمد ابن احمد ابن عبدالقادر (جو سید محمد شرقی کے نواسہ تھے) نے کہا کہ ایک شخص مصر کی گلیوں میں ٹوکرا بھرا سر پر رکھے آواز لگاتا تھا ''سعتر بری'' اس صدا کو اللہ تعالیٰ کے تین بندوں نے سنا اور اس کا علیحدہ علیحدہ مطلب لیا۔ ایک جو اہل ہدایت میں سے تھا نے سعتر بری کا مطلب یہ لیا کہ تو کوشش کر اور میری اطاعت کرتا جا۔ تمہیں میری کرامت کی عطائیں دکھائی دیں گی۔ دوسرا متوسط آدمی تھا اس نے سمجھا یہ شخص سعتر بری کہہ رہا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ میری بھلائی کس قدر وسیع ہے جو شخص مجھ سے محبت کرتا ہے اور میری اطاعت کرتا ہے وہ مجھے پالے گا۔ تیسرا اہل نہایت سے تھا۔ اس نے سمجھا کہ یہ کہہ رہا ہے۔ الساعة تری بری یہ تینوں بزرگ اس ایک جملے سے اپنے اپنے ذوق کے مطابق وجد میں آگئے۔

''احیاء العلوم'' میں حضرت امام غزالی نے لکھا ہے کہ بعض اوقات ایک عجمی بھی عربی شعر پر جھوم اٹھتا ہے اور اسے بھی وجد آجاتا ہے کیونکہ عربی کے بعض حروف عجمی طرز اور وزن پر ہوتے ہیں۔ اگرچہ انکا مفہوم کچھ اور ہوتا ہے مگر عجمی اس مترنم آواز سے ہی لطف اندوز ہو جاتا ہے ایک شعر ملاحظہ فرمائیں:

ما زارنی فی النوم الا خیاله

فقلت له اهلاً و سهلاً مرحبا

میں نے اسے خواب میں خیالی صورت میں دیکھا تو میں نے اسے اہلاً وسہلاً مرحبا! اس شعر پر ایک ایسا شخص جو عربی سے ناواقف تھا۔ وجد میں آگیا۔ لوگوں نے اسے پوچھا: تم کیا سمجھے؟ اس نے بتایا: اس کا مطلب یہ ہے مازارام کہ میں نے قریب ہوں۔

(زار ہذیان فارسی ہلاکت کے ہوتے ہیں) اسے خیال آیا کہ ہم سارے موت کے کنارے پہنچ چکے ہیں تو اس نے اسے اپنے معانی پہنا کر مطلب حاصل کر لیا۔ ہم مندرجہ بالا صفحات میں آیہ کریمہ کی تشریح نہیں کر رہے۔ بلکہ یہ بات واضح کر رہے ہیں کہ مفسرین اور شارحین بسا اوقات اپنے طور پر مختلف معانی بیان کرتے ہیں۔ درحقیقت ہم یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ جو لوگ ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے محجوب اور ناواقف ہیں۔ انہیں آپ کے علوم اور ذات سے اتنی بھی واقفیت نہیں جتنی ایک عام پڑھا لکھا انسان رکھتا ہے تو وہ مقام مصطفیٰ کو کیسے پائیں گے۔ علمائے ظاہر تو اپنی جگہ مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اولیاء کرام کو جو اسرار عطا ہوتے ہیں اس کا ادراک ایسے ظاہر بین علماء کو کس طرح ہوگا؟ یہ لوگ مسلمانوں کی تکفیر سے نہیں ڈرتے اور اپنی جہالت سے ان کے ایمان سے انکار کرتے چلے جاتے ہیں اور پھر اس انکار پر اصرار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو راہ ہدایت پر نہیں لاتا۔ ان لوگوں کا مبلغ علم کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے نور سے محروم ہیں۔ وہ نور بصیرت نہیں پا سکتے۔ نسأل اللہ العفو والعافیة۔

دوسرا سوال: مجیب کا یہ جملہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ازل سے ابد تک جو کچھ ہوا اور ہوگا سب کچھ جانتے ہیں مخالفین کے لیے حیران کن اور قابل اعتراض ہے۔ میرے خیال میں ان لوگوں نے مجیب کے کلام کا ترجمہ کرتے وقت خلط مبحث سے کام لیا ہے۔ ان کے ہاں ازل سے آپ کا تعلق نہیں ہے۔ ازل کی اصطلاح کو جب علم کلام کی روشنی میں دیکھا جائے گا تو یہ معنی ہوں گے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ازل سے موجود ہے۔ جس کی ابتدا نہیں اور یہ کھلا کفر ہے۔ کیونکہ اس سے نبی کریم صاحب کوثر و تسنیم صلی اللہ علیہ وسلم کا قدیم ہونا لازم آتا ہے۔ حالانکہ مجیب کے اقوال میں ایسا نہیں۔ انکی عبارت یوں ہے کہ بے شک جملہ ما لم تکن تعلم شامل ہے ان تمام معلومات و واقعات سے جو گزریں اور ابد تک جو ہوں گی۔

'ازل سے ابد تک' پر ایک نظر: اس عبارت میں حضور کا قدیم ہونا اور ابتداء کا نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ البتہ حضور ﷺ کا علم ازل سے ابد تک کے تمام کائنات کو شامل ہونا ثابت ہے۔ ہم اسی کے بارے میں کلام کریں گے۔ یاد رہے جب ازل سے ابد تک الفاظ بولے جاتے ہیں۔ تو اس سے متکلمین وہ چیز مراد لیتے ہیں جس کے وجود کی ابتدا معلوم نہیں اور وہ جس کے بقا کی انتہا نہیں۔ اس معنی میں جمیع اشیاء کا علم ہونا کوئی محال چیز نہیں اور ہم سابقہ صفحات میں اس کی وضاحت کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی ایسے علم کا مالک ہے۔ کسی مخلوق یا بندے کو یہ قوت حاصل نہیں ہو سکتی اور کسی بندے کے لیے ایسا علم ماننا عقل و نقل کی رو سے محال ہے مگر بارہا ابد و ازل بولنے والوں کا مطلب صرف اتنا ہوتا ہے کہ گزشتہ اور آئندہ کا طویل زمانہ ہے۔

ابد کے معانی: ابد کے معنی حضرت قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان فرمائے ہیں:

''قِدم ہے جس کی ابتدا نہیں''۔

اس معنی کا اطلاق مجازاً اس پر بھی آتا ہے جس کی عمر طویل ہو۔

اسی طرح عارف باللہ امام علامہ سیدی عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''جواہر الدرر'' میں اپنے شیخ عارف باللہ سید علی خواص رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ ''میں نے اپنے استاد سے دریافت کیا کہ حضرت اس سے کیا مراد ہے جب ہم کہتے ہیں کہ اللہ نے لکھ لیا ازل میں۔ باوجودیکہ اَزل کا تعقل نہیں ہے مگر صرف اتنا ہے کہ وہ زمانہ ہے اور زمانہ مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ کا لکھنا قدیم ہے؟

تو آپ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ کتابت ازلیہ سے مراد تو صرف علم الٰہی ہے۔ جس نے تمام اشیاء کو گھیر لیا ہے مگر ازل وہ زمانہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے وجود اور ان موجودات کے درمیان معقول ہے۔ اسی زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لیے تمام

انسانوں کو اپنے رب ہونے کا اقرار کرایا تھا اور یہی وہ زمانہ ہے جب انبیاء کرام نے میثاق کو پورا کرنے کا عہد کیا تھا۔

اس بحث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سوال کرنے والے نے ازل بمعنی زمانہ نہیں لیا۔ بلکہ وہ ایک مخلوق ہے، حادث ہے اور غیر قدیم ہے۔ عارف باللہ مجیب نے یہ نکتہ واضح کر دیا ہے کہ ازل وہ زمانہ ہے جب اللہ تعالیٰ نے میثاق لیا تھا۔ اب ازل کے معانی میں کسی قسم کا شک باقی نہیں رہتا۔

امام احمد بن خطیب قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''مواہب لدنیہ، جلد دوم'' میں فرمایا ہے کہ علامہ ابو محمد مشقر سقراطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مشہور قصیدہ میں کیا خوب فرمایا ہے کہ تمام ملک اللہ کے لیے ہیں۔ یہ اعزاز نبوت کو ازل کے روز ہی عطا فرما دیا گیا تھا اگر ازل سے مراد قِدَم ہے تو اس وقت عرش کہاں تھا؟

میرے سردار عارف باللہ حضرت مولینا نظامی گنجوی قدس سرہ السامی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک نعتیہ شعر کہا ہے:

محمد کازل تا ابد ہر چہ ہست　　　بہ آرایش نام او نقش بست

ازل سے ابد تک جو چیز بھی پیدا کی گئی وہ تو حضور ﷺ کے اسم گرامی سے ہی ظاہر ہوئی تھی۔ یعنی تمام چیزیں حضور ﷺ کے خدام اور حشم سے ہیں اور حضور ﷺ کی عزت و ناموس کے ہی یہ سارے جلوے ہیں۔ میں معترضین سے پوچھتا ہوں کہ یہاں حضرت نظامی نے ازل سے کیا مراد لی ہے؟ اگر اسے کلامی اصطلاح پر لیا جائے تو معاذ اللہ صریح کفر ہے لہذا اسے سید عارف باللہ کے کلام پر حمل کرنا ہوگا۔ میرے نزدیک یہی معانی درست اور صحیح ہیں۔ ازل سے ابد تک کی جگہ روز اول سے روز قیامت تک لکھا گیا مگر اعتراض کرنے والوں کی

عادت ہوتی ہے کہ وہ بس اعتراض ہی کرتے جاتے ہیں۔

جواب دوم: اگر اصل کتاب کے صفحہ ۱۶ کی عبارت سامنے رکھی جائے اور اسے غور سے پڑھ لیا جاتا تو مجیب کی عبارت کا مطلب صاف واضح ہو جاتا اور ہماری طرح صحیح مطلب پر پہنچ جاتے۔ وہ فرماتے ہیں کہ لوح محفوظ میں تمام گزری ہوئی چیزیں لوح محفوظ کا حصہ ہیں۔ دوسرے لفظوں میں اول و آخر کے زمانے کو ان لوگوں میں لوح محفوظ میں محدود مانا ہے۔ تمام متناہی علوم لوح محفوظ کی زینت نہیں تو پھر انہیں روز ازل سے ابد تک کے علوم و اسماء کے ماننے میں کیا تردد ہے؟

صحیح حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابد سے تمام چیزیں لوح میں موجود ہیں۔ اس موجود مرقوم سے وہی مراد ہے جو ہم لے رہے ہیں۔

جواب سوم: کاش یہ حضرات اصل کتاب کا صفحہ ۱۱ پڑھ لیتے۔ ''تفسیر روح البیان'' سے یہ عبارت نقل کی گئی ہے: ''اے نبی تم اپنے رب کے فضل سے پوشیدہ یا محجوب نہیں ہو۔ جو کچھ ازل سے ہوا اور جو کچھ ابد تک ہوگا۔ تم پر کچھ چھپا کر نہیں رکھا گیا۔ لفظ جن کے معانی پوشیدگی ہے بلکہ تم تو جو کچھ گزرا ہے یا ہونے والا ہے ہر چیز سے خبر رکھتے ہو۔''

اس فاضل مفسر نے ہمارے علامہ مجیب کے مطالب کو واضح طور پر بیان فرما دیا ہے اگر یہ بات گناہ ہے تو صاحب ''تفسیر روح البیان'' پر اعتراض کیا جائے جو مجیب کے پیش رو کی حیثیت سے قرآن کی تفسیر فرما رہے ہیں۔ کیونکہ مجیب نے تو اپنے لفظوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کی وضاحت کی۔ جبکہ مفسر علام اللہ تعالیٰ کے الفاظ کی تفسیر کرتے ہوئے وہی علوم مصطفیٰ بیان کر رہا ہے پھر مفسر پر کفر اور گمراہی کا فتویٰ کیوں نہیں لگایا جاتا؟ پہلے صاحب تفسیر روح البیان پر فتویٰ لگائیں پھر مجیب کو ہدف تنقید بنائیں۔

سوال سوم: مجیب کا یہ دعوٰی بھی معترضین کو اچھا نہیں لگا کہ حضور کا علم تمام غیبوں کو شامل ہے کہ اگر جمیع سے مراد تمام علوم الٰہیہ اور معلومات خداوندی کو تفصیل وار احاطہ کرنا ہے تو ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ ایسا نظریہ کسی بھی مخلوق کے لیے عقلاً اور شرعاً دونوں طرح سے محال ہے۔ لیکن اگر یہ کہا جائے جو کچھ ازل سے ہوا اور ابد تک ہوگا۔ ان تمام پہ حضور ﷺ کے علوم محیط ہیں تو اس میں کسی قسم کا شبہ یا شک نہیں رہتا۔ حضور ﷺ کے علوم تمام ازل و ابد کے معاملات کو محیط ہیں۔ یہ بات حق اور سچ ہے۔ یہ اللہ اور رسول کے کلام سے ثابت ہے۔ کاش یہ لوگ غور کرتے۔ جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تِبیَاناً لِکُلِّ شَیءٍ حضور ﷺ نے فرمایا: نَجلیٰ لِی کُلّ شَیٍ میں نے ہر چیز کو روشن فرما دیا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ہر چیز مجھ پر روشن ہو گئی۔

علماء کرام کی رائے ہے کہ حضور ﷺ کو تمام جزئی اور کلی علوم حاصل ہو گئے تھے اور آپ نے کائنات کے تمام علوم کا احاطہ کر لیا تھا تو پھر حضور سرور کائنات ﷺ کے علوم میں شک کرنے کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے۔ جب نبی کریم ﷺ نے ہر چیز بیان فرما دی۔ نبی کریم ﷺ کے علم نے تمام عالم کا احاطہ کر لیا۔ نبی کریم ﷺ نے جو کچھ گزرا اور جو کچھ ہوگا سب جان لیا۔ حضور ﷺ تمام کائنات کے واقعات کو ایسے دیکھتے ہیں جس طرح آنکھوں کے سامنے ہو رہے ہوں۔ آپ تمام اشیاء مخلوقہ کے عالم ہیں۔ آپ نے تمام علوم اول و آخر ظاہر و باطن کا احاطہ فرما لیا ہے۔ پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ عارف پر ہر شے روشن ہوتی ہے۔ اب ان اقوال و عبارات کے بعد جمیع غیوب کے تسلیم کرنے میں کون سی رکاوٹ رہ جاتی ہے۔ کیا لوگ اپنے اقوال اپنی عقلوں کو کلمات اللہ، کلام رسول اللہ ﷺ اقوال کریمہ، فرمودات علماء کرام سے زیادہ اہم خیال کرتے ہیں؟ اگر ہمارے معاندین عقل کے ناخن لیں تو جس قدر علمی وسعتوں میں غور کریں گے حضور ﷺ کے علوم کی وسعتیں کھلتی نظر آئیں گی اگر یہ نظریہ کفر

، نادانی یا جہالت ہے۔ تو پہلے اللہ رسول کا کلام بدلو۔ علماء و ائمہ کو کافر اور گمراہ قرار دو۔ اس کے بعد حضرت علامہ مجیب پر فتوی بازی کرو۔

سوال چہارم: معترضین کو ایک یہ اعتراض بھی ہے کہ آیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی ابتدا یا انتہاء ہے؟ کیا اس علم کی کوئی حد یا حساب ہے؟ میں کہتا ہوں۔ ابتدا تو ضرور ہے کیونکہ آپ مخلوق ہیں اور مخلوق کا علم حادث ہوتا ہے اور حادث ہی ہے، لیکن ایک بات یاد رکھیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معلومات کی گنتی اور حساب تو صرف اللہ تعالیٰ کے علم میں ہی ہے کوئی دوسرا اسے حساب و شمار میں نہیں لا سکتا۔ کوئی آدمی یا فرشتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معلومات کو شمار کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اور یہ بات بھی غلط ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم کسی مقام پر جا کر ٹھہر جاتا ہے یا رک جاتا ہے اور اس کی ترقی میں رکاوٹ آجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کا علم مسلسل اضافہ پذیر رکھا ہے۔ ہمارے آقا ابدالآباد تک ذات و صفات الٰہی کے علم میں ترقی فرماتے رہیں گے۔ ہم اس موضوع پر سابقہ صفحات میں تفصیل سے لکھ آئے ہیں۔

سوال پنجم: اعتراض کرنے والے پوچھتے ہیں کہ جب میں یہ کہتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے ذرہ بھر بھی کمی نہیں آتی۔ اس سے کیا مراد ہے؟ کیا ازل سے ابد تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے کوئی شے کم نہیں ہوئی؟ یا کچھ اور مراد ہے میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی ذرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے خارج ہوگا تو یہ صاف حدوث کی طرف ناظر ہوگا۔ ذروں بھی سے لفظ مثقال بڑھا کر سوال میں اشتباہ پیدا کر دیا گیا ہے حالانکہ میں نے مثقال سے لفظ استعمال نہیں کیا تھا۔ معترض میرے کلام میں خود ہی بعض چیزوں کا اضافہ کرکے اپنے لئے راہ ہموار کرنا چاہتا ہے۔ کیونکہ اس طرح معترض "مثقال ذرۃ" کا لفظ پیش کرکے ازل سے ابد تک کے درمیان ثابت کرنا چاہتا ہے کہ ذرہ کا وجود اس وقت موجود تھا اور ازل سے ذروں کا

وجود تسلیم کرانا چاہتا ہے۔ یہ ایک گمراہ کن تخیل ہے۔ وہ لفظ مثقال کو بڑھا کر باور کرانا چاہتا ہے۔ کہ ازل سے بھی کوئی چیز تولی جاتی تھی۔ حالانکہ ازل میں کوئی ایسی چیز نہیں جو مثقالوں میں تولی جائے۔ وہاں تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اسکے اوصاف کامل ہیں۔ تردد احتمال کفر کی طرف ناظر رہ گیا یا اس میں ظاہر ہوا۔ یہ دراصل ان گمراہ کن نظریات کی بنیاد ہے۔ یہ حرکت ایسی ہے جو دوسروں کے لیے کنواں کھودے مگر خود اس میں گر پڑے۔

تین قسم کے انسان: ہم بار بار یہ بات دُہرا چکے ہیں اور روز روشن کی طرح واضح کر چکے ہیں کہ ازل کا لفظ نہ میرے کلام میں ہے نہ وہ معنی اور مطلب جو معترض لینا چاہتا ہے، نہ میری مراد ہے۔ میں جواب دوم میں تین مرتبہ اس کو دُہرا چکا ہوں۔ انسان کے تین مراتب ہوتے ہیں۔ پہلا رتبہ صالح مسلمان کا ہے جو سلامتی کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے اور دوسرے مسلمانوں کے متعلق بدگمانی نہیں کرتا۔ اگر خدانخواستہ شعور سے کوئی ایسا لفظ سنائی دیتا ہے۔ جس کے دو معنی لیے جا سکیں تو وہ اچھی تاویل کرتا ہے اور برائی اور نقصان سے پھیر دیتا ہے۔ دوسرا وہ رتبہ ہے جسے توفیق تو نہیں ہوتی مگر وہ اپنی دیانت سے اپنے آپ کو ایسی شرح سے محفوظ رکھتا ہے جس سے فساد پیدا ہو۔ ایسا انسان اپنے دین کو بھی محفوظ کر لیتا ہے اور اپنے بھائیوں کے لیے بھی ایسی بے معنی چیزیں نہیں سوچتا جس سے کسی قسم کی بدنامی اور تہمت آئے۔ تیسرا وہ شخص ہے جو مندرجہ بالا نعمتوں سے یکسر محروم ہو کر آخری حد تک پہنچ جاتا ہے مگر اسکی آنکھ میں کچھ حیا باقی ہوتی ہے۔ وہ اگر کوئی بری چیز محسوس کر پاتا ہے۔ تو اس کے افشاء کی جرات نہیں کرتا کیونکہ افتراء سے اس کی آنکھ کی حیا اسے روک دیتی ہے اور وہ اپنی زبان سے دوسروں کو ایذا نہیں پہنچاتا۔ ہاں معاشرے میں بعض ایسے افراد بھی پائے جاتے ہیں جو حسد کا شکار ہیں وہ تباہ ہو کر حد سے گزر جاتے ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں اور حق سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ وہ

معمولی بات سن کر اعتراض کرتے چلے جاتے ہیں۔ میں ایسے حملہ آور حضرات کو متنبہ کرتا ہوں کہ وہ ہمیشہ نقصان میں رہیں گے۔ ان کے لیے یہی بہتر ہے کہ وہ میرے بیان کردہ مسائل اور گزارشات سے فائدہ اٹھائیں۔ وہ میرے الفاظ کو موڑ توڑ کر ایسے معانی نہ پہنائیں جن کا گمان بھی نہیں ہو سکتا۔ لفظ ازل کی عظیم تصریح موجود ہے۔ میری مراد اسی تصریح اور تاویل سے ہے۔ آخر اور روز اول کے واضح معانی ہیں پھر تاویل و تصریح کے دروازے بند نہیں ہوئے۔ مگر حسد کی بیماری تو انسان کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔

اے میرے دوستو! ان تمام نقائص سے بچو۔ اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری ہدایت کا ذمہ دار ہے۔ الحمد للہ تم الجواب و ظهر الصواب

حرف آخر: سابقہ صفحات کی تحریر ایک کتاب کی شکل میں جمع ہو گئی ہے۔ اس کا نام الدولة المكية بالمادة الغيبية رکھا گیا۔ یہ نام تاریخی اور خوبصورت ہے۔ پھر ان مقاصد پر بھی روشنی ڈالتا ہے جنہیں میں بیان کر چکا ہوں۔ یہ ابجد کے حروف سے سال تالیف و تصنیف کو بھی ظاہر کرتا ہے۔

الحمد للہ۔ اس بندہ ضعیف نے اس کتاب کا پہلا حصہ سات گھنٹوں میں مکمل کر لیا تھا۔ پھر اسے مزید مفید بنانے کے لیے نظر ششم کا اضافہ کیا اور بے پناہ مصروفیتوں کے باوجود آج ظہر کے بعد دوسرا حصہ بھی مکمل ہو گیا۔ اس حصہ پر مجھے ایک گھنٹہ مزید صرف کرنا پڑا۔ بحمد اللہ یہ ۲۷ ذی الحجہ بروز بدھ بوقت عصر مکمل ہو گیا۔

وَ افضل الصلوة و اكمل السلام على المولى المخصوص لطيب الشر متبقيصا بمنه يوم الحشر وعلى آله الكرام وصحبه العظام مادا ر الفجر و ليالي عشر والحمد لله رب العلمين.

تمت بالخير

تلخیص وترجمہ تقاریظ

از

مولانا عبدالرحمٰن تھوی

مفتی مالکیہ، مکہ معظمہ

احمد الجزائری بن السید احمد المدنی

علامہ زماں، یکتائے روزگار، منظورِ انظار، سید عدنان، منبع عرفان، حضرت مولانا شیخ احمد رضا خان کا رسالہ "الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ" کا مطالعہ کیا۔ یہ ایسی تالیف ہے جس سے ہر صاحب توفیق سمجھدار انسان نفع حاصل کرے گا۔ مصنف پر یہ الزام کہ علم الٰہی اور علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں مساوات کے قائل ہیں، اس رسالے کے مطالعے سے غلط ثابت ہوتا ہے۔ رسالے میں ایسی کوئی بات نہیں۔

اللہ تعالیٰ اس کے مؤلف کو اپنے افضال سے نوازے اور مسلمانوں میں ان جیسے بہت سے علماء پیدا کرے۔ آمین! ۱۹ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ/ ۱۹۱۳ء
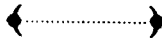
حافظ کتب الحرم، مکہ معظمہ

شیخ اسمٰعیل ابن خلیل

حضرت جناب سیدی خاتمۃ الفقہاء والمحدثین، اطال اللہ بقاءکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل آپ کو آفات سے محفوظ رکھے، آمین! آپ سے جدا ہو گیا مگر دل نہ چاہتا تھا۔ کیا کریں دستورِ زمانہ یہی ہے۔ کئی بار سوچا کہ پھر حاضرِ خدمت ہوں لیکن ماں اور بھائی ضعیف ہو گئے ہیں جن کی خدمت کے لیے

مجبوراً جانا پڑ رہا ہے ورنہ دل تو یہ چاہتا ہے کہ مرتے دم تک آپ کی چوکھٹ پر پڑا رہوں اور آپ کے حضور حاضر رہوں۔

میں جمعہ کے روز نماز کے وقت بمبئی پہنچا، حاجی محمد قاسم صاحب میرے ٹیلی گرام کے مطابق اسٹیشن پر انتظار میں تھے، وہ اپنے گھر لے گئے۔ میں نے خیال کیا شاید ان کے بال بچے یہیں ہوں گے لیکن رات کو معلوم ہوا کہ میری وجہ سے پورا گھر خالی کرا دیا گیا ہے۔ اس پر مجھے خوشی تو ہوئی مگر ساتھ ہی اپنے نفس پر ملامت کرتے ہوئے میں نے کہا کہ تو لوگوں پر کیسا بوجھ ہے، کیا ہر جگہ ایسا ہی کریگا؟ حاجی صاحب اپنے لڑکوں کے ساتھ ہمارے پاس رہتے ہیں اور بے حد خدمت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں صلہ عطا فرمائے، آمین!

حضور! حاجی صاحب نہایت ہی عبادت گزار ہیں۔ رات کو صرف دو گھنٹے سوتے ہیں، باقی رات نماز اور تلاوت قرآن میں گزار دیتے ہیں۔ کاروباری انہماک کے باوجود اتنی محنت و ریاضت کرتے ہیں۔

میری طرف سے حضرت مولانا حامد رضا صاحب، حضرت مولانا مصطفیٰ رضا صاحب اور حاجی کفایت اللہ صاحب کو تحفہ سلام قبول ہو۔ ان حضرات نے میرے ساتھ جو احسان کیا ہے اس کا بدلہ میں نہیں دے سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہی اس کا صلہ عطا فرمائے۔ میری جانب سے میاں والدہ یعنی مولانا حامد رضا خاں اور مولانا مصطفیٰ رضا صاحب کی والدہ میرا سلام قبول فرمائیں۔ ان کا ذکر ادباً مناسب تو نہیں لیکن میں اپنے آپ کو آپ کا تیسرا فرزند شمار کرتا ہوں ـــــــ ان سے فرمائیں کہ سعادت دعا سے مجھے نوازیں۔ میں آپ کے احسانات کا شکریہ ادا نہیں کرسکتا۔ دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ آپ کو خوب خوب نوازے اور روز محشر میرا دستگیر بنائے۔ آمین!

آپ کا بیٹا، حافظ کتب، اسمٰعیل ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء

مدرس حرم نبوی، مکہ معظمہ،

حسین بن محمد

عالم و عامل، سنی کامل شیخ احمد رضا خاں بریلوی کی تالیف ''الدولة المكية بالمادة الغيبية ''میں نے مطالعہ کی، اس میں ایسی قوی دلیلیں ہیں جو مخالفین کو خاموش کر دیتی ہیں۔ جو شخص بھی اس کتاب کے مقابلے پر کوئی نظریہ پیش کرے گا، مغلوب ہو گا۔ (صفر ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء)
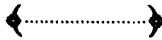
مدینہ منورہ

محمد یحییٰ

حضرت استاذ مکرم شیخ محمد کریم اللہ صاحب کی طرف سے سلام پیش خدمت ہے۔

گذارش ہے کہ "الدّولة المكية "سے متعلق پہلا اور دوسرا ٹیلیگرام موصول ہوا۔

اس سلسلے میں حضرت استاد شیخ عبدالحمید آفندی عطّار نے فرمایا ہے کہ میں نے مفتی آفندی صاحب کو تقریظ کے لیے مذکورہ کتاب روانہ کر دی ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ وہ تقریظ جلد لکھ کر مجھے بھیج دیں گے پھر میں آپ کی خدمت میں روانہ کردوں گا۔ (۱۵ رجب ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء)
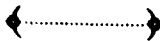
مدینہ منورہ

احمد بن محمد بن محمد خیر السناری

حقیقت محمدیہ کو پرکھنے سے ساری کائنات عاجز ہے، خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ابوبکر! اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا، میری حقیقت کو میرے مالک کے سوا کوئی نہیں جانتا۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو انبیاء و اولیاء، صلحاء اور علماء نے اپنے اپنے ادراک کے مطابق جانا پہچانا ہے۔ مقام قرب میں تفاوت ہے اس لیے مدرکین کے مقامات بھی مختلف ہیں۔ سب ہی نے روح مبارک حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے فیض پایا ہے، آپ ابوالارواح ہیں۔

مخالفین جاہل قوم ہیں۔ وہ حق سے اس قدر غافل ہو گئے جس کی مثال نہیں ملتی۔ حضرت علامہ استاذ فاضل شیخ احمد رضا خاں بریلوی کی تالیف "الدولۃ المکیہ" میں نے مطالعہ کی۔ اس میں مؤلف نے منکرین کا خوب رد کیا ہے، اللہ تعالےٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے، آمین! ۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۲ء)
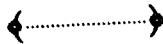
مدینہ منورہ

سید عمر بن سید مصطفےٰ غیطہ

سعادت ابدیہ کا امیدوار سید عمر بن مصطفےٰ غیطہ، خادم حدیث حرم نبوی عرض کرتا ہے

کہ حضرت علامہ عارف ربانی، استاد کبیر، عالم بے نظیر حضرت شیخ احمد رضا خاں کی تالیف ''الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ ''مسجد نبوی میں مجھے سنائی گئی۔ میں نے اس کو مختصر مگر جامع وصحیح پایا۔ یہ وہم کی تاریکی سے نکال کر فہم کی روشنی کی طرف لے جاتی ہے، میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس کو مفید بنائے، آمین ۲۴/ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ/ ۱۹۱۳ء
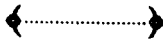
مدینہ منورہ

عبدالقادر حلمی الحسنی الخطیب

جب میں مدینہ منورہ میں زیارت روضہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوا تو بعض احباب نے علامۃ الہند وعلامۃ الدہر حضرت مولانا شیخ احمد رضا خاں صاحب کی تالیف "الدولۃ المکیہ" کو دیکھنے کے لیے اصرار کیا، چونکہ وطن واپسی کا وقت قریب آچکا تھا اسے لیے جلدی جلدی رسالہ مذکورہ کو پڑھا، میں نے اسے سرچشمہ تحقیق پایا۔ اس سے واضح ہو گیا کہ مؤلف علام کے بارے میں جو یہ مشہور کیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے برابر سمجھتے ہیں؛ سراسر جھوٹ و بہتان ہے، اس الزام کے خلاف یہ کتاب ایک روشن ثبوت ہے۔ (۲۲ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ/ ۱۹۱۳ء)
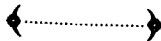
مدرس حرم نبوی، مدینہ منورہ

عبدالکریم ابن التارزی بن عزوز التونسی

استاذ کامل، فرید عصر، یگانۂ دہر حضرت علامہ شیخ احمد رضا خاں کی تالیف "الدولۃ المکیہ" دیکھنے کی سعادت حاصل ہوئی، اس کے مضامین قابل اتباع ہیں جو حقیقت میں الہامات ربانیہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ مؤلف علام کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان جیسے افراد بکثرت پیدا فرمائے، آمین!
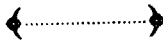
مدینہ منورہ

عبداللہ احمد سعد گیلانی الحسنی الحسینی الحموی

اس رسالہ معتبرہ کو کسی تعریف و توصیف کی حاجت نہیں۔ اس لیے میں نے اس طرف سے پہلوتہی کیا۔ اس کے علاوہ بڑے بڑے علماء و فضلاء اس پر اپنے تاثرات اور تعریفیں لکھ چکے ہیں۔ ہمیں صرف مؤلف سلمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں لکھنا ہے۔

آپ کی ذات گرامی مشہور و معروف ہے، مدینہ پاک میں سید احمد علی اور شیخ کریم اللہ سے ملاقات ہوئی۔ دونوں نے آپ کی تعریف و توصیف کی۔ جب ان حضرات سے معلوم ہوا کہ آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال عشق اور حضرت غوث اعظم سے کمال محبت ہے تو اللہ کے لیے مجھے ان سے محبت ہوئی اس لیے کہ محبوب کا دوست بھی محبوب ہوا کرتا ہے ــــــــ ہر چیز کو آثار سے پرکھا جاتا ہے۔ آپ کے آثار ان حضرات کی گواہی کی تصدیق کرتے ہیں۔ کاش کہ آپ کے اعداء انصاف سے کام لیتے اور آپ کی محبت رسول کی قدر کرتے تو سر جھکائے بغیر نہ رہتے۔

حضرت! آپ اس قوم کی ملامت سے غمگین نہ ہوں۔ ان کا جھوٹ اس وقت ظاہر

ہوا جب وہ اپنے زعم میں آپ کو آزمانے لگے پھر آپ کو بے داغ پا کر مایوس ہوئے، آپ کو اجر عظیم ملا اور آپ کی رفعت اور قدر و منزلت میں اضافہ ہوا گویا کہ دشمنوں نے آپ کی عزت و حرمت بڑھانے میں سرتوڑ کوششیں کی چنانچہ کہا جاتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی مدد کرنا چاہتا ہے تو اس کے دشمنوں کو اس کے لیے مددگار بنا دیتا ہے، ایسا کیوں نہ ہو، ______ آپ اس قول کے مصداق ہیں کہ "جبرئیل علیہ السلام اس شخص کے ساتھ ہوتا ہے جو حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے محبت کا عہد کرتا ہے" اور یقیناً اللہ تعالیٰ روح القدس کے ذریعہ آپ کی مدد فرماتا ہے، آپ غالب ہیں اور علم کا عَلَم آپ کے سر پر لہرا رہا ہے ______ میں اس مقام رفیع پر آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔
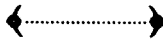
مدرس حرم نبوی، مدینہ منورہ

علی بن علی الرحمانی

یہ رسالہ عالم علامہ، بحر فہامہ، معدن فصاحت و بلاغت، اجل علماء اہل السنۃ والجماعۃ، مولانا و استاذنا شیخ احمد رضا خاں کی تالیف ہے، میں نے اس رسالے کو شافی و کافی اور جامع و وافی پایا جو مولف بزرگ کے کمال علم پر دلالت کرتا ہے، بیشک وہ اکابر علماء اہل سنت میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی ذات اور ان کی تصانیف سے نفع پہنچائے اور ان کے برکات و نفحات ہم پر اور تمام مسلمانوں پر لوٹاتا رہے، آمین!

میں نے اس بزرگ اور بلند مرتبہ تالیف کے مطالعہ کی تاریخ لکھی ہے۔
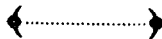
مدینہ منورہ

محمد بن سید الواسع حسینی الادریسی

۱۳۲۰ھ میں جبکہ میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوں، فخر ہند علامہ شیخ احمد رضا خاں کی تصنیف ''الدولة المكية بالمادة الغيبية '' کی خبر ملی۔ مجھے یہ رسالہ بہت پسند آیا۔ اللہ تعالیٰ اس رسالہ مبارکہ کے مصنف کو جو صاحب نقد و نظر ہیں، بہترین جزاء عطا فرمائے۔ اس مبارک تصنیف سے انہوں نے اہل سنت کے دلوں کو مسرور کیا۔

بعض غیب تو بعض اولیاء امت بھی جانتے ہیں چنانچہ میرے والد ماجد سید واسع سے زندگی میں اور انتقال کے بعد بہت سی ایسی کرامتیں ظہور میں آئیں جو علوم غیبیہ کی خبر دیتی ہیں تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ کی کیا بات، جو اولین و آخرین کے سردار ہیں۔ (۱۳ جمادی الثانیہ ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۲ء)

مدینہ منورہ
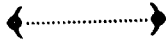
محمد توفیق الایوبی الانصاری

رسالہ ''الدولة المكية بالمادة الغيبية '' جو حجم میں چھوٹا ہے، مگر معلومات کے لحاظ سے بڑا ہے۔ فاضل مصنف سے میری التجاء ہے کہ اپنی دعاؤں میں مجھے شامل رکھیں۔ ان کی دعائیں قبولیت کے شایان شان ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخلصانہ محبت رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ مصنف کو بہتر بدلہ عطا فرمائے اور آخرت میں اپنی کامل نعمتوں سے

سرفراز فرمائے، آمین!

بیشک مصنف پاکیزہ بیان والے ہیں، انہوں نے اپنے پاکیزہ دلائل بیان کر کے مخلوق وخالق کے علم میں فرق کر دیا ہے اور اپنے بے خطا تیر سے حقیقت کے جگر کو شکار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان جیسی ہستیاں زیادہ سے زیادہ پیدا فرمائے اور اپنے جود وسخا کی بارشیں کرے، آمین!
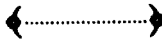
مدرس حرم نبوی، مدینہ منورہ

یعقوب بن رجب

مدرس حرم نبوی یعقوب بن رجب ایک خواب عرض کرتا ہے جو اس رات دیکھا جس رات کتاب "الدولۃ المکیہ" حاصل کی۔ ہوا یہ کہ میں دولت مکیہ کا خطبہ پڑھ کر سو گیا، خواب میں دیکھتا ہوں کہ آسمان کھل گیا ہے جس پر لکھا ہوا ہے:

''کتاب نور سے ہے اور کتاب کے حروف انتہائی تعظیم کے لائق ہیں''

اس سے مجھے انشراح صدر حاصل ہوا اور میں نے یقین کیا کہ یہ خواب کتاب کے مطالعہ کی برکت سے نصیب ہوا، پھر جب اس کتاب کو پورا پڑھ چکا تو حضرت مؤلف کی مدح میں چند کلمات لکھے اور سو گیا، خواب میں دیکھا کہ حجرہ مقدسہ کا دروازہ طبوبہ کسی خادم نے کھولا اور کچھ لوگ داخل ہوئے ہیں اور میں بھی حضرت حمزہ کی زیارت کے ارادہ سے داخل ہوا ہوں۔ دیوار پر میں نے ایک پیالہ دیکھا، میں سمجھا کہ اس میں پانی ہے، مجھے پینے کا اشتیاق ہوا لیکن اجازت لینے کے لیے توقف کیا ______ پھر مجھے معراج سے واپسی پر حضور علیہ الصلوۃ و

السلام کا یہ قصہ یاد آ گیا کہ آپ جب معراج سے واپس تشریف لا رہے تھے کسی اونٹ پر آپ نے پانی کا پیالہ دیکھا اور بلا اذن نوش فرمایا تو میں نے بھی اس پیالے کو اٹھایا، اس میں خالص دودھ تھا، اس کو میں نے سیر ہو کر پیا، پھر بھی باقی بچ گیا، دیکھتا ہوں کہ میں باب طوبہ کے پاس کھڑا ہوں اور کتاب (الدولۃ المکیہ) میرے سینے پر ہے جس کو ہاتھوں سے سمیٹے ہوئے ہوں، پھر آنکھ کھل گئی ۔ مجھے یقین ہو گیا کہ یہ کتاب بڑی شان والی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاں مرغوب ومحبوب ہے۔(ذی القعدہ ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء)
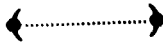
مدینہ منورہ

محمد یٰسین بن سعید

ادیب لبیب شیخ احمد رضا خاں کی تالیف ''الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ'' مطالعہ کی اور اس کو قابل قبول پایا کیونکہ یہ ان باتوں سے پاک ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں اور اس میں ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر جمیل ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے مصنف کو آپ کے طفیل مقبولیت وسعادت عطا فرمائے اور ان کی تمام امیدیں وآرزوئیں برلائے، آمین! (رمضان المبارک ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء)
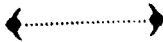
مدینہ منورہ

محمود بن صبغۃ اللہ

یگانہ روزگار، یکتائے زمانہ، علامہ دہر مولانا احمد رضا خاں کی تالیف ''الدولۃ

المكية بالمادة الغيبية ''مطالعہ کی۔ بیشک اس رسالے میں ایسی باتیں ہیں جو بیمار کو صحت عطا کریں اور تشنہ کاموں کو سیراب کریں، اس رسالے میں مسئلہ علم غیب کی پوری پوری تحقیق کی ہے اور ان امور کی حقیقت واضح کر دی ہے جن میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو دونوں جہان میں اچھا بدلہ عطا فرمائے اور دونوں جہان میں ان کے درجات بلند فرمائے، آمین! (۱۵ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ/ ۱۹۱۳ء)
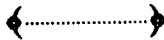
مدرس حرم نبوی، مدینہ منورہ

محمود بن علی عبد الرحمٰن الشوبل

بندہ حقیر، مدرس حرم نبوی محمود بن شیخ علی عبد الرحمٰن شوبل عرض کرتا ہے کہ حضرت عالم النحریر، دراکۃ الشہیر، امام، مرشد شیخ احمد رضا خاں ہندی کی تالیف (الدولۃ المکیہ) میں نے مطالعہ کی، اس کے مضامین امام الانبیاء سید الاصفیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر عجیب انداز سے لکھے گئے ہیں، اس کو آنکھوں کے پانی سے دلوں پر لکھنا چاہیے۔ (یکم ربیع الاول ۱۳۳۱ھ ۱۹۱۳ء)
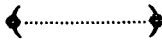
مدرس حرم نبوی، مدینہ منورہ

مصطفٰے ابن التارزی بن عزوز التونسی

میں نے رسالہ ''الدولۃ المکیہ'' کے مطالعہ کا شرف حاصل کیا۔ اس کے مؤلف رہبر ورہنما، علامہ اکبر اور عمدۃ الفہامہ ہیں، اپنے علم وکمال کی وجہ سے مشہور ہیں، عارف باللہ ہیں

اور ہر حال و مقام میں اللہ ہی کی طرف بلاتے ہیں یعنی ہمارے سردار احمد رضا خاں صاحب، ان کی مساعی مقبول و محمود ہوں، ان کی عنایات بلند اور لطف و کرم ہمیشہ ہمیشہ جاری رہیں ــــــ میں نے اس رسالے کی اصولی باتوں کے لفظی جواہر کی طرف توجہ اور اس کے باغ معانی کے پھولوں میں فکر کو جولاں کیا تو میں نے اس کے بے مثال موتیوں کو خوش بیان اور خوب مضبوط پایا، اس کے روشن فائدوں سے ذہنوں کے باغوں میں روشنیاں پھیل گئیں ــــــ اس کی شاخیں اور جڑیں فیصلہ کن اور واضح قرآنی آیتوں صحیح و مشہور حدیثوں اور اعلیٰ قسم کی عقلی روشن دلیلوں سے لدی ہوئی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمالات علمیہ کی پاسبان ہے اور عقائد اہل سنت و جماعت کے عین مطابق، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل و کمال کی حقیقت کا علم اللہ ہی کو ہے جس نے آپ کو یہ علوم عطا فرمائے، اس سے انکار ایک جاہل ہی کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مولف کو خوب خوب نوازے۔ وہ استاد کامل اور جامع (معقول و منقول) ہیں، وہ ابر باراں کی طرح فیض رساں ہیں، انہوں نے بندگان خدا کو فائدے پہنچائے اور ان کو راہ دکھلائی، انہوں نے شہروں کو روشن کیا، یہ ان کے شرف و بزرگی اور حسن سیرت کی دلیل ہے اور ان کے اخلاص، پاکیزگی، طبعی ذکاوت اور آگہی کا روشن ثبوت، وہ معقول و منقول اور اصول و فروع کے میدانوں میں گوئے سبقت لے گئے ہیں، اللہ تعالیٰ مسلمانوں میں ان جیسے اور بہت سے افراد پیدا کرے، آمین!

(۱۰ شعبان ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء)
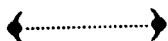
مدینہ منورہ

موسیٰ علی الشامی الازہری الاحمدی الدردیری

میں نے رسالہ "الدولۃ المکیہ" کا مطالعہ کیا، اس کو شفاء پایا اور اہل حق یعنی اہل سنت و جماعت کے دلوں کی دوا______ اللہ تعالیٰ اس رسالے کے مصنف کو اسلام اور اہل اسلام کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اور سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ میں دونوں جہاں میں اپنی عنایات نازل فرمائے، اس لیے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ علم غیب کی تائید کے لیے کھڑے ہو گئے ہیں جس سے کتاب اللہ اور حدیثیں بھری ہوئی ہیں۔ یہاں تک کہ یہ مسئلہ آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہو گیا۔

مصنف کتاب، اماموں کے امام، اس امت کے دین کے مجدد ہیں، یقین کے نور اور قلوب کے انوار کی تائید سے آراستہ ہیں____ ون؟____ شیخ احمد رضا خاں! اللہ تعالیٰ ان کو دونوں جہان میں قبول و رضوان عطا فرمائے، آمین! (یکم ربیع الاول ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء)
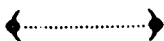
مدینہ منورہ

ھدایۃ اللہ بن محمود بن محمد سعید السندی الکبری

بندہ ضعیف جب ۹ محرم ۱۳۳۰ھ کو چھٹی مرتبہ زیارت روضہ مبارکہ حضور علیہ الصلوٰۃ

السلام کے لئے حاضر ہوا تو زیارت کے بعد مواجہ شریفہ میں جامع الفضائل والخصائل مولانا محمد کریم اللہ سے ملاقات ہوئی، انہوں نے مجدد ماتہ حاضرہ حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ شیخ احمد رضا خاں حنفی قادری کی تالیف جلیل "الدولۃ المکیہ" کا ذکر کیا، میں عرصہ دراز سے اس رسالے کا مشتاق تھا، یہ میری دیرینہ آرزو مولانائے مذکور کی وساطت سے پوری ہوئی، میں نے کتاب مطالعہ کی اور محظوظ ہوا، اس قدر مسرور ہوا کہ جس کے بیان سے زبان وقلم دونوں عاجز ہیں۔ میں نے تحقیق وتدقیق میں اس رسالے کو خوب سے خوب تر پایا اور مجھے یقین ہو گیا کہ شنید، دید کی مانند نہیں ہوتی۔

جو کچھ حضرت مولف علامہ کے مخالفین نے پروپیگنڈہ کیا تھا کہ مولف علامہ، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر سمجھتے ہیں، یہ الزام سراسر جھوٹ ہے جو مخالفین کے حسد وبغاوت کی پیداوار ہے بلکہ ان کے جہل مرکب اور کند ذہنی کی دلیل ہے، کاش ان کو معلوم ہوتا کہ حسد صرف ہلاک کرتا ہے اور حاسد کبھی رہبر نہیں بن سکتا، اللہ تعالیٰ کے حضور ایسی جھوٹی قوم سے شکایت ہے جو افتراء پر فخر کرتے ہوئے اس آیہ کریمہ سے روگرداں ہے: انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون۔ ان لوگوں کی گھٹیا درجہ کی حرکتوں میں یہ ہے کہ اپنی گھڑی ہوئی باتوں کو مشہور کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے، اس وقت اللہ تعالیٰ کی اس آیہ کریمہ کو بھول جاتے ہیں: ان الذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا و اثما مبینا۔

کاش ان لوگوں کی آنکھوں پر حسد وبغض کے پردے نہ ہوتے تو مذکورہ رسالے کے کئی مقامات پر مولف علام کی تحریر کی روشنی اپنے باطل دعوؤں کو پادر ہوا پاتے ____ مثلاً:

نظر اول میں مؤلف فرماتے ہیں: ''علم ذاتی اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے جو بھی علم ذاتی میں سے ادنیٰ سے ادنیٰ بھی کسی کے لیے ثابت کرے تو وہ کافر ومشرک ہے۔''

اور فرماتے ہیں: ''علم غیر متناہی بھی اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے۔''

اور فرماتے ہیں: ''کوئی بھی شخص اللہ تعالیٰ کے علم کو تفصیلاً، شرعاً اور عقلاً احاطہ نہیں کر سکتا بلکہ تمامی جہانوں کے علوم جمع کیے جائیں تو ان کی نسبت اللہ تعالیٰ کے علوم کے سامنے ایک قطرے کے ہزارویں حصے میں سے کسی ایک حصہ کی ہزار ہا سمندروں کی طرف نسبت کی مانند ہے۔''

نظر ثانی میں فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ کائنات کے علم کی مساوات کا خیال بھی کسی مسلمان کے دل میں نہیں آسکتا۔''

نظر ثالث میں فرماتے ہیں: ''علم ذاتی مطلق محیط تفصیلی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، مخلوقات کو صرف علم عطائی حاصل ہے۔''

نظر خامس میں فرماتے ہیں: ''ہم کسی مخلوق کا علم اللہ کے علم کے برابر اور مستقل نہیں مانتے بلکہ بعض عطائی مانتے ہیں۔''

پس مخالفین، مساوات کا ڈھنڈورہ کیسے پیٹتے ہیں! ____ کیسے حق سے ہٹے جاتے ہیں! (۱۴ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۲ء)

مدرس حرم نبوی، مدینہ منورہ

یٰسین احمد الخیاری
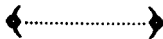
میں نے ایک موجزن سمندر، ایک عظیم المرتبت کتاب مطالعہ کی ______ (کونسی کتاب) ______ "الدولة المكية بالمادة الغيبية" ______ مسائل شریفہ کی تحقیق کے لیے یہ ایک قاموس ہے اور بزرگ و بلند معارف کی توفیق کے لیے ایک حصار ہے ____ کیوں نہ ہو، وہ محدثین کے امام ہیں، یگانہ روزگار اور یکتائے زمانہ ہیں ____ کون؟ ____ مولانا الکامل السید احمد رضا خاں، اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں ان کو لباس معرفت میں جلوہ گر رکھے، آمین! (۱۴ ذی القعدہ ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء)
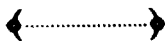
مدینہ منورہ

یوسف بن اسمٰعیل النبہانی

اس سال ۱۳۳۱ھ میں مدینہ منورہ میں بعض فاضل علماء خصوصاً سید عبد الباری بن علامہ سید امین رضوان نے خواہش ظاہر کی کہ میں علامہ امام احمد رضا خاں کی تالیف "الدولة المكية بالمادة الغيبية" پر تقریظ لکھوں، ان سے قبل عالم باعمل، شیخ کریم اللہ ہندی نے بیروت کے پتے پر مجھ سے خط وکتابت کی تھی، جب اس دفعہ سید عبد الباری نے کتاب میرے پاس بھیجی تو میں نے اس کو شروع سے آخر تک پڑھا اور تمام دینی کتابوں میں زیادہ نفع بخش اور مفید پایا، اس کی دلیلیں بڑی مستحکم ہیں جو ایک امام کبیر، علامہ اجل ہی کی طرف سے ظاہر ہو سکتی ہیں، اللہ تعالیٰ اس کے مصنف سے راضی رہے اور اپنی عنایتوں سے ان کو راضی کرے، آمین!
(صفر ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء)
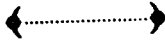
شام

احمد رمضان

۱۳۳۱ھ میں جب زیارت کے ارادے سے مدینہ منورہ حاضر ہوا تو بعض فضلاء نے حضرت علامہ امام احمد رضا خاں ہندی کی تالیف "الدولۃ المکیہ" سے آگاہ کیا، میں نے اس کتاب کا مطالعہ کیا اور اس کو حسن بیان اور پختگی برہان میں آفتاب کی مانند چمکتا پایا، یہ حقیقت صاحب بصیرت اہل دل اور اہل تقویٰ پر پوشیدہ نہیں۔ علامہ موصوف نے خالق اور مخلوق کے علم کا عمدہ طریقے سے فرق بیان کر دیا ہے جو عین حق ہے ______ اللہ تبارک و تعالیٰ مؤلف علام کو جزائے خیر عطا فرمائے اور علماء اہل سنت و جماعت کی تائید فرمائے اور ہم کو ان لوگوں میں کر دے جو سن کر اچھی باتوں پر عمل کرتے ہیں، آمین!
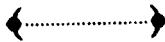
شام

عبد الحمید بکری العطار شافعی

میں ماہ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ میں سید الموجودات، اشرف المخلوقات کے دربار میں بقصد زیارت حاضر ہوا تو مجھے حرم شریف کے خدمت گار حضرت علامہ احمد الخطیب طرابلسی نے رسالہ (الدولۃ المکیۃ) کا مطالعہ کرایا، اس رسالے میں مشاہیر علمائے ہند میں سے ایک

عالم حضرت علامہ، مدقق ومحقق مولی الہمام احمد رضا خاں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض خصائل وفضائل واضح طور پر بیان فرمائے ہیں جن میں اہل سنت و جماعت کا کوئی اختلاف نہیں۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو اس کا صلہ عطا فرمائے اور اس کے نفع کو عام فرمائے، آمین!

دمشق

محمد آفندی الحکیم

باغ و بہار، بے مثل کتاب "الدولۃ المکیہ" کے مطالعہ سے محظوظ ہوا۔ میری معرفت میں اضافہ اور میرے قلب میں پختگی پیدا ہوئی، یہ کتاب مؤلف علام کے معارف نقلیہ وعقلیہ اور شریعت محمدیہ کے لئے ان کی غیرت پر گواہ ہے، اللہ تعالیٰ اسلام میں ان جیسے علماء بکثرت پیدا کرے جو ہدایت وارشاد کیلئے آفتاب بن کر چمکیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت علامہ احمد رضا خاں کو اپنی عنایت اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے طفیل رہتی دنیا تک سچائی پر قائم رکھے اور یہ باطل کو مٹاتے رہیں اور حق کو ثابت کرتے رہیں، آمین!

(۷اصفر ۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۴ء)
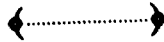
محمد امین سوید

علامہ کبیر، فہامہ شہیر، محقق ومدقق کامل شیخ احمد رضا خاں کی تالیف "الدولۃ المکیۃ

بالمادۃ الغیبیۃ" کا مطالعہ کیا، میں نے اسے ایک ایسا عظیم الشان سایہ دار درخت پایا جو اپنے دامن میں مذہب اسلام کا جوہر سمیٹے ہوئے ہے اور ایک چمن ہے جو عقائد اہل ایمان کا نچوڑ ہے۔

بیشک علم ذاتی محیط، اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا اپنے مخصوصین کو ایسے علم سے آگاہ کرنا جس سے وہ پہلے نا آشنا تھے، ایسی بات ہے جس کے جائز اور واقع ہونے میں کوئی شک نہیں۔ یہ علم ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم پر موقوف ہے جو بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے علوم سے مطلع کیا جو آپ کے لیے خاص ہیں اور آپ کے سوا تمام مخلوقات ان سے نا آشنا ہے۔ (۱۶ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء)

دمشق

محمد امین السفر جلانی

میں نے اہم کتاب (الدولۃ المکیہ) مطالعہ کی، یہ اہل ایمان کے عقائد کا خلاصہ ہے اور اہل سنت و جماعت کے مذہب کی مؤید ہے ____ رسالہ مذکورہ مولف علامہ، مرشد فہامہ شیخ احمد رضا خاں ہندی کی عظمت شان پر گواہی دے رہا ہے، اللہ تعالیٰ آخرت میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے جھنڈے تلے ان کو اور ہم کو جمع فرمائے، آمین

(۲۴ صفر ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء)

دمشق

محمود بن سید العطار

میں نے اس اہم رسالے کو مختصر وقت میں دیکھا، یہ مؤلف علام کی تحقیق و تدقیق کی شہادت کے ساتھ ساتھ اس بات پر بھی گواہ ہے کہ مؤلف اہل سنت و جماعت میں سے ہیں۔آپ نے اپنے رسالے میں یہ ثابت کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علوم غیبیہ عطائیہ حاصل ہیں، اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ علم غیب جس تک مخلوق کی رسائی ممکن نہیں مگر اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اس پر مطلع فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اہل سنت و جماعت کے مذہب کی تائید کے لیے آپ جیسے حضرات بکثرت پیدا کرے، آمین!
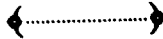
دمشق

محمد تاج الدین بن محمد بدر الدین

۱۳۳۱ھ میں جب دمشق سے مدینہ منورہ حاضر ہوا اور سید العالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چوکھٹ کی زیارت سے شرف یاب ہوا تو مجھے ''الدولۃ المکیہ'' کے مطالعہ کے لیے کہا گیا چنانچہ میں نے اس کتاب کو اس طرح مضطربانہ دیکھا جس طرح دوست دوست کو جدا ہوتے وقت دیکھتا ہے، میں نے اسے بے مثل پایا، اس کی صداقت بیانی اور استقامت نشانی روشن ہے____ ایسا نہ ہو کہ اس کتاب کے مؤلف بڑے صاحب فضل مولانا شیخ احمد رضا خاں ہیں جو اپنے ہم مثلوں میں بہترین اور قدر و منزلت والے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزا عطا

فرمائے اور ہم سب کو قیامت کے دن حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع فرمائے، آمین!

میں نے چند وجوہات کی وجہ سے تقریظ میں اختصار کو پیش نظر رکھا، پہلی بات تو یہ کہ مؤلف کے اوصاف تفصیل وتطویل سے بے نیاز ہیں، دوسری بات یہ ہے کہ میں دیار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہو رہا ہوں، آنکھیں اشکبار ہیں اور یہ تقریظ لکھ رہا ہوں (۹ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ/ ۱۹۱۳ء)
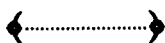
دمشق

محمد عطا اللہ القسم

کتاب '' الدولۃ المکیہ '' مطالعہ کی، یہ سیدھی راہ دکھانے والی ہے اور قرآن و حدیث واقوال صحیحہ پر مشتمل ہے، مؤلف علام حضرت شیخ احمد رضا خاں کو اللہ تعالیٰ خوب خوب نوازے اور ان کا فیض عوام وخواص پر ہمیشہ ہمیشہ جاری رہے، انہوں نے اچھی تحقیق کر کے عوام کو فائدہ پہنچایا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل ہماری اور ان کی مدد فرمائے اور حسن خاتمہ فرمائے، آمین! (ربیع الاول ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء)
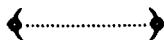
دمشق

محمد القاسمی

عالم وعامل، فاضل وکامل حضرت شیخ احمد رضا خاں کی تالیف '' الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ '' مطالعہ کی، یہ اپنے موضوع پر فیصلہ کن کتاب ہے اور حکمت سے معمور ہے، مولف

قابل مبارک باد ہیں کہ ان مباحث میں غور و فکر کے بعد گروہ باطل کے جمع کردہ دلائل کو پارہ پارہ کر دیا، یہ عین حق ہے کیونکہ مولف کتاب فضائل و کمالات کے ایسے جامع ہیں جن کے سامنے بڑے سے بڑا ہیچ ہے، وہ فضل کے باپ اور بیٹے ہیں، ان کی فضیلت کا یقین دشمن و دوست دونوں کو ہے، ان کا علمی مقام بہت بلند ہے، ان کی مثال لوگوں میں بہت کم ہے، اللہ تعالیٰ ان کی حیات سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے اور ہم کو ان کو ان کی برکات سے سرفراز فرمائے، آمین! (۲ رمضان المبارک ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء)

دمشق
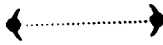
محمد یحییٰ الکلبی الحضہندی

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام علوم عطا فرمائے اور تمام پوشیدہ رازوں سے آگاہ فرمائے، ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ساری مخلوقات تک اللہ تعالیٰ کا علم پہنچانے کے لیے آپ واسطہ عظمیٰ ہیں، اس بات کو وہی سمجھ سکتا ہے جس کو معرفت حاصل ہو، جاہل کو کیا پتا! ______ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مؤلف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہمیں ان کے ساتھ قیامت کے دن حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے جھنڈے تلے جمع فرمائے۔ آمین! (۲۱ صفر ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء)

دمشق

محمد یحییٰ المکتبی الحسینی

مجاور مدینۃ النبی، استاد محترم مولوی شیخ کریم اللہ کی وساطت سے علامہ محقق شیخ احمد رضا خاں کی تالیف ''الدولۃ المکیہ'' کے مطالعہ سے مشرف ہوا، میں نے اس رسالے کو عقائد سلف کے مطابق پایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غیوب کے متعلق خبر دینا آپکی دوسری تمام نشانیوں اور معجزات کی طرح ہے، ابن تیمیہ نے بھی ابواب الصحیح میں ان کا ذکر کیا ہے، کوئی اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں اور ولیوں میں سے کسی کو غیب پر مطلع نہیں کیا کیونکہ قرآن کریم ایسے واقعات سے بھرا ہوا ہے، مثلاً حضرت موسیٰ و حضرت خضر کا واقعہ، اور تو اور حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر کے واقعات اور ہمارے زمانے میں ہمارے استاد شیخ محمد بدرالدین محدث سے بھی ایسے واقعات ظہور پذیر ہوئے ہیں جو اخبار غیبیہ سے متعلق ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے اور مسلمانوں کے قلوب کو منور فرمائے اور ہم تمام لوگوں کو ان باتوں کی توفیق عطا فرمائے جن میں اس کی اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا ہو، آمین! (۷ صفر ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء)
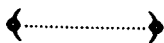
دمشق

مصطفےٰ بن محمد آفندی الشطی

بعض ایسے احباب نے رسالہ ''الدولۃ المکیہ'' پر تقریظ لکھنے کی فرمائش کی جن کی فرمائش کو

ٹالا نہیں جا سکتا، تعمیل ارشاد میں یہ چند کلمات لکھے ہیں:

حضرت مؤلف علام نے جو کچھ لکھا ہے، حق و صحیح ہے، اس سے جناب مولف کی وسعت علمی اور فضل و کمال کا ثبوت ملتا ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔ اس امت میں علامہ جیسے فرد کا پایا جانا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، جس پر ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں۔

الدولۃ المکیۃ

پر تقاریظ لکھنے والے علمائے کرام کے اسمائے گرامی اور انکے مختصر حالات

حضرت مولانا عبدالحق صاحب انصاری مدظلہٗ

مؤلف

"تاریخ الدولۃ المکیۃ"

مقرظین کے اسماء گرامی

ان ۸۱ مقرظین کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں۔ اس فہرست میں ابتدائی ۵۹ نام ان علماء کے ہیں جن کی تقاریظ کے مکمل عربی متن و مکمل اردو تراجم دولۃ مکیہ کے مذکورہ بالا تین مختلف ایڈیشنز پر اسی ترتیب سے مطبوع ہیں، جیسے یہاں نام درج ہیں اور ۶۰ نمبر کی تقریظ کا فقط مکمل اردو ترجمہ مطبوع اور اس کے عربی متن کا مخلوط محفوظ ہے۔ پھر نمبر ۶۱ سے ۷۳ تک ان مقرظین کے نام ہیں، جن کی تقاریظ کا مختصر اردو ترجمہ مطبوع ہے جب کہ عربی متن طبع نہیں ہوسکا اور ان کے مخلوطات محفوظ ہیں۔ بعد ازاں نمبر ۷۴ سے ۷۹ تک کی تقاریظ کا نہ تو عربی متن اور نہ ہی اردو ترجمہ شائع ہوا جب کہ انٗ کے مخلوطات محفوظ ہیں۔ آخر میں ان دو مقرظین کے نام ہیں کہ جن کی تقاریظ کے بارے میں کوئی خبر نہیں۔

اور جملہ مقرظین میں سے جن کے سنین وفات دست یاب ہیں، ان کا عیسوی سن وفات ہر نام کے آخر میں دے دیا گیا ہے تاکہ قارئین کو سہولت میسر رہے۔

نمبر شمار	نام	سنہ وفات
1	شیخ اسمٰعیل بن خلیل رحمۃ اللہ تعالی علیہ	۱۹۱۱ء
2	شیخ محمد سعید بن محمد سالم بابُصَیل رحمۃ اللہ تعالی علیہ	۱۹۱۲ء

3	شیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن سراج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۱۹۴۹ء
4	شیخ محمد عابد بن حسین مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۱۹۲۳ء
5	شیخ عبداللہ بن علی بن محمد حُمید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۱۹۲۸ء
6	شیخ محمد صالح بن صدیق کمال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۱۹۱۴ء
7	شیخ احمد بن عبداللہ ابوالخیر مرداد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۱۹۱۶ء
8	شیخ محمد علی بن صدیق کمال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۱۹۱۷ء
9	شیخ عبداللہ بن صادق دحلان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۱۹۴۱ء
10	شیخ عمر بن ابوبکر باجنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۱۹۳۵ء
11	شیخ محمد صالح بن محمد بافضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۱۹۱۴ء
12	شیخ محمد مَرزوقی ابوحسین بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۱۹۴۶ء
13	شیخ محمد علی بن حسین مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۱۹۴۸ء
14	شیخ محمد جمال بن محمد امیر بن حسین مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۱۹۳۰ء
15	شیخ اسعد بن احمد دھان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۱۹۱۹ء
16	شیخ عبدالرحمٰن بن احمد دھان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۱۹۱۸ء
17	شیخ محمد بن یوسف خیاط رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	
18	شیخ محمد بن واسع ادریسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	
19	شیخ محمد مختار بن عطارد جاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۱۹۳۰ء
20	شیخ احمد بن احمد الجزائری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	
21	شیخ عثمان بن عبدالسلام داغستانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۱۹۰۷ء
22	شیخ محمد تاج الدین بن مصطفیٰ الیاس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	
23	شیخ سید حسین بن عبدالقادر طرابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	

24 شیخ حمدان ونیسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

25 شیخ علوی بن احمد بافقیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

26 شیخ عبداللہ بن عودہ صوفان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۹۱۳ء

27 شیخ محمد عبدالباری بن محمد امین رضوان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۹۳۰ء

28 شیخ عباس بن محمد امین رضوان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۹۲۸ء

29 شیخ محمد سعید بن محمد ادریسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

30 مولانا احمد علی بن بشیر الدین رامپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

31 شیخ علی بن احمد حصار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

32 شیخ احمد بن محمد اسعد گیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

33 مولانا غلام محمد برہان الدین بن نور الحسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

34 شیخ عبدالقادر بن محمد ابن سودہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۹۶۹ء

35 شیخ محمد عبدالوہاب بن محمد یوسف ارزنجانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

36 شیخ عطیہ محمود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

37 شیخ مصطفیٰ بن تارزی عزوز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

38 شیخ احمد بن محمد بن محمد خیر ستاری عباسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

39 مولانا محمد عبدالحق بن شاہ محمد الہ آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۹۱۵ء

40 شیخ موسیٰ بن علی شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

41 شیخ محمد یعقوب بن رجب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

42 شیخ یٰسین بن احمد خیاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۹۲۵ء

43 شیخ محمد یٰسین بن سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

44 شیخ عبدالرحمٰن ودیدار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

45	شیخ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۱۹۳۲ء
46	شیخ حسین بن محمد علی بن علی حسنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	
47	مولانا محمود بن صبغۃ اللہ دراسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	
48	شیخ محمد سعید بن عبدالقادر نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۱۹۲۰ء
49	شیخ محمد توفیق بن محمد ایوبی انصاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۱۹۳۲ء
50	شیخ علی بن علی رحمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	
51	شیخ عبدالحمید بن محمد ادیب عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۱۹۱۷ء
52	شیخ محمد یحییٰ بن احمد زنجا مکتبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۱۹۵۸ء
53	شیخ عبدالوہاب نائب بن عبدالقادر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۱۹۲۶ء
54	شیخ یوسف بن محمد نجیب عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۱۹۵۱ء
55	مولانا سید محمد عثمان قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	
56	شیخ محمد امین بن محمد سوید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۱۹۳۶ء
57	شیخ ابراہیم بن عبدالغنی سقار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	
58	شیخ عبدالرحمٰن بن احمد خلف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	
59	شیخ محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	
60	مولانا ہدایت اللہ بن محمود سندھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	
61	شیخ محمد یحییٰ بن رشید فلکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۱۹۲۲ء
62	شیخ عمر بن مصطفیٰ ضیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۱۹۴۱ء
63	شیخ عبدالقادر بن ابی الفرج الخطیب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۱۹۳۲ء
64	شیخ عبدالکریم بن تارزی عزوز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	

65	شیخ محمود بن علی بن عبدالرحمٰن خویل	۱۹۵۳ء
66	شیخ محمد بن احمد رمضان شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	
67	شیخ محمد بن علی حکیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۱۹۱۷ء
68	شیخ محمد امین بن محمد بن خلیل سَفَر جَلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۱۹۱۶ء
69	شیخ محمود بن رشید عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۱۹۴۳ء
70	شیخ محمد تاج الدین بن محمد بدرالدین حسنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۱۹۴۳ء
71	شیخ محمد عطاء اللہ بن ابراہیم کسم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۱۹۳۸ء
72	شیخ محمد بن قاسم المعروف بہ محمد قاسمی حلاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۱۹۱۸ء
73	شیخ مصطفیٰ بن احمد شطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۱۹۳۹ء
74	شیخ حسن بن مصطفیٰ اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۱۹۳۳ء
75	شیخ محمد بن ادریس قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۱۹۳۱ء
76	شیخ محمد حبیب اللہ بن عبداللہ مایابی شنقیطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۱۹۴۳ء
77	شیخ محمد زاہد بن عمر زاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۱۹۳۰ء
78	شیخ محمد عارف بن محی الدین مَحمَلجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۱۹۱۶ء
79	شیخ مختار بن احمد مؤید عظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۱۹۲۱ء
80	مولانا احمد بن محمد ضیاء الدین بنگالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	
81	شیخ محمد بن جعفر بن ادریس کتانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۱۹۲۶ء

مقرظین کی اہمیت

دولۃ مکیہ کے ۸۱ مقرظین کی بنیادی اہمیت تو یہ ہے کہ سب اپنے دور کی اسلامی دنیا کے جید علماء دین تھے اور ان کا تعلق مذاہب اربعہ سے تھا، پھر یہ کہ مختلف علمی اوصاف سے متصف تھے۔ مثلاً مفسر، محدث، مسند، فقیہ، اصولی، صوفی، مرشد السالکین، شیخ الدلائل، مبلغین اسلام،

اسلامی دنیا کی اہم مساجد کے امام وخطیب و مدرس، مصنف، نحوی، لغوی، ادیب و شاعر، صحافی، اسلامی مدارس کے بانی وسرپرست، قاری، خطاط، فلکی، مؤرخ اور نقاد وغیرہ۔ مزید یہ کہ ان میں سے اکثر مختلف اعلیٰ سرکاری مناصب پر متمکن رہے، مثلاً صدر مملکت، وزیر اعظم، نائب وزیر تعلیم، چیف جسٹس، جسٹس، قاضی، شیخ العلماء، شیخ الخطباء والائمہ، مفتی اعظم، مفتی احناف، مفتی مالکیہ، مفتی شافعیہ، مفتی حنابلہ، مسجد حرم کی ومسجد نبوی کے امام وخطیب و مدرس، شیخ السادة، مجلس شوریٰ کے رکن اور اسلامی علوم کے پروفیسر وغیرہ۔

علاوہ ازیں یہ آج کی اسلامی دنیا کے متعدد ممالک کے باشندے تھے، جن کے نام یہ ہیں، الجزائر، انڈونیشیا، پاکستان، تیونس، سعودی عرب، شام، عراق، فلسطین، مراکش، مصر، موریتانیہ، ہندوستان اور یمن۔ ان معلومات کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ دولۃ مکیہ پر قلم بند کردہ ان کی تقاریظ، مسئلہ علم النبی ﷺ پر اجماع امت کی علامت اور سواد اعظم کے مسلک کا واضح اظہار ہیں۔

مقرظین کے حالات

دولۃ مکیہ پر تقاریظ لکھنے والے یہ علماء کرام اپنے دور کے اکابر علماء عرب تھے۔ لہٰذا ان میں سے اکثر کے حالات وخدمات مختلف عربی رسائل وکتب میں درج ہیں، بلکہ ان میں سے چند کے حالات اردو میں بھی طبع ہو چکے ہیں۔ آئندہ سطور میں ان سب کا مختصر تعارف یک جا قارئین کی نذر کیا جا رہا ہے، جس میں ترتیب اندراج وہی رکھی گئی ہے جیسے مقرظین کے اسماء گرامی گزشتہ سطور میں درج کیے گئے ہیں اور ہر مقرظ کے تعارف وحالات کے علاوہ متعلقہ حاشیہ میں ان اردو وعربی رسائل وکتب کی ممکنہ حد تک نشان دہی کر دی گئی کہ جہاں پر یا تو ان کے حالات کسی قدر تفصیل سے مذکور ہیں اور یا پھر ان سے متعلق کوئی اہم بات موجود ہے۔

آئندہ صفحات پر بعض مقرظین کا فقط نام کی حد تک ذکر کیا گیا ہے، کیوں کہ ان کے حالات پیش نظر کتب میں موجود نہیں۔ لیکن اس صورت میں بھی ان سے متعلق حاشیہ میں ان رسائل وکتب کا حوالہ دے دیا گیا ہے جن میں ان مقرظین کا مختصر ذکر ملتا ہے۔

٭ شیخ سید اسماعیل بن خلیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(وفات ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء)

مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، استنبول میں وفات پائی۔ حنفی عالم، مسجد حرم میں واقع مکتبہ حرم مکی کے نگران و مدیر اعلیٰ۔ ملفوظات اعلیٰ حضرت میں متعدد مقامات پر آپ کی فاضل بریلوی سے ملاقاتوں کا ذکر ملتا ہے[۲۵۷] علاوہ ازیں دونوں کے درمیان مراسلت رہی۔ فاضل بریلوی کے نام آپ کے دو خطوط کا عربی متن[۲۵۸] نیز ان کے اردو تراجم[۲۵۹] مطبوع ہیں۔ آپ ۱۳۲۸ھ میں ملاقات کے لیے بریلی آئے[۲۶۰] قبل ازیں مکہ مکرمہ میں فاضل بریلوی سے خلافت پائی[۲۶۱] الدولۃ المکیۃ کے علاوہ حسام الحرمین اور فتاوی الحرمین کے مقرظ و مؤید۔

٭ شیخ محمد سعید بن محمد سالم بابُصَیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۱۲۴۵ھ-۱۳۳۰ھ/۱۸۲۹ء-۱۹۱۲ء)

مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، وہیں پر وفات پائی۔ پہلے مسجد حرم میں مدرس ہوئے پھر عثمانی حکومت نے 'مفتی شافعیہ' نامی اہم منصب آپ کے سپرد کیا۔ بعد ازاں پورے مکہ مکرمہ میں مختلف سرکاری مناصب پر خدمات انجام دینے والے جملہ علماء کرام کے نگران منصب 'شیخ العلماء' پر آپ کو تعینات کیا گیا، جس پر اپنی وفات تک خدمات انجام دیں اور 'شیخ الاسلام' کے لقب سے جانے گئے۔ چند تصنیفات ہیں، ان میں رد وہابیت پر 'القول المجدی فی الرد علی عبد اللہ بن عبد الرحمٰن السندی' ہے، جو جکارتہ سے شائع ہوئی اور یہ ہندوستان کے غیر مقلد علامہ محمد بشیر سہسوانی (وفات ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء) وغیرہ کی تصنیف 'صیانۃ الانسان' کے تعاقب میں لکھی گئی۔ دیگر تصانیف میں تصوف پر 'اسعاد الرفیق' مطبوعہ بولاق قاہرہ، 'رسالۃ فی اذکار الحج المأثورۃ و آداب السفر و الزیارۃ' مطبوعہ مکہ مکرمہ، 'رسالۃ فی البعث و النشور فی احوال الموتی و

القبور' مطبوعہ قاہرہ اور 'الدرۃ النقیہ فی فضائل ذریۃ خیر البریۃ' وغیرہ کتب ہیں۔[۲۶۲]
آپ نے دولتہ مکیہ کے علاوہ فاضل بریلوی کی مزید دو کتب 'حسام الحرمین علی منحر الکفر و المین' اور 'فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین' پر نیز مولانا غلام دستگیر قصوری کی 'تقدیس الوکیل عن توھین الرشید و الخلیل' پر بھی تائیدی فتاوی وتقاریظ قلم بند کیں، جو ان کتب کے ساتھ مطبوع ہیں۔ بعض اردو تذکرہ نگاروں نے آپ کو فاضل بریلوی کے خلیفہ قرار دیا ہے[۲۶۳] لیکن یہ درست نہیں۔

✱ **شیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن سراج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ**

(۱۲۹۳ھ-۱۳۶۸ھ/۱۸۷۶-۱۹۴۹ء)

مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور اردن کے دارالحکومت عمان میں وفات پائی، وہیں کے شاہی قبرستان میں قبر واقع ہے۔ فاضل بریلوی وغیرہ متعدد اکابر علماء ہند نے آپ کے والد گرامی کی شاگردی اختیار کی۔ آپ نے جامعہ ازہر قاہرہ میں تعلیم پائی، پھر ہندوستان آئے اور حیدرآباد دکن وغیرہ شہروں کا دورہ کیا اور دارالخلافہ استنبول میں ڈیڑھ برس تک مقیم رہے۔ عثمانی عہد کے آخری ایام کے مکہ مکرمہ میں 'مفتی احناف' اور پھر ہاشمی عہد میں ملک کے چیف جسٹس رہے۔ سعودی انقلاب کے دوران اردن ہجرت کی، جہاں ملک کے وزیر اعظم بنائے گئے، جس دوران مسئلہ فلسطین پر توجہ دی۔ اور 'حیلہ اسقاط کی شرعی حیثیت' جس کا ذکر آگے آ رہا ہے، اس پر آپ کی تقریظ سب سے اول درج ہے۔[۲۶۴]

۱۳۳۸ھ میں مولانا احمد علی اعظمی مکہ مکرمہ حاضر ہوئے تو آپ چیف جسٹس مملکت حجاز تھے، اس دوران مولانا اعظمی نے آپ کے دفتر پہنچ کر ملاقات کی۔[۲۶۵]

آپ کے بیٹے شیخ حسین سراج (ولادت ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء) رابطہ عالم اسلامی کے سیکرٹری جنرل رہے۔[۲۶۶]

✱ **شیخ محمد عابد بن حسین مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ**

(۱۲۷۵ھ-۱۳۴۱ھ/۱۸۵۹ء-۱۹۲۳ء)

مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، وہیں پر وفات پائی۔ مدرس مسجد حرم نیز آپ کی رہائش گاہ بھی کسی بڑے مدرسہ سے کم نہ تھی۔ آپ کے والد 'مفتی مالکیہ' تھے، بعدازاں اس گھرانہ کے متعدد علماء مختلف اوقات میں اس منصب سے وابستہ رہے۔ چنانچہ آپ بھی عثمانی اور پھر ہاشمی عہد میں مفتی مالکیہ تعینات رہے۔ گورنر مکہ مکرمہ سید عون رفیق پاشا بن محمد حسنی (وفات ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء) جو ۱۲۹۹ھ سے وفات تک گورنر رہے، مؤرخین نے رعایا پر ان کے ظلم و انتقام کا بطور خاص ذکر کیا ہے [۲۶۷] ۱۳۱۴ھ کو اعلاء کلمۃ الحق کی پاداش میں مذکور گورنر نے چند اکابر علماء کو مکہ مکرمہ سے نکل جانے کا حکم دیا، تب شیخ محمد عابد ان جلاوطن کیے گئے علماء میں سے ایک تھے، تا آں کہ آپ کئی برس بعد اس شہر مقدس میں واپس آئے۔ چند تصنیفات کے نام معلوم ہو سکے جو یہ ہیں، اپنے والد کی تصنیف 'توضیح المناسک' کی شرح 'ھدایۃ الناسک' مطبوعہ مکہ مکرمہ، 'القول الفصل فی تائید سنۃ السدل علی مذھب الامام مالک بن انس' مطبوعہ مکہ مکرمہ، فقہ مالکی پر 'اعذب المقال فی دلیل الارسال' مخطوطہ مخزونہ مکتبہ مکہ مکرمہ، تصوف پر 'رفع البدع و الفساد عن حدیقۃ الذکر و الاوراد'، مخطوطہ مکتبہ مکہ مکرمہ، 'رسالۃ فی اثبات التوسل'۔[۲۶۸]

مولانا امجد علی اعظمی نے مذکور سفر حجاز کے دوران مکہ مکرمہ میں آپ سے ملاقات کی [۲۶۹] الدولۃ المکیۃ کے علاوہ 'حسام الحرمین' اور 'تقدیس الوکیل' کے مقرظ نیز فاضل بریلوی سے خلافت پائی۔

✱ **شیخ عبداللہ بن علی بن محمد حُمید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ**

(۱۲۹۰ھ-۱۳۴۶ھ/۱۸۷۳ء-۱۹۲۸ء)

خطۂ نجد کے علاقہ قصیم کے مرکزی شہر عنیزہ میں پیدا ہوئے، پھر طویل عرصہ مکہ مکرمہ مقیم

رہے اور طائف میں وفات پائی۔ مسجد حرم میں امام و مدرس اور پھر 'مفتی حنابلہ' کے منصب پر تعینات رہے اور عثمانی حکومت کے خاتمہ پر مستعفی ہو گئے، پھر سعودی عہد میں آپ کو قاضی کا منصب پیش کیا گیا جسے آپ نے قبول نہیں کیا۔ آپ کی تصنیفات یہ ہیں، 'تحفة الناسک لاداء المناسک'، مطبوعہ مکہ مکرمہ، 'شرح مختصر علی عقیدة السفارینی'، مخطوط، 'الدر المنضد فی اسماء کتب مذهب الامام احمد'، مطبوع، 'النعت الاکمل فی تراجم اصحاب الامام احمد بن حنبل'۔[۲۷۰]

۱۲۹۳ھ میں مولانا عبدالحی لکھنوی فرنگی محلی حج و زیارت کے لیے گئے تو آپ کے دادا سے سند روایت و اجازت حاصل کی۔

✱ شیخ محمد صالح بن صدیق کمال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۱۲۶۳ھ-۱۳۳۲ھ/۱۸۴۷ء-۱۹۱۴ء)

مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، وہیں پر وفات پائی۔ مسجد حرم کے امام و خطیب و مدرس، پھر ۱۲۹۷ھ کو جدہ شہر کے قاضی بنائے گئے لیکن دیدار کعبہ کا شوق غالب آیا تو دو برس بعد مستعفی ہو کر مکہ مکرمہ آ گئے، جہاں شہر کے نائب قاضی تعینات کر دیے گئے۔ آپ گورنر مکہ مکرمہ سید عبدالمطلب بن غالب حسنی (وفات ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۵ء) جو ۱۲۹۹ھ تک مختلف اوقات میں تین بار اور کل آٹھ برس تک گورنر رہے[۲۷۱] ان کے مشیر و مقرب خاص تھے۔ آئندہ دنوں میں 'مفتی احناف' کا منصب جلیل آپ کے سپرد ہوا اور آخر عمر میں 'شیخ العلماء' بنائے گئے۔ آپ مسجد حرم میں فقہ حنفی کی عظیم کتاب 'الهدایة' کا درس دینے میں شہرت رکھتے تھے۔ آپ کی تصنیفات کے نام یہ ہیں، 'القول المختصر المفید لاهل الانصاف فی بیان الدلیل لعمل اسقاط الصلوٰة و الصوم المشهور عند الاحناف' جو مکہ مکرمہ و لاہور سے شائع ہوئی اور اب خانقاہ نقشبندیہ، مرشد آباد پشاور کے سجادہ نشین حضرت خواجہ ابوالخیر محمد عبداللہ جان حفظہ اللہ تعالیٰ کی تحریک و خواہش پر مولانا سید محمد ذاکر حسین شاہ چشتی سیالوی

حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس کا اردو ترجمہ کیا جو 'حیلۂ اسقاط کی شرعی حیثیت' کے نام سے عربی متن و ترجمہ کے ساتھ یکجا ۱۹۹۵ء میں مرشد آباد پشاور سے شائع ہوئی۔ اس پر مکہ مکرمہ کے پانچ اکابر علماء احناف کی تقاریظ درج ہیں۔ اور دیگر تصانیف میں زیارت روضۂ رسول اللہ ﷺ پر 'رفع الخصام بین صاحب الصارم و صاحب شفاء السقام' مخطوط مخزونہ مکتبہ مکہ مکرمہ، فقہ حنفی پر 'تبصرة الصبیان' اور سانحہ کربلا پر کتب ہیں۔[۲۷۲]

شیخ صالح کمال کا 'دولۃ مکیہ' کی تصنیف سے گہرے تعلق کا ذکر گزشتہ صفحات پر آ چکا اور یہ بھی کہ آپ نے حسام الحرمین اور فتاوی الحرمین نیز تقدیس الوکیل پر تقاریظ لکھیں اور فاضل بریلوی سے مختلف اسلامی علوم میں اجازت و خلافت پائی۔

✸ شیخ احمد بن عبداللہ ابوالخیر مرداد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۱۲۵۹ھ-۱۳۳۵ھ/۱۸۴۳ء-۱۹۱۶ء)

مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے وہیں پر وفات پائی۔ مسجد حرم میں امام و خطیب و مدرس رہے، نیز 'مفتی احناف' کے نائب رہے، جب کہ مفتی کا منصب بارہا آپ کو پیش کیا گیا لیکن آپ معذرت خواہ ہوئے۔ عثمانی حکومت نے مسجد حرم میں تعینات لاتعداد ائمہ و خطباء کی نگرانی اور ان کے امور کی دیکھ بھال کے لیے ایک سربراہ منصب 'شیخ الائمة و الخطباء' تشکیل دے رکھا تھا اور مرداد خاندان کے علماء تقریباً پونے دو صدیوں تک اس پر فائز رہے۔ شیخ عبدالرحمٰن مرداد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (وفات ۱۲۰۷ھ/۱۷۹۳ء تقریباً) اس خانوادہ کے اولین فرد ہیں جو ۱۱۶۵ھ/۱۷۵۲ء کو شیخ الائمة و الخطباء بنائے گئے۔ اور جب ۱۹۰۶ء میں فاضل بریلوی مکہ مکرمہ وارد ہوئے تو یہی شیخ احمد ابوالخیر مرداد اس عہدہ پر متمکن تھے[۲۷۳] بعد ازاں آپ کے فرزند جلیل 'نشر النور' جیسی عظیم کتاب کے مصنف شیخ عبداللہ ابوالخیر مرداد شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (وفات ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء) اس منصب سے وابستہ رہنے والے اس خاندان کے آخری فرد تھے۔[۲۷۴]

شیخ احمد مرداد کے شاگردوں میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی جیسے اکابرین شامل ہیں۔

فاضل بریلوی نے انہی شیخ احمد مرداد کی خواہش پر دولۃ مکیہ میں علم غیب کی بحث کا اضافہ کیا، آپ نے دولۃ مکیہ کے علاوہ حسام الحرمین پر تقاریظ لکھیں، جب کہ مولانا عبدالاحد پیلی بھیتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس موقع پر آپ سے سند روایت واجازت حاصل کی۔ مزید براں "حیلۃ اسقاط کی شرعی حیثیت" پر آپ کی تقریظ موجود ہے۔

✱ **شیخ محمد علی بن صدیق کمال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ**

(۱۲۵۴ھ-۱۳۳۵ھ/۱۸۳۷ء-۱۹۱۷ء)

مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، وہیں پر وفات پائی۔ مدرس مسجد حرم، اہم حنفی عالم، جدہ کی شرعی عدالت میں قاضی تعینات رہے۔ تواضع وقناعت پسندی میں مشہور، حسام الحرمین پر بھی آپ کی تقریظ موجود ہے۔[۲۷۵]

✱ **شیخ سید عبداللہ بن صادق دحلان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ**

(۱۲۹۱ھ-۱۳۶۰ھ/۱۸۷۴ء-۱۹۴۱ء)

مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، انڈونیشیا میں وفات پائی۔ حافظ قرآن مجید، ماہر فلکیات، امام مسجد حرم، شافعی عالم، سیاح، مبلغ اسلام، ممبر زبیدہ مکہ مکرمہ کے نگران ادارہ کے سربراہ۔ آپ کے اساتذہ میں علامہ سید احمد بن زینی دحلان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (وفات ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء) سے فاضل بریلوی وغیرہ اکابر علماء ہند نے اخذ کیا۔ شیخ عبداللہ دحلان نے انڈونیشیا، سری لنکا، سنگاپور اور ملائیشیا وغیرہ ممالک میں متعدد مدارس ومساجد کی بنیاد رکھی۔ آپ ۱۳۲۸ھ اور پھر تقریباً ۱۳۳۶ھ میں ہندوستان تشریف لائے۔ قبل ازیں مکہ مکرمہ میں فاضل بریلوی سے ملاقات واخذ کر چکے تھے اور ۲ ربیع الآخر ۱۳۲۸ھ کو بریلی پہنچ اور آپ سے اجازت وخلافت حاصل کر کے واپس ہوئے۔ بعض اردو تذکرہ نگاروں نے آپ کا سن وصال ۱۳۳۶ھ اور والد کا نام سید احمد لکھا ہے[۲۷۶] جو درست نہیں۔ آپ کی تصنیفات یہ ہیں: اسماء

الطلاب بفرائد قواعد الاعراب'،مطبوعہ بمبئی'،ارشاد ذوی الاحکام الی واجب القضاۃ و الحکام'،خلاصۃ التریاق من سموم الشقاق'،زبدۃ السیرۃ النبویۃ'، 'مفتاح القرأۃ و دلیلہ'۔[۲۷۷]

آپ کے پوتا پروفیسر ڈاکٹر سید عبداللہ دحلان ۱۹۸۸ء اور ۱۹۹۵ء میں چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹریز جدہ کے جنرل سیکرٹری تھے۔

✵ شیخ عمر بن ابو بکر باجنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۱۲۷۴ھ-۱۳۵۴ھ/۱۸۵۷ء-۱۹۳۵ء)

جنوبی یمن کے علاقہ حضر موت کے گاؤں الماء میں پیدا ہوئے، پھر مکہ مکرمہ ہجرت کی اور وہیں پر وفات پائی۔ حافظ قرآن کریم، صوفیہ کے سلسلہ علویہ کے مرشد، معمر، مسجد حرم میں کتب حدیث و تفسیر و فقہ شافعی کے مدرس، ہاشمی عہد میں مفتی شافعیہ کے منصب پر تعینات رہے۔ اہل بیت النبی ﷺ سے محبت میں شہرت پائی۔ مملکت ہاشمیہ حجاز کے بانی شاہ حسین بن علی کے محل میں آپ کا خصوصی خطاب ہوتا اور بادشاہ متعدد امور و معاملات میں آپ پر اعتماد کرتا۔[۲۷۸]

حسام الحرمین اور فتاوی الحرمین پر بھی آپ کی تقریظ و فتویٰ مطبوع ہیں۔

✵ شیخ محمد صالح بن محمد بافضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۱۲۷۷ھ-۱۳۳۳ھ/۱۸۶۰ء-۱۹۱۴ء)

مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، وہیں پر وفات پائی۔ شافعی عالم، مسجد حرم میں تفسیر و غیرہ علوم کے مدرس، صاحب نشر النور نے آپ سے مختلف علوم کی متعدد کتب پڑھیں۔ آپ کی تصانیف میں سے چند کے نام یہ ہیں، فقہ شافعی پر علامہ ابن حجر ہیتمی مکی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی 'تحفۃ المحتاج لشرح المنہاج' پر چار جلدوں پر مشتمل حاشیہ،'تحریم نوع من اللباس المسمی باللاس'۔[۲۷۹]

حسام الحرمین پر بھی تقریظ لکھی جو مطبوع ہے۔

٭ شیخ سید محمد مرزوقی ابو حسین بن عبد الرحمٰن حسینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۱۲۸۴ھ-۱۳۶۵ھ/۱۸۶۷ء-۱۹۴۶ء)

مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، وہیں پر وفات پائی۔ حافظ قرآن کریم، حنفی عالم، مسجد حرم میں مدرس و نماز تراویح کے امام، عثمانی عہد میں مکہ مکرمہ کے نائب قاضی، نیز متعدد سرکاری و غیر سرکاری اعلیٰ مناصب پر تعینات رہے۔ ہاشمی عہد میں محکمہ تعلیم کے اعلیٰ ادارہ نیز خلافت کانفرنس کے رکن رہے۔ سعودی عہد میں مقامی عدالت کے صدر جج اور موتمر اسلامی کے رکن و دیگر اعلیٰ مناصب پر فائز رہے۔ بعد ازاں آپ کے بیٹے شیخ سید حمزہ مرزوقی ابو حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (وفات ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء) سعودی مجلس شوریٰ کے رکن رہے، جب کہ آپ کے پوتا ڈاکٹر سید محمد بن حمزہ مرزوقی، سعودی وزیر تعلیم کے دفتر میں مشیر ہوئے۔[۲۸۰]

الدولۃ المکیۃ کے علاوہ حسام الحرمین پر تقریظ لکھی، نیز فاضل بریلوی سے خلافت پائی اور دیگر تحریروں میں آپ کا ذکر خیر کیا۔

٭ شیخ محمد علی بن حسین مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۱۲۸۷ھ-۱۳۶۷ھ/۱۸۷۰ء-۱۹۴۸ء)

مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، طائف میں وفات پائی اور وہیں پر قبر بنی۔ مدرس مسجد حرم، دارالعلوم دینیہ مکہ مکرمہ کے صدر مدرس، عثمانی و ہاشمی عہد میں "مفتی مالکیہ" رہے۔ عثمانی عہد میں ہی محکمہ انصاف کے ایک اہم شعبہ کے سربراہ وغیرہ مناصب جب کہ ہاشمی عہد میں عدالتی نظام کی اعلیٰ کمیٹی کے رکن رہے۔ علم نحو کے خصوصی ماہر تھے، اسی باعث امام النحویین کہلائے۔

چودھویں صدی ہجری کے علماء مکہ میں کثرت تصانیف میں آپ کا اسم گرامی سرفہرست ہے، ان کی تعداد ۶۵ سے زائد ہے، جن میں سے محض چند شائع ہوئیں۔ آپ کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں، جسم ناپاک ہونے کی صورت میں قرآن مجید کو چھونے کے مسئلہ پر

'اظهار الحق المبین بتائید اجماع الائمة الاربعة علی تحریم مس و حمل القرآن لغیر المتطهرین' مطبوعہ ریاض، علم حدیث پر 'رسالة فی حکم روایة السنة بالمعنی'، میلاد و قیام کے جواز پر 'الھدی التام فی موارد المولد النبوی و ما اعتید فیه من القیام'، ایمان والدین مصطفیٰ ﷺ پر 'سعادة الدارین بنجاة الابوین'، حج و زیارت و تبرکات کے موضوع پر 'بوارق انواء الحج و فضائله و آدابه و ما فیه من حکم و اسرار و فضائل مکة و المدینة و ما جاء فی فضل زیارة النبی ﷺ و صاحبیه و اهل بیته و التبرک بالآثار'، مقام مصطفیٰ ﷺ کے بیان پر 'حیاء الاحلاک بحدیث لولاک لما خلقت الافلاک'، تقلید کے بارے میں 'الصارم المبید لمنکر حکمة التقلید'، مدعی اجتہاد شیخ محمد بن علی شوکانی (وفات ۱۲۵۰ھ/ ۱۸۳۴ء) کے تعاقب میں 'المقصد السدید فی بیان خطأ الشوکانی فیما اتبع به رسالته القول المفید'، فقہ مالکی پر 'ایضاح المناسک علی مذهب الامام مالک'، جوتوں سمیت نماز پڑھنے کے عدم جواز پر 'فتح المتعال فی بیان ضعف القول بسنیة الصلاة بالنعال'، تصوف کے موضوعات پر 'عین الحقیقة فی بیان المقصود بالطریقة' اور 'طوالع الاسرار العطائیة'، اوراد و وظائف پر مشتمل 'الورد العلوی'، رد قادیانیت پر 'القواطع البرهانیة فی بیان افک غلام احمد و اتباعه القادیانیة'، ولادت مصطفیٰ ﷺ کے مقام پر حکومت سعودی عرب کے قائم کردہ کتب خانہ 'مکتبه مکه مکرمه' میں آپ کی تینتیس تصانیف کے مخطوطات محفوظ ہیں اور اس کا ایک ہال آپ کے نام سے منسوب ہے۔

آپ کی اسانید و حالات پر آپ کے اہم شاگرد صاحب تصانیف کثیرہ شیخ محمد یاسین بن عیسیٰ فادانی مکی شافعی نے کتاب 'المسلک الجلی فی اسانید فضیلة الشیخ محمد علی' تصنیف کی جو مطبوع ہے۔[۲۸۱]

الدولة المکیة کے علاوہ حسام الحرمین کے مقرظ، نیز فاضل بریلوی سے خلافت

پائی اور آپ کی مدح میں چھپن اشعار موزوں کیے جو حسام الحرمین میں مطبوع ہیں۔

✸ **شیخ محمد جمال بن محمد امیر بن حسین مالکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ**

(۱۲۸۵ھ-۱۳۴۹ھ/۱۸۶۸ء-۱۹۳۰ء)

مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، وہیں پر وفات پائی۔ مدرس مسجد حرم، محکمہ تعلیم کی مجلس منتظمہ کے رکن، محکمہ انصاف میں ایک شعبہ کے صدر رہے۔ آپ نے علم نحو پر کتاب 'الثمرات الجنیۃ فی الاسئلۃ النحویۃ' ۱۳۲۹ھ میں تصنیف کی، جو آج تک بعض دینی مدارس کے نصاب میں شامل ہے۔ ان دنوں کراچی سے اس کے دو الگ ایڈیشن شائع ہو کر دستیاب ہیں۔ آپ کے دادا اور پھر تین چچا مختلف اوقات میں 'مفتی مالکیہ' تعینات رہے۔[۲۸۲]

الدولۃ المکیۃ کے علاوہ حسام الحرمین کے مقرظ نیز فاضل بریلوی سے خلافت پائی۔

✸ **شیخ اسعد بن احمد دھان رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ**

(۱۲۸۰ھ-۱۳۳۸ھ/۱۸۶۳ء-۱۹۱۹ء)

مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، وہیں پر وفات پائی۔ مدرس مسجد حرم، اہم حنفی عالم، مکہ مکرمہ کی اعلیٰ عدالت کے جج و دیگر مناصب عالیہ پر خدمات انجام دیں[۲۸۳] 'حیلہ اسقاط کی شرعی حیثیت' پر آپ کی تقریظ موجود ہے۔

الدولۃ المکیۃ کے علاوہ حسام الحرمین کے مقرظ و فاضل بریلوی کے خلیفہ۔

✸ **شیخ عبدالرحمٰن بن احمد دھان رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ**

(۱۲۸۳ھ-۱۳۳۷ھ/۱۸۶۶ء-۱۹۱۸ء)

مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، وہیں پر وفات پائی۔ حافظ قرآن مجید، مسجد حرم میں نماز تراویح کے امام و تفسیر و حدیث وغیرہ علوم کے مدرس، مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں مدرس درجہ اوّل، استاذ العلماء، فقہ حنفی کے خصوصی ماہر۔[۲۸۴]

شیعہ فرقہ کے اعمال و افعال تعزیہ سیدنا حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سیدکوبی وغیرہ

کے بارے میں مدرسہ صولتیہ کے چھ علماء نے پانچ سوالات کے جواب میں مشترکہ فتویٰ جاری کیا، جس میں ان اعمال کو ناجائز، بدعت، حرام قرار دیا اور خلفاء اربعہ سے محبت کرنا، اہل سنت وجماعت کے عقائد وخصوصیات میں سے بتایا۔ یہ فتویٰ سوال وجواب کے عربی متن وار دو ترجمہ کے ساتھ 'شمس الاسلام' میں شائع ہوا تھا، جس میں فتویٰ جاری کرنے والے علماء مکہ معظمہ میں شیخ عبدالرحمٰن دھان کا نام سب سے اول درج ہے۔ [۲۸۵]

الدولة المكية کے علاوہ حسام الحرمین پر بھی تقریظ لکھی، نیز فاضل بریلوی سے اجازت وخلافت پائی۔

✸ شیخ محمد بن یوسف خیاط رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء میں زندہ)

مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور انڈونیشیا میں وفات پائی۔ مدرسہ خیاط مکہ مکرمہ کے بانی، شافعی عالم، ماہر فلکیات، ادیب وشاعر، انڈونیشیا میں تدریسی وتبلیغی خدمات ہیں۔ تصنیفات یہ ہیں، 'ثمرة العلم بأم القرىٰ' مطبوعہ مکہ مکرمہ، علم فلکیات پر پہلے 'الباكورة الجنية في عمل الآلة الجيبية' کے نام سے منظوم کتاب لکھی، جس کا مخطوط ریاض یونی ورسٹی میں ہے، پھر خود ہی اس کی شرح 'لآلي الطل الندية على الباكورة الجنية' لکھی، جو مکہ مکرمہ سے شائع ہوئی اور مدرسہ صولتیہ کے نصاب میں شامل کی گئی۔ [۲۸۶]

الدولة المكية کے علاوہ حسام الحرمین وفتاوی الحرمین کے مقرظ ومؤید۔

✸ شیخ سید محمد بن واسع حسینی ادریسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

✸ شیخ محمد مختار بن عطارد جاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۱۲۷۸ھ-۱۳۴۹ھ/۱۸۶۲ء-۱۹۳۰ء)

انڈونیشیا میں پیدا ہوئے، پھر ۱۳۲۱ھ کو مکہ مکرمہ ہجرت کی، وہیں پر وفات پائی۔ عارف باللہ، مسند، شافعی عالم، ماہر فلکیات، مدرس مسجد حرام، آپ کا گھر بھی مدرسہ کی حیثیت رکھتا تھا۔

عرب وعجم کے اکابرین نے آپ سے اخذ کیا۔ چند تصنیفات کے نام یہ ہیں، علم روایت حدیث واسانید پر "اتحاف السادة المحدثین بمسلسلات الاحادیث الاربعین"، "جمع الشوارد من مرویات ابن عطارد"، "الموارد فی شیوخ ابن عطارد"، فلکیات پر "تقریب المقصد فی العمل بالربع المجیب"، "وسیلة الطلاب"۔[۲۸۷]

آپ ۱۳۳۰ھ میں مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو وہیں پر الدولة المکیة پر تقریظ لکھی۔

✸ **شیخ سید احمد بن احمد الجزائری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ**

(۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء میں زندہ)

مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، شیخ سید عبدالقادر جیلانی بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نسل میں سے نیز انہی کے سلسلہ طریقت سے وابستہ، مفتی مالکیہ مدینہ منورہ۔ شیخ محمود عطار دمشقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قول گنگوہی وانبٹھوی کے رد میں "استحباب القیام" لکھی تو آپ نے اس پر تقریظ قلم بند کی[۲۸۸] جو اس کے استنبول ایڈیشن مطبوعہ ۱۹۹۵ء پر موجود ہے۔

فاضل بریلوی سے آپ کی ملاقات کا ذکر ملفوظات میں ملتا ہے[۲۸۹] اسی دوران آپ نے حسام الحرمین پر تقریظ لکھی، جو مطبوع ہے اور ۱۳۲۹ھ میں آپ نے دولة مکیہ کے مندرجات پر چند سطور کی تصدیق لکھ کر اسے مہر سے مزین کیا[۲۹۰] ان دنوں آپ فتویٰ نویسی کرتے تھے مگر حکومت سے کچھ تعلق نہ تھا۔ بعدازاں آپ مستقل "مفتی مالکیہ" از طرف حکومت ہو گئے، سرکار سے معاش معقول بھی مقرر ہو گئی اور حکام میں شمار ہوئے، تب آپ نے ۱۳۳۰ھ میں دولة مکیہ پر مفصل تقریظ لکھی[۲۹۱] آپ کی تصدیق اور تقریظ دونوں اس کتاب پر الگ الگ صفحات پر مطبوع ہیں۔

✸ **شیخ عثمان بن عبدالسلام داغستانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ**

(۱۲۶۹ھ-۱۳۲۵ھ/۱۸۵۳ء-۱۹۰۷ء)

مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، وہیں پر وفات پائی۔ اس مقدس شہر میں آباد احناف کے

ایک ایسے گھرانہ کے اہم فرد جو دو صدیوں تک وہاں کی علمی دنیا میں نمایاں رہا۔ آپ کے جد اعلیٰ محدث وفقیہ، صاحب تصانیف شیخ عبدالسلام بن محمد امین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (وفات ۱۲۰۲ھ/ ۱۷۸۸ء) داغستان کے مقام شروان سے ہجرت کر کے ۱۱۴۰ھ کو مدینہ منورہ آئے۔
شیخ عثمان نے مولانا عبدالغنی مجددی دہلوی مہاجر مدنی وغیرہ سے تعلیم پائی۔ مسجد نبوی میں مدرس وامام وخطیب، ادیب ونعت گو شاعر، نیز ۱۳۰۳ھ سے ۱۳۱۹ھ تک 'مفتیٔ احناف' تعینات رہے۔ آپ کی تصنیفات یہ ہیں:

'مجموعہ فتاویٰ'، دو جلد، 'سر الحرف'، 'شرح مسند الامام احمد بن حنبل'

نیز اپنے اجداد کی تصانیف کو مرتب کیا، ان سب کے مخطوطات مدینہ منورہ میں آپ کی نسل کے پاس محفوظ ہیں۔ آپ کے فرزند شیخ محمد بن عثمان داغستانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی علماء میں سے ہوئے۔ [۲۹۲]

الدولۃ المکیۃ کے علاوہ حسام الحرمین وفتاوی الحرمین نیز تقدیس الوکیل کے مقرظ۔

✸ **شیخ محمد تاج الدین بن مصطفیٰ الیاس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ**

مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء سے قبل وہیں پر وفات پائی [۲۹۳]
مفتیٔ احناف تعینات رہے، مولانا شاہ عبدالغنی مجددی دہلوی مہاجر مدنی کے شاگرد ہیں [۲۹۴]
۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء کو علی پاشا مرحسین مدینہ منورہ کے گورنر بنائے گئے [۲۹۵] جنھوں نے شہریوں سے حقارت اور توہین وتذلیل کا رویہ اختیار کیا تو بغاوت کا جذبہ پھوٹ پڑا، جس نے بڑے مسلح تصادم وفتنہ کی صورت اختیار کر لی۔ اس موقع پر شیخ تاج الدین الیاس نے فریقین کے درمیان مصالحت کی بھرپور کوشش کی [۲۹۶] ملفوظات اعلیٰ حضرت میں آپ کا ذکر ملتا ہے [۲۹۷] الدولۃ المکیۃ کے علاوہ حسام الحرمین کے مقرظ۔

٭ شیخ سید حسین بن عبدالقادر طرابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

معلوم رہے کہ چودھویں صدی ہجری کے ابتدائی عشروں میں مدینہ منورہ میں عبدالقادر طرابلسی نام کے دو اہم علماء ہوئے۔ ایک شیخ سید عبدالقادر ادھمی حسینی طرابلسی اور دوسرے شیخ عبدالقادر بن توفیق شلبی طرابلسی رحمہما اللہ تعالیٰ اور دونوں ہی طرابلس کے باشندہ، حنفی المذہب، صاحب تصانیف اور ادیب و شاعر تھے اور ان میں تمیز کے لیے پہلے شیخ سید عبدالقادر طرابلسی کبیر جب کہ دوسرے شیخ عبدالقادر طرابلسی صغیر کہلائے۔

ان میں سے آخرالذکر کی فاضل بریلوی سے ملاقات ہوئی، حسام الحرمین پر تقریظ مطبوع ہے، یہی علامہ سید احمد برزنجی کے مقرب تھے اور گزشتہ صفحات پر ان کا تعارف آچکا۔

جب کہ اول الذکر یعنی شیخ عبدالقادر طرابلسی کبیر نے ۱۳۱۶ھ/ ۱۸۹۸ء کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ آپ روضۂ رسول اللہ ﷺ کے خادم خاص تھے، متعدد تصانیف ہیں، جن میں سے چند بمبئی سے شائع ہوئیں۔ آپ کی فاضل بریلوی سے ملاقات نہیں ہوئی کیوں کہ آپ فاضل بریلوی کی دوسری بار مدینہ منورہ حاضری سے سات برس قبل وفات پا چکے تھے[۲۹۸] آپ کے چار فرزندان کے نام معلوم ہو سکے، جو یہ ہیں: سید حسین، سید ابراہیم، سید محمد، سید احمد خطیب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ ان میں سے آخرالذکر کا تعارف گزشتہ صفحات پر آچکا اور یہ بھی کہ اول الذکر تینوں بھائی مختلف اوقات میں بریلی آئے۔

شیخ سید عبدالقادر طرابلسی کبیر کے فرزند سید حسین مدنی، مسجد نبوی میں مدرس تھے اور علوم جفر و فلکیات سے اپنے والد کی طرح گہرا لگاؤ رکھتے تھے۔ آپ نے دولۃ مکیہ پر تقریظ لکھی، بعد ازاں بریلی حاضر ہوئے اور مذکورہ علوم میں فاضل بریلوی کی شاگردی اختیار کی، نیز آپ سے اجازت و خلافت پائی۔ اسی موقع پر فاضل بریلوی نے آپ کے لیے عربی کتاب 'اطائب الاکسیر فی علم التکسیر' تصنیف کی[۲۹۹] آپ کے بارے میں فاضل بریلوی کا قول یہ ہے:

''سید حسین مدنی صاحب سا کوئی سیر چشم و بے طمع عربی میں نے ان عرب سے آنے والوں میں نہ دیکھا، ان کی خوبیاں دل پر نقش ہیں'' ---[۳۰۰]

✸ شیخ حمدان ونیسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء میں زندہ)

الجزائر کے شہر قسطنطینہ کے باشندہ پھر ۱۹۰۸ء میں مدینہ منورہ ہجرت کی اور وہیں پر وفات پائی۔ مدرس مسجد نبوی، الجزائر میں اسلامی اقدار کی حفاظت اور فرانسی استعمار سے ملک کی آزادی کے لیے فعال رہے۔ آپ کے شاگردوں میں تحریک آزادئ الجزائر کے مشہور رہنما و جمعیت علماء المسلمین الجزائر کے صدر شیخ عبدالحمید بن محمد بادیس (وفات ۱۳۵۹ھ/ ۱۹۴۰ء) جیسے مشاہیر شامل ہیں۔[۳۰۱]

✸ علامہ سید علوی بن احمد بافقیہ حسینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء میں زندہ)

مدینہ منورہ میں آباد سادات خاندان سے متعلق جملہ امور کے نگران سرکاری منصب 'شیخ السادۃ' پر تعینات رہے۔ علاوہ ازیں شیخ سید احمد برزنجی کے بعد 'مفتی شافعیہ' بنائے گئے۔ آپ علماء مدینہ منورہ کی مجلس منعقد کر کے اس میں علامہ خلیل احمد انبیٹھوی کی متنازع تحریروں پر غور و بحث کے بعد ان کے رد میں مستقل کتاب لکھنے کا ارادہ رکھتے تھے۔[۳۰۲]

✸ شیخ عبداللہ بن عودہ صوفان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۱۲۴۶ھ-۱۳۳۱ھ/۱۸۳۰ء-۱۹۱۲ء)

فلسطین کے شہر نابلس کے قریب گاؤں کفر قدوم میں پیدا ہوئے اور وہیں پر سجدہ کی حالت میں وفات پائی۔ آپ نے دمشق میں تعلیم پائی پھر ۱۳۱۸ھ کو مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور وہاں کئی برس قیام کیا۔ فقیہ حنبلی، محدث، معمر، سیاح، عارف باللہ، متعدد تصانیف میں سے چند یہ ہیں، 'الرحلۃ الحجازیۃ و الریاض الانسیۃ فی الحوادث و المسائل

العلمية ' مطبوعہ ۱۳۲۳ھ ' المنهج الاحمد فی درء المثالب التی تنمی لمذهب الامام احمد ' مخطوط مخزونہ مکتبہ مکہ مکرمہ غالباً بخط مصنف۔ [۳۰۳]

✸ **شیخ سید محمد عبدالباری بن محمد امین رضوان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ**

(۱۲۹۵ھ-۱۳۵۸ھ/ ۱۸۷۸ء-۱۹۴۰ء)

مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور پہلی جنگ عظیم کے دوران ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۷ء میں مکہ مکرمہ ہجرت کی تا آں کہ وہیں پر وفات پائی۔ حافظ قرآن کریم، شافعی عالم، مدرس مسجد نبوی، شیخ الدلائل۔ آپ تین بار ۱۳۲۷ھ، ۱۳۴۰ھ اور ۱۳۴۶ھ میں ہندوستان آئے۔ سعودی حکومت نے آپ کو قاضی کا منصب پیش کیا لیکن آپ نے قبول نہیں کیا۔ آپ کے تین فرزندان سید محمد علی، سید عبدالقادر اور سید عبدالجلیل نے مدرسہ فلاح مکہ مکرمہ میں تعلیم پائی پھر تجارت کا پیشہ اپنایا۔ [۳۰۴]

✸ **شیخ سید عباس بن محمد امین رضوان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ**

(۱۲۹۳ھ-۱۳۴۶ھ/ ۱۸۷۷ء-۱۹۲۸ء)

مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، وہیں پر وفات پائی۔ مدرس مسجد نبوی، شیخ الدلائل، شاعر، شافعی عالم، علم حدیث کے ماہر، تصنیفات یہ ہیں، علم مصطلحات حدیث پر 'فتح البر لشرح بلوغ الوطر ' مطبوعہ قاہرہ، علم روایت پر 'اعلام الناس بآسانید السید عباس ' اور 'نیل الهداية الی فهم اتمام الرواية لقراء النقاية ' مخطوط ریاض یونی ورسٹی، 'واسطة العقد الفريد المنظوم مما تناثر من فرائد الاسانيد ' مطبوعہ قاہرہ، علم اصول فقہ پر 'عمدة الطلاب ' منظوم، نیز اس کی شرح 'نخبة فتح المنعم الوهاب لشرح عمدة الطلاب '، مطبوعہ مدینہ منورہ، علم فرائض پر 'كفاية الطلاب ' منظوم اور اس کی شرح 'ارشاد الاحباب الی اسرار كفاية الطلاب ' مطبوعہ قاہرہ، عروض کے موضوع پر 'اتحاف الاخوان بشرح قصيده الصبان ' مطبوعہ قاہرہ، انساب کے بارے میں 'فتح رب الارباب بما

اھمل فی لب الالباب' مطبوع، مدینہ منورہ کے قبرستان بقیع میں واقع گنبد سیدنا عباس رضی اللہ عنہ
کے اندر مدفون شخصیات کے حالات پر 'فرائد العقود الدریۃ'۔[۳۰۵]
الدولۃ المکیۃ کے علاوہ حسام الحرمین کے مقرظ۔

✸ شیخ سید محمد سعید بن محمد ادریسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء میں زندہ)

مدینہ منورہ میں شیخ الدلائل، مراکشی الاصل، صوفیہ کے سلسلہ قادریہ سے وابستہ، مدرس۔
'طیبۃ و ذکریات الاحبۃ' کے مصنف کے دادا کے بھائی شیخ احمد بن محمد مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
(وفات ۱۳۶۸ھ/۱۹۴۹ء) آپ کے اہم شاگردوں میں سے ہیں[۳۰۶] آپ نے پہلے
۱۳۲۹ھ میں دولۃ مکیہ ملاحظہ فرما کر اس پر تصدیقی مہر ثبت کی[۳۰۷] پھر مکہ مکرمہ سے
شیخ الدلائل مولانا عبدالحق الہ آبادی نے آپ کو بذریعہ خط اس پر مفصل تقریظ لکھنے کو کہا[۳۰۸]
لیکن آپ شیخ سید احمد برزنجی وغیرہ مخالفین کے ڈر سے تقریظ لکھنے سے متردد ہوئے[۳۰۹]
بالآخر قلم بند کی۔آپ کی تصدیق و تقریظ دونوں مطبوع ہیں۔

✸ مولانا سید احمد علی بن بشیر الدین رامپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء میں زندہ)

آپ ۱۳۲۰ھ کے لگ بھگ ہندوستان سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ جا بسے، نسب اور
سلسلۂ طریقت دونوں طرح سے قادری تھے، آپ کے اکثر عزیز و اقارب شہر شاہ جہان پور
نزد دہلی کے محلہ جھنڈہ میں رہتے تھے[۳۱۰] دارالکتب مصریہ قاہرہ میں آپ کی عربی تصنیف
'رسالۃ فی الاشراف الکیلانیین الحمویین القاطنین بالھند' کا قلمی نسخہ موجود ہے
جس کے بارے میں خیال ہے کہ یہ بخط مصنف ہے۔اس میں آپ نے شاہ جہاں آباد میں
موجود گیلانی سادات کے حالات و کرامات و مناقب درج کیے ہیں[۳۱۱] اور مکتبہ
شاہ عبدالعزیز مدینہ منورہ میں آپ کی تالیف 'مختصر مسلسلات ابن عقیلۃ' کا مخطوط

محفوظ ہے، جو خود آپ کا قلم بند کردہ ہے۔[۳۱۲]

نیز آپ نے شاہ اسمٰعیل دہلوی کی 'تـقـویة الایـمـان' اور علامہ اشرف علی تھانوی (وفات ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) کی 'حفظ الایمان' کے علاوہ 'براھین قاطعہ' کی متنازع عبارات کا عربی ترجمہ کر کے ان کے تعاقب میں مستقل کتاب تصنیف کی۔[۳۱۳]

✸ شیخ سید علی بن احمد مھار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مدینہ منورہ مسجد نبوی میں مدرس، شافعی عالم، آپ کا خاندان جنوبی یمن کے علاقہ حضرموت میں آباد حسینی سادات کے اہم گھرانوں میں سے ہے۔

✸ شیخ سید احمد بن محمد اسعد گیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۱۳۳۱ھ میں زندہ اور دارالخلافہ استنبول میں مقیم تھے[۳۱۴] ملک شام کے شہر حماہ کے جید عالم و قادری مرشد، مولانا احمد علی رامپوری سے ملاقات و مراسلت تھی، جنھوں نے آپ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

"من علماء الشام السید الشریف و الحسیب النسیب سیدنا مولانا السید احمد آفندی الحموی الکیلانی دام فضله ابن السید الشریف اسعد آفندی بن السید الشریف نعمان آفندی بن السید الشریف عبد الرزاق شیخ السادة الاشراف فی حماة الشام"---[۳۱۵]

آپ نے قول گنگوہی کے رد میں فتویٰ جاری کیا جو ۱۹۹۵ء میں استنبول سے شائع ہوا۔ مدینہ منورہ قیام کے دوران دولۃ مکیہ پر تقریظ لکھی۔

✸ مولانا سید غلام محمد برھان الدین بن نور الحسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حیدر آباد دکن کے عالم جلیل، قادری سلسلہ سے وابستہ، عربی میں دو تصانیف کے نام یہ ہیں، 'العروة الوثقیٰ فی الدین و العقبیٰ' مطبوعہ حیدر آباد دکن۔ ۱۳۳۰ھ کو مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو بعض احباب کی تحریک پر میلاد و قیام کے اثبات پر 'الوسیلة العظمیٰ فی

الدارین الی من له شفاعة الکبری فی الکونین' وہیں تصنیف کی، جس میں قول گنگوہی کا بھرپور رد کیا، یہ کتاب حیدرآباد اور پھر استنبول سے شائع ہوئی۔[۳۱۶]

مدینہ منورہ قیام کے دوران ہی شیخ محمود عطار دمشقی کے رسالہ استحباب القیام پر تقریظ لکھی[۳۱۷] جو اس کے استنبول ایڈیشن، مطبوعہ ۱۹۹۵ء پر موجود ہے۔

✸ شیخ سید عبدالقادر بن محمد ابن سودہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۱۳۰۱ھ-۱۳۸۹ھ/۱۸۸۴ء-۱۹۶۹ء)

مراکش کے شہر فاس کے مالکی عالم، محدث، مدرس، سیاح، معمر، شاعر، قرویین یونی ورسٹی فاس میں فقہ و حدیث وغیرہ علوم کے استاذ، شاہی مسجد سلطان محمد پنجم کے خطیب، نظم و نثر میں دس سے زائد تصنیفات میں سے بعض کے نام یہ ہیں، توحید و فقہ پر 'النصیحة الکافیة لجمیع اخواننا المسلمین' مطبوعہ فاس، روایت حدیث وغیرہ علوم پر 'نفع العباد فی نظم الروایة و الاسناد' مطبوعہ فاس، سفرنامہ حجاز مقدس وغیرہ مقامات 'الرحلة الکبری فی اخبار هذا العالم برا و بحرا' جلد اول، مطبوعہ فاس، جشن میلاد النبی ﷺ پر 'الموصات الوهبیة فی مولد خیر البریة' مطبوعہ فاس۔ آپ نے سینیگال، فرانس، تیونس، لیبیا، الجزائر، مصر کے دورے کیے۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۵ء میں استعماری حکومت کے مؤقف کی مخالفت کی پاداش میں قید کیے گئے۔ صاحب 'سل النصال' کے والد ماجد۔[۳۱۸]

۱۳۲۸ھ میں حج و زیارت کے لیے گئے تو ۱۳۲۹ھ کو مدینہ منورہ میں دولة مکیہ پر تقریظ لکھی، پیش نظر معلومات کے مطابق آپ نے مقرظین میں سب سے آخر میں وفات پائی۔

✸ شیخ سید محمد عبدالوہاب بن محمد یوسف ارزنجانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء میں زندہ)

ترکی الاصل، مدرس مسجد نبوی مدینہ منورہ، حنفی عالم، صوفیہ کے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ خالدیہ

سے وابستہ۔ آپ نے مذکورہ بالا مقدمات کے دوران صلح کے عمل کو آگے بڑھایا۔[۳۱۹]

✸ شیخ عطیہ محمود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مدرس مسجد نبوی۔

✸ شیخ سید مصطفیٰ بن تارزی عزوز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

تیونس کے مالکی عالم جو وطن سے مدینہ منورہ ہجرت کر آئے۔ ۱۳۳۰ھ میں مولانا سید احمد علی رامپوری و مولانا محمد کریم اللہ پنجابی نے آپ سے تقریظ حاصل کر کے اس کے ساتھ مشترکہ خط لکھ کر اسے فاضل بریلوی کو ارسال کیا، جس میں آپ کے بارے میں یوں لکھا:

''مولانا سید مصطفیٰ صاحب مغربی تونسی مہاجر مدینہ طیبہ زادھا اللہ تعالیٰ شرفا دام مجدہ و فضلہ...... اچھے دین دار، عابد، زاہد، تارک دنیا، متقی شخص ہیں...... انھوں نے رسالہ شریف دولۃ مکیہ کی بہت ہی قدر کی ہے اور مطالعہ کو باعث سعادت جانا اور فخر کرتے ہیں اور ہم لوگوں کا شکر کرتے ہیں اور بہت ممنون و احسان مند ہیں'' ---[۳۲۰]

معلوم رہے کہ شیخ مصطفیٰ عزوز کے چچازاد بھائی کے فرزند و تیونس کے مشہور مالکی عالم، صاحب تصانیف کثیرہ، مفتی قاضی سید محمد مکی عزوز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (وفات ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۶ء) کی ایک اہم تصنیف 'السیف الربانی فی عنق المعترض علی الغوث الجیلانی' کا تازہ ایڈیشن لاہور سے ۲۰۰۰ء میں ۲۴۰ صفحات پر شائع ہوا[۳۲۱] قبل ازیں اس کا مختصر اردو ترجمہ مولانا محمد معراج الاسلام حفظہ اللہ تعالیٰ صدر مدرس جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن لاہور کے قلم سے ''منہاج القرآن'' میں شائع ہوا۔[۳۲۲]

✸ شیخ احمد بن محمد بن محمد خیر ستاری عباسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مقیم مدینہ منورہ۔

✸ مولانا محمد عبدالحق بن شاہ محمد الٰہ آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۱۲۵۲ھ-۱۳۳۳ھ/۱۸۳۶ء-۱۹۱۵ء)

ہندوستان کے شہر الٰہ آباد کے قریب گاؤں نیوان میں پیدا ہوئے، پھر مکہ مکرمہ ہجرت کی اور وہیں پر وفات پائی۔ محدث، مفسر، فقیہ، صوفی کامل، شیخ الدلائل، صاحب کرامات، مدرس، معمر، عربی میں متعدد تصنیفات ہیں، جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں، تفسیر نسفی پر حاشیہ 'الاکلیل علی مدارک التنزیل' مطبوع، تصوف پر امام غزالی کی 'منہاج العابدین' کی شرح 'سراج السالکین' اور مکتبہ حرم مکی میں آپ کی متعدد تصانیف کے مخطوطات محفوظ ہیں، جن میں سے اکثر بخط مصنف ہیں، چند کے نام یہ ہیں، 'الدر المنظم فی حکم الاحتفال بمولد النبی المعظم'، 'روضۃ السعداء'، 'القول الجلی فی بیان وجوب الزکاۃ علی المال'، 'النبراس فی کیفیۃ مسح الرأس' اور 'ھدایۃ المتعلم الی عین المتعلم'۔[۳۲۳]

بعض عرب تذکرہ نگاروں نے 'حاشیۃ علی شرح المسلم' کو آپ کی تصنیف قرار دیا ہے[۳۲۴] جب کہ یہ مولانا محمد عبدالحق خیر آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (وفات ۱۳۱۶ھ/۱۸۹۸ء) کی تصنیف ہے۔[۳۲۵]

الدولۃ المکیۃ کے علاوہ حسام الحرمین کے مقرظ۔

✸ شیخ سید موسیٰ بن علی شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء میں زندہ)

ملک شام کے باشندہ، جب کہ جامعہ ازہر قاہرہ میں تعلیم پائی، پھر مدینہ منورہ ہجرت کر آئے۔ مالکی عالم، مدرس مسجد نبوی، معمر، مصر میں مقبول عام صوفیہ کے سلسلہ احمدیہ درویریہ خلوتیہ سے وابستہ۔ آپ شیخ عبدالقادر شلبی طرابلسی کے عزیز دوست تھے، ربیع الاول ۱۳۳۰ھ کو دولۃ مکیہ پر تقریظ لکھی تو انہیں ملاحظہ کرائی۔[۳۲۶]

✸ **شیخ سید محمد یعقوب بن رجب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ**

(۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء میں زندہ)

مدینہ منورہ میں مدرس مسجد نبوی، آپ نے بھی مذکورہ بالا مقدمات میں صلح کی فضا ہموار کی۔[۳۲۷]

✸ **شیخ یٰسین بن احمد خیاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ**

(۱۲۸۱ھ-۱۳۴۳ھ/۱۸۶۴ء-۱۹۲۵ء)

مصر کے شہر منصورہ میں پیدا ہوئے اور جامعہ ازہر قاہرہ میں تعلیم پائی، پھر مدینہ منورہ ہجرت کی اور وہاں سے دو منزل کے فاصلہ پر گاؤں فریش میں قبر واقع ہے۔ حافظ قرآن کریم، شافعی عالم، شیخ القراء مدینہ منورہ، مدرس مسجد نبوی، جہاں آپ قراءت و تجوید کی تعلیم و تربیت کے علاوہ تصوف پر امام غزالی کی کتاب 'احیاء العلوم' کا درس دیا کرتے۔ قرأت سبعہ میں آپ کی دو اسناد اجازت کے مخطوط مکتبہ شاہ عبدالعزیز مدینہ منورہ میں محفوظ ہیں جب کہ 'اعلام من ارض النبوۃ' میں ان کے عکس شامل ہیں۔

آپ نے میلاد و قیام سے متعلق قول گنگوہی کے رد میں ایک مفصل مضمون لکھا، جو اوائل ۱۳۳۰ھ کو ماہنامہ البیان' طرابلس کے کسی شمارے میں شائع ہوا اور اب یہ ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء کو استنبول سے طبع ہو کر پوری دنیا میں مفت تقسیم ہوا۔[۳۲۸]

✸ **شیخ محمد یٰسین بن سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ**

مدرس مسجد نبوی مدینہ منورہ۔

✸ **شیخ عبدالرحمٰن ودیدار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ**

مدینہ منورہ میں مقیم، مصر کے حنفی عالم، مدرس مسجد نبوی۔

✸ **شیخ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ**

(۱۲۶۵ھ-۱۳۵۰ھ/۱۸۴۹ء-۱۹۳۲ء)

فلسطین کے شہر حیفا کے قریب گاؤں اجزم میں پیدا ہوئے اور بیروت میں قبر واقع

ہے۔ آپ کے بعض عربی واردو تذکرہ نگاروں کے بقول آپ کی قبر آبائی گاؤں اجزم میں واقع ہے[۳۲۹] لیکن یہ درست نہیں۔ جامعہ ازہر قاہرہ میں تعلیم پائی، اپنے دور کی عرب کے اہم عالم، عظیم نعت گو شاعر و عاشق رسول ﷺ، عارف باللہ، متعدد علماء کرام و صوفیۂ عظام سے اجازت وخلافت پائی۔ موصل، حلب، بغداد، سامراء وغیرہ شہروں کا سفر کر کے مزارات و مقامات مقدسہ کی زیارت کی۔ دارالخلافہ استنبول سے شائع ہونے والے عربی رسالہ 'الجوانب' سے وابستہ رہے، پھر القدس الشریف و بیروت وغیرہ شہروں میں قاضی تعینات رہے۔ کچھ عرصہ مدینہ منورہ مقیم رہے۔ نظم ونثر پر مشتمل آپ کی تصانیف کی تعداد ۷۰ کے قریب ہے، جن میں سے اکثر آپ کی زندگی میں شائع ہوئیں۔ فلسطین کے ڈاکٹر شیخ عیسیٰ الماضی نے آپ کے احوال و آثار پر مقالہ لکھ کر ۱۹۷۸ء میں جامعہ ازہر قاہرہ سے پی ایچ ڈی کی۔

اردو دنیا میں آپ کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ آپ کے حالات وخدمات پر متعدد مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ مولانا اعظم حسین خیر آبادی کے فرزند مولانا شاہ محمد علی حسین بھوپالی مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ (وفات ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۵ء) نے آپ پر عربی میں مستقل کتاب لکھی، جو ابھی تک شائع نہیں ہوئی۔ علامہ خلیل احمد رانا نے آپ کے بارے میں مختصر اردو کتاب 'نابغۂ فلسطین' لکھی، جو مطبوع ہے اور ماہنامہ 'نعت' لاہور نے آپ کی نعتیہ شاعری پر خصوصی شمارہ شائع کیا۔ علاوہ ازیں علامہ نبہانی کی چار سے زائد کتب کے اردو تراجم پاکستان سے شائع ہو چکے ہیں۔

ان دنوں گورنمنٹ کالج فیصل آباد کے اسسٹنٹ پروفیسر منظور حسین آپ کی نعتیہ شاعری کے مطالعاتی جائزہ پر عربی مقالہ برائے پی ایچ ڈی بعنوان 'دراسة نقدية لشعر الشيخ يوسف بن اسمعيل النبهاني في مدح رسول الله ﷺ' پنجاب یونیورسٹی لاہور کے تحت اور ڈاکٹر ظہور احمد اظہر کی نگرانی میں لکھ رہے ہیں۔

شاہ فیصل مسجد اسلام آباد سے ملحقہ ادارہ تحقیقات اسلامی کے سابق ڈائریکٹر ڈاکٹر

محمد صغیر حسن معصومی کی علامہ نبہانی کی ایک تصنیف کے بارے میں رائے ہے کہ:۔

"اللہ تعالیٰ ایسی کتابوں کے لکھنے اور اس طرح کی طباعت کی توفیق سب کو عطا کرے۔ آمین"۔۔۔[۳۳۰]

* **شیخ حسین بن محمد بن علی حسنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ**

آپ نے صفر ۱۳۳۲ھ کو مدینہ منورہ میں تقریظ لکھی۔

* **مولانا محمود بن صبغۃ اللہ مدراسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ**

آپ مولانا شاہ محمد مظہر دہلوی مجددی نقشبندی مہاجر مدنی کے مرید تھے اور وسیلہ و میلاد و قیام کے موضوع پر اپنے مرشد کی عربی تصنیف 'الدر المنظم' کی شرح بنام 'السلک المعظم علی الدر المنظم' لکھی، جو ۱۲۹۶ھ میں مدراس سے شائع ہوئی [۳۳۱] جب کہ اس کا مخطوط مکتبہ مسجد نبوی مدینہ منورہ اور اس کی مائیکروفلم مکتبہ حرم مکی میں محفوظ ہیں [۳۳۲] آپ نے مولانا شاہ عبدالغنی مجددی دہلوی مہاجر مدنی سے بھی اخذ کیا۔[۳۳۳]

آپ مدراس کے مشہور شافعی عالم، مدرسہ محمدیہ مدراس کے بانی و بائیس کے قریب کتب کے مصنف، بدرالدولہ قاضی مولانا عبیداللہ مدراسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (وفات ۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۷ء) کے بھائی ہیں۔[۳۳۴]

مولانا محمود مدراسی ۱۳۳۰ھ میں ایک سال قیام کے ارادہ سے مدینہ منورہ پہنچے تو وہاں دولۃ مکیہ پر تقریظ لکھی۔[۳۳۵]

* **شیخ محمد سعید بن عبدالقادر نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ**

(۱۲۷۷ھ-۱۳۳۹ھ/۱۸۶۰ء-۱۹۲۰ء)

بغداد میں پیدا ہوئے، وہیں پر وفات پائی، محلہ الفضل کی جامع مسجد سے ملحق قبر واقع ہے۔ عالم جلیل و سیاسی رہنما، ملک کو درپیش مسائل کے حل کرنے میں سرگرم، صوفیہ کے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ خالدیہ کے مرشد۔ تین تصنیفات یہ ہیں: 'السیف البارق فی عنق المارق'

مطبوعہ بغداد ۱۹۱۰ء، 'العلم الموروث فی اثبات الحدوث' مطبوعہ بغداد ۱۹۱۳ء، 'قرۃ العیون فی ان الاموات فی المذاہب الاربعۃ یسمعون' 'ثانی الذکر' کتاب بہاء الدین زکریا لائبریری ضلع چکوال میں موجود ہے۔ ۱۳۱۲ھ میں خلیفہ عثمانی سلطان عبدالحمید دوم کی دعوت پر دارالخلافہ استنبول کا سفر کیا اور ۱۳۲۶ھ میں سلطان کی خواہش پر عراق کے شہر سامراء میں مدرسہ کی بنیاد رکھی اور اس میں مدرس ہوئے۔ پھر بغداد میں مزار امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے ملحق مسجد میں درس کا سلسلہ شروع کیا۔ ۱۳۳۶ھ میں خانقاہ خالدیہ بغداد کے سجادہ نشین ہوئے اور سالکین کی تربیت کی ذمہ داری نبھائی۔ آپ کے ذاتی ذخیرۂ کتب میں گیارہ سو نادر مخطوطات موجود تھے، جن کی فہرست شیخ ابراہیم دروبی بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (وفات ۱۳۷۹ھ/۱۹۵۹ء) نے مرتب کی جو غیر مطبوع ہے۔ [۳۳۶]

✸ **شیخ محمد توفیق بن محمد ایوبی انصاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ**

(وفات ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء)

دمشق میں پیدا ہوئے، وہیں پر وفات پائی۔ حنفی عالم، ادیب و شاعر، صوفیہ کے سلسلہ رفاعیہ سے وابستہ، عیسائی و یہودی ادیان کی تردید و مناظرہ کے ماہر، ترکی زبان پر عبور حاصل تھا، جب کہ کسی قدر فارسی پر مطلع تھے۔ آپ نے 'مجلۃ الاحکام العدلیۃ' کی شرح 'القواعد الکلیۃ' کو ترکی سے عربی میں ڈھالا، جو ۱۳۰۳ھ میں دمشق سے شائع ہوئی۔ آپ دمشق، استنبول و مدینہ منورہ کے بعض مدارس میں استاذ تعینات رہے۔ ایک اردو تذکرہ نگار نے آپ کو مدینہ منورہ کے مقامی عالم و روضۂ انور کے مجاور قرار دیا [۳۳۷] جو درست نہیں۔ حق یہ ہے کہ آپ وہاں کے سرکاری مدرسہ میں استاذ تھے [۳۳۸] آپ کے شاگردوں میں ملک مصر میں وہابی فکر کے اولین مبلغ علامہ رشید رضا مصری (وفات ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء) اور معجم المؤلفین کے مصنف شیخ عمر رضا کحالہ دمشقی (وفات ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۷ء) جیسے مشاہیر شامل ہیں۔ [۳۳۹]

آپ نے نہ صرف خود دولۃ مکیہ پر تقریظ لکھی بلکہ دیگر علماء شام کو بھی اس جانب راغب کیا۔

٭ شیخ علی بن علی رحمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اپنے وطن مصر سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ جا بسے اور وہاں مدرس ہوئے، ۱۳۳۱ھ کو وہیں پر تقریظ لکھی۔

٭ شیخ عبدالحمید بن محمد ادیب عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(وفات ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۷ء)

دمشق کے ایک اہم علمی گھرانہ کے فرد، جس میں متعدد شافعی علماء ہو گزرے، مثلاً شیخ الشام شیخ سلیم بن یاسین بن حامد عطار (وفات ۱۳۰۷ھ/۱۸۸۹ء)، شیخ محمد بن یاسین بن حامد عطار (وفات ۱۳۰۷ھ/۱۸۸۹ء)، شارح فصوص الحکم شیخ عمر بن طٰہٰ بن احمد عطار (وفات ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۰ء)، قاضی شیخ رشید بن طٰہٰ بن احمد عطار (وفات ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء) اور شیخ الشام شیخ ابوبکر بن حامد بن احمد عطار (وفات ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء) رحمۃ اللہ علیہم اجمعین وغیرہ اور ان کے حالات پیش نظر کتب میں درج ہیں۔ لیکن حیرت ہے کہ خود شیخ عبدالحمید عطار کے حالات دست یاب نہیں۔ 'تاریخ علماء دمشق' کے مصنف دمشق کے قبرستان دحداح پہنچے، جہاں آپ کی قبر اپنے جد امجد شیخ ابوبکر عطار کے پہلو میں واقع ہے اور اس پر نصب کتبہ سے آپ کا سن وفات اخذ کر کے کتاب میں درج کر دیا اور بس۔[۳۴۰]

معلوم رہے ان ایام کے دمشق میں شیخ عبدالحمید عطار نام کے ایک اور عالم تھے، جنھوں نے ۱۳۶۴ھ/۱۹۴۴ء میں وفات پائی۔[۳۴۱]

٭ شیخ سید محمد یحییٰ بن احمد زُمیتا کتبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۱۲۹۴ھ-۱۳۷۸ھ/۱۸۷۷ء-۱۹۵۸ء)

دمشق میں پیدا ہوئے، وہیں پر وفات پائی۔ حافظ قرآن مجید، حنفی عالم، محدث اعظم شام علامہ سید محمد بدرالدین بن یوسف حسنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (وفات ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء) کے خاص شاگرد اور مشیر و معتمد، حتی کہ دونوں کی قبور یک جا دمشق کے باب صغیر نامی علاقہ میں

مسجد شیخ بدرالدین حسنی سے ملحق واقع ہیں۔

آپ کے والد شیخ احمد زمیتا عالم فاضل اور زاہد و عابد شخصیت تھے، ان کے ہاں نرینہ اولاد نہیں ہوتی تھی، حتیٰ کہ انھوں نے سات شادیاں کیں۔ پھر ایک رات انھیں خواب میں نبی اللہ سیدنا یحییٰ علیہ السلام کی زیارت ہوئی، جنھوں نے آپ کو ولادت فرزند کی بشارت دی اور فرمایا کہ اس کا نام یحییٰ رکھنا۔ آپ بیدار ہوئے تو سب احباب کو یہ خوش خبری سنائی اور اسی لمحہ اپنی کنیت ابو یحییٰ اختیار کی۔ بعد ازاں آپ کی ولادت ہوئی پھر ایک اور فرزند شیخ سید محمد طہٰ زمیتا مکتبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (وفات ۱۳۷۲ھ/۱۹۵۳ء) پیدا ہوئے اور دونوں بھائی دمشق کے اکابر علماء میں سے ہوئے۔ جب کہ تیسرے فرزند نے جنگ بلقان میں شہادت پائی۔ [۲۳۲]

شیخ یحییٰ مکتبی کے پوتا سید محمد غیاث مکتبی ان دنوں دمشق میں ایک اشاعتی ادارہ 'دار المکتبی' چلا رہے ہیں، جس کی طرف سے متعدد مفید کتب شائع کی گئیں اور یہ سلسلہ جاری ہے۔

آپ نے دولۃ مکیہ پر تقریظ کے علاوہ قول گنگوہی کے رد میں مفصل فتویٰ بعنوان 'الفتوی الدمشقیۃ فی الرد علی الطائفۃ الوھابیۃ' جاری کیا، جس پر جامعہ ازہر قاہرہ کے سات علماء نے ۱۳۳۰ھ کو مدینہ منورہ میں تقریظات و تصدیقات لکھیں اور یہ ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۵ء کو استنبول سے شائع ہوا۔

✸ شیخ عبدالوہاب نائب بن عبدالقادر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۱۲۶۹ھ-۱۳۴۵ھ/۱۸۵۲ء-۱۹۲۶ء)

بغداد میں پیدا ہوئے، وہیں پر وفات پائی، محلہ فضل رصافہ کی جامع مسجد میں قبر واقع ہے۔

متعدد علوم و فنون کے ماہر، مشہور واعظ، اہم خطاط، شاعر، مدرس مدرسہ منورہ خاتون، استاذ العلماء، نائب مفتی بغداد، شرعی عدالت کے نائب قاضی رہے، اسی مناسبت سے 'شیخ عبدالوہاب نائب' مشہور ہوئے۔ چند تصنیفات کے نام یہ ہیں: 'الآیات المتشابہات'، 'الالہام فی تعارض علم الکلام'، 'حاشیۃ علی جمع الجوامع'، 'دیوان خطب

منبریة "،رسالة فی الفرائض"،شرح ملحة الاعراب فی النحو"،القول الاکمل فی شرح المطول"،المعارف فی کشف ما غمض من المواقف"،منظومة فی المنطق"۔
آخر الذکر پر آپ کے شاگردِ جلیل مفتیٔ اعظم عراق شیخ نجم الدین واعظ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (وفات ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء) نے شرح لکھی۔ شیخ عبدالوہاب نائب کے ذخیرۂ کتب میں موجود ۲۹۶ مخطوطات کی فہرست شیخ ابراہیم دروبی بغدادی نے مرتب کی، جو غیر مطبوع ہے۔ علاوہ ازیں آپ مصالحت کرانے والے محکمہ کے صدر رہے اور ۱۹۲۳ء میں جامعہ آل البیت بغداد میں علم تفسیر کے استاذ ہوئے، نیز اپنی جیب خاص سے متعدد مدارس کی بنیاد رکھی۔ آپ کے حالات وخدمات پر عراق کے مشہور مؤرخ وصاحب تصانیف کثیرہ شیخ محمد صالح سہروردی بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (وفات ۱۳۷۶ھ/ ۱۹۵۷ء) نے مستقل کتاب لکھی، جو ابھی تک طبع نہیں ہوئی۔ [۳۴۳]

✱ شیخ سید یوسف بن محمد نجیب عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۱۲۸۶ھ — ۱۳۷۰ھ/ ۱۸۶۹ء — ۱۹۵۱ء)

بغداد میں پیدا ہوئے، وہیں پر وفات پائی، مزار سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے احاطہ میں قبر واقع ہے۔ عثمانی عہد میں محکمہ تعلیم کی مجلس اعلیٰ کے رکن رہے، متعدد مدارس میں تدریس سے وابستہ رہے۔ ۱۳۱۰ھ سے وفات تک مزار سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے متصل مسجد میں ساٹھ برس تک واعظ وخطیب تعینات رہے۔ نیز جامعہ آل البیت میں پروفیسر تھے۔ علم حدیث پر آپ کی ایک تصنیف کا قلمی نسخہ خود آپ کا لکھا ہوا، مزار سیدنا عبدالقادر جیلانی سے ملحق عظیم الشان 'مکتبہ قادریہ' میں محفوظ ہے۔ آپ کی سعیٔ جمیل سے ملک میں سرکاری سطح پر ۱۹۳۲ء میں دار الفتویٰ قائم کیا گیا اور آپ ملک کے 'مفتیٔ اعظم' بنائے گئے، اس منصب پر بھی وفات تک متمکن رہے۔ [۳۴۴]

آپ کے اہم شاگرد پیر طریقت سید عبد القادر گیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(وفات ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء) پاکستان میں عراق کے اوّلین سفیر ہوئے، ان کا مزار قادری مرکز کراچی میں واقع ہے۔[۳۳۵]

✸ **مولانا سید محمد عثمان قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ**

حیدرآباد دکن کے عالم جلیل و صوفی کامل، جنھوں نے مدینہ منورہ میں تقریظ قلم بند کی۔

✸ **شیخ سید محمد امین بن محمد سُوَید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ**

(۱۲۷۳ھ-۱۳۵۵ھ/۱۸۵۵ء-۱۹۳۶ء)

دمشق میں پیدا ہوئے، وہیں پر وفات پائی، باب صغیر قبرستان میں قبر واقع ہے۔ فقیہ حنفی، مدرس، صوفی کامل، فرضی، مناظر، آپ ہمہ صفات شخصیت تھے۔ آپ کی تصنیف 'تسہیل الحصول علی قواعد الاصول' کا مخطوط دار الکتب ظاہریہ میں ہے، جب کہ یہ ڈاکٹر مصطفیٰ سعید خن دمشقی (ولادت ۱۹۲۲ء) کی تحقیق کے ساتھ ۱۴۱۲ھ میں دار القلم دمشق نے ۲۸۰ صفحات پر شائع کی۔ نیز علامہ جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی 'الاتقان' کو مختصر کر کے 'علوم القرآن' کا نام دیا، جس کا مخطوط آپ کے ورثاء کے پاس محفوظ ہے۔ علاوہ ازیں بیت المقدس کی تاریخ قلم بند کی۔

آپ نے جامعہ ازہر قاہرہ میں تعلیم پائی، اردن، بخارا، ترکی، لبنان، مراکش، ہندوستان اور یمن وغیرہ ممالک کے دورے کیے۔ اولیائے کرام کی زیارت کے لیے دور دراز کے سفر کرنا آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ دمشق، القدس الشریف، مکہ مکرمہ اور بمبئی میں مدرس رہے۔ آپ ۱۳۲۸ھ میں بمبئی مقیم تھے۔ اتباع سنت میں حریص اور بدعات سے مجتنب تھے۔ کلام ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور کلام ابن عطاء اللہ سکندری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حل کرنے میں آپ کو اعلیٰ کمال حاصل تھا۔ اسلامی دنیا کے مشہور تحقیقی ادارہ 'المجمع العلمی العربی دمشق' جو ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۸ء میں قائم کیا گیا، اس کے بانی رکن اور پھر اس کے شعبہ ترجمہ سے وابستہ رہے۔

دمشق کے ایک ولی اللہ و عالم جلیل شیخ محمد عارف عثمان حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (وفات ۱۳۸۵ھ/۱۹۶۵ء) کا قول ہے کہ شیخ سلیم بن خلیل مسوتی حنفی خلوتی دمشقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (وفات ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء) اپنے دور کے 'قطب شام' تھے۔ ان کے بعد قطبانیت تین شخصیات میں منتقل ہوئی، جن میں ایک شیخ امین سوید تھے۔ [۳۲۶]

✸ شیخ ابراہیم بن عبد المعطی سقا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا تعلق قاہرہ میں آباد مشہور علمی گھرانہ سے ہے، جس میں متعدد جلیل القدر شافعی علماء کرام ہوئے، مثلاً شیخ ابراہیم بن علی سقا (وفات ۱۲۹۸ھ/ ۱۸۸۱ء)، شیخ حسن رجب بن محمد بن حسن سقا (وفات ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء)، شیخ محمد امام بن ابراہیم بن علی سقا (وفات ۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۷ء تقریباً)، شیخ عبد المعطی بن حسن رجب بن محمد سقا رحمہم اللہ تعالیٰ۔ ان مشاہیر کے حالات تو پیش نظر کتب میں موجود ہیں لیکن خود شیخ ابراہیم بن عبد المعطی سقا کے تذکرہ سے خالی ہیں۔ اتنا معلوم ہے کہ آپ جامعہ ازہر قاہرہ میں مدرس تھے۔

آپ ۱۳۳۰ھ میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو دولۃ مکیہ پر تقریظ کے علاوہ قول گنگوہی کے بارے میں مذکورہ بالا فتویٰ دمشقیہ پر تصدیق لکھی، جو اس کے استنبول ایڈیشن مطبوعہ ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء پر موجود ہے۔ [۳۲۷]

✸ شیخ عبد الرحمٰن بن احمد خلف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حنفی عالم، مدرس جامعہ ازہر قاہرہ۔ ۱۳۲۹ھ کو مدینہ منورہ میں تقریظ لکھی۔ [۳۲۸]

✸ شیخ محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

دمشق میں پیدا ہوئے اور استنبول میں مقیم تھے، جب کہ ۱۳۳۲ھ کو مدینہ منورہ میں تقریظ لکھی۔ [۳۲۹]

✸ مولانا قاضی ہدایت اللہ بن محمود سندھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(ولادت ۱۲۸۱ھ/۱۸۶۵ء)

صوبہ سندھ کے مقام مٹاری نزد حیدرآباد میں پیدا ہوئے۔ مقامی علماء سے تعلیم پانے

کے بعد حجاز مقدس کی راہ لی اور مدرسہ صولتیہ نیز دیگر علماء سے اخذ کیا۔ سلسلہ قادریہ سے وابستہ، پانچ بار حج ادا کیا، فاضل بریلوی کے مجموعہ فتاویٰ میں آپ کے استفتاء موجود ہیں، عربی میں متعدد تصنیفات ہیں۔[۳۵۰]

۱۳۳۰ھ کو مدینہ منورہ میں دولۃ مکیہ پر تقریظ لکھی۔ نیز شیخ محمود عطار دمشقی کی "استحباب القیام" پر تقریظ قلم بند کی، جو اس کے استنبول ایڈیشن مطبوعہ ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء پر درج ہے۔

✸ شیخ محمد یحییٰ بن رشید قلعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(وفات ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۲ء)

آپ کے سن وفات میں اختلاف ہے، بعض تذکرہ نگاروں نے ۱۳۳۷ھ نیز ۱۳۳۸ھ قرار دیا ہے، جب کہ 'تاریخ علماء دمشق' کے مصنفین نے ۱۳۴۱ھ کو ترجیح دی۔ دمشق کے حنفی عالم، سلسلہ نقشبندیہ سے وابستہ، دارالکتب ظاہریہ دمشق میں آپ کی تصنیف خطبة فی الحث علی مساعدة المجاهدين، کا مخطوط محفوظ ہے۔ عثمانی فوج میں مفتی تعینات رہے، جس دوران متعدد مقامات پر مقیم رہے۔ تصوف اور فقہی علوم سے گہرا لگاؤ تھا۔[۳۵۱]

مدینہ منورہ قیام کے دوران تقریظ لکھی۔

✸ شیخ عمر بن مصطفیٰ عیطہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۱۲۸۴ھ-۱۳۶۰ھ/۱۸۶۵ء-۱۹۴۱ء)

مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور پہلی جنگ عظیم کے دوران وہاں سے دمشق ہجرت کی، تا آں کہ وہیں پر وفات پائی، باب صغیر قبرستان میں قبر واقع ہے۔ فقیہ حنفی، نعت گو شاعر، قاری، حافظ قرآن کریم، صوفیہ کے سلاسل رشیدیہ وسعدیہ جباویہ کے مرشد، دمشق کی تاریخی و مرکزی مسجد اموی میں صحیح بخاری کے مدرس، متعدد تصنیفات ہیں۔ آپ کی وفات پر شعراء نے مرثیے لکھے۔[۳۵۲]

✸ **شیخ سید عبدالقادر بن ابی الفرج الخطیب جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ**

(۱۲۹۱ھ-۱۳۵۱ھ/۱۸۷۴ء-۱۹۳۲ء)

دمشق میں پیدا ہوئے، وہیں پر وفات پائی اور قبرستان وحداح میں قبر واقع ہے۔ شہر کی مرکزی وقدیم ترین مسجد اموی کے خطیب، مدیر محکمہ اوقاف دمشق، مذہبی کے علاوہ سیاسی وسماجی اہم شخصیت، تاجر۔ عثمانی اور پھر ہاشمی عہد کے دمشق میں اعلیٰ مناصب پر تعینات رہے۔ ۱۳۳۳ھ میں ایوان صنعت وتجارت کے صدر بنائے گئے، ہاشمی دور میں بلدیہ دمشق کے سربراہ ہوئے۔ عثمانی حکومت نے مختلف اوقات میں آپ کو چھ اعلیٰ ایوارڈ پیش کیے۔ آپ کی وفات پر شہر کے اکابر شعراء نے مرثیے لکھے۔[۳۵۳]

مشہور عرب قوم پرست رہنما وصحافی ومفکر سید محب الدین بن ابوالفتح الخطیب (وفات ۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء) آپ کے چچازاد بھائی تھے۔

جب کہ آپ کے فرزند ڈاکٹر عدنان بن عبدالقادر الخطیب (وفات ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۵ء) عرب دنیا کے مشہور مؤرخ ماہر قانون لغوی اور متعدد کتب کے مصنف تھے۔[۳۵۴]

۱۳۳۰ھ کو مدینہ منورہ میں تقریظ لکھی۔

✸ **شیخ عبدالکریم بن تارزی عزوز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ**

تیونس کے مالکی عالم، 'السیف الربانی فی عنق المعترض علی الغوث الجیلانی' جو پہلی بار ۱۳۱۰ھ میں تیونس سے شائع ہوئی، اس پر خود مصنف شیخ سید محمد مکی عزوز کے ایک شاگرد سید عبدالکریم بن عزوز کی نظم ونثر پر مشتمل تقریظ موجود ہے، جو ادیب ومدرس تھے[۳۵۵] اور غالباً آپ ہی الدولۃ المکیۃ کے مقرظ ہیں۔

✸ **شیخ محمود بن علی بن عبدالرحمٰن شویل**

(۱۳۰۲ھ-۱۳۷۲ھ/۱۸۸۵ء-۱۹۵۳ء)

مصری الاصل لیکن مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، وہیں پر [و]فات پائی۔ مدرس، نائب قاضی،

صحافی وشاعر، سیاح۔ آپ نے تقریباً ۱۳۲۳ھ میں مدینہ منورہ سے مراکش کے شہر فاس کا سفر کیا جہاں دوسال مقیم رہ کر صوفیہ کے سلسلہ کتانیہ کے مرشد کبیر شیخ سید محمد بن عبدالکبیر کتانی شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (وفات ۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۷ء) نیز ان کے والد گرامی سے تعلیم وتربیت پائی۔ علاوہ ازیں بخارا، ترکی، چین، سوڈان، ہندوستان اور خطۂ نجد کے سفر اختیار کیے۔ ۱۳۲۸ھ/ ۱۹۰۹ء کو مدینہ منورہ سے جاری ہونے والے عربی وترکی اخبار 'المدینۃ المنورۃ' کے اجراء میں حصہ لیا۔ آئندہ دنوں میں وہابیت اختیار کی، بلکہ اس فکر کے دفاع میں القول السدید نامی کتاب لکھی، جو قاہرہ سے شائع ہوئی۔ [۳۵۶]

✹ شیخ محمد بن احمد رمضان شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء میں زندہ)

ملک شام کے عالم جو مدینہ منورہ میں مقیم رہے۔ صوفیہ کے سلسلہ شاذلیہ سے وابستہ، ادیب وشاعر، چار تصنیفات کے نام یہ ہیں، 'تنبیہ الانام الی ترتیب الطعام' مطبوعہ قاہرہ، قدیم وجدید عربی شعراء کے کلام کا انتخاب 'صفوۃ الادب' مطبوعہ ۱۳۴۰ھ، نقیہا انتخاب 'صفوۃ الادب فی مدح سید العرب' مطبوع، 'مسامرۃ الادیب' مطبوع۔ [۳۵۷]

✹ شیخ محمد بن علی حکیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(وفات ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۷ء)

دمشق میں پیدا ہوئے، وہیں پر وفات پائی۔ عالم جلیل وطبیب، مربی، سلسلہ شاذلیہ سے وابستہ، ادیب وشاعر، مدرسہ ریحانیہ دمشق کے بانی ومدرس۔ تین تصنیفات کے نام معلوم ہوسکے، جو یہ ہیں، 'رحلۃ الی عین الفیجۃ' 'منظومۃ فی وصف قربتی منین و الزبدانی' مطبوعہ ۱۳۱۱ھ، 'نفحۃ الروض البلیل فی رحلۃ القدس و الخلیل'۔ [۳۵۸]

✹ شیخ محمد امین بن محمد بن خلیل سفرجلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(وفات ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۶ء)

دمشق کے حنفی عالم، ادیب وشاعر، جامع مسجد سنجقدار کے امام ومدرس، سلاسل شاذلیہ و

نقشبندیہ مجددیہ میں مجاز۔ تصنیفات یہ ہیں، 'عقود الاسانید' منظوم مطبوعہ دمشق، 'العقد الوحید فی علم التوحید' مطبوع، 'القطوف الدانیة فی العلوم الثمانیة' مطبوعہ دمشق، 'الکوکب الحثیث شرح درة الحدیث، فی مصطلح الحدیث' مطبوعہ دمشق و بیروت، 'المنظومة المزهیة فی الاصول الفقهیة'۔ اوّل الذکر کتاب ۱۳۱۹ھ کو ۶۴ صفحات پر شائع ہوئی، جس میں آپ نے علوم حدیث، فقہ و تصوف سے متعلق اپنی اسناد بیان کیں اور آخر میں اسماء النبی ﷺ کو منظوم کیا، نیز محافل میلاد میں قیام کی تائید و جواز پر لکھا۔[۳۵۹]

✸ شیخ محمود بن رشید عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۱۲۸۴ھ-۱۳۶۲ھ/۱۸۶۷ء-۱۹۴۳ء)

دمشق میں پیدا ہوئے، وہیں پر وفات پائی، باب صغیر قبرستان میں قبر واقع ہے۔ فقیہ حنفی، اصولی، استاذ العلماء، حافظ قرآن مجید، محدث اعظم شام علامہ سید محمد بدرالدین حسنی کے خاص شاگرد۔ اپنے استاذ گرامی کے حالات پر مفصل مضمون لکھا، جس کا مخطوطہ دارالکتب ظاہریہ دمشق میں ہے، نیز یہ شیخ محمد بن عبداللہ رشید حنفی (ولادت ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۱ء) کی مرتب کردہ کتاب 'محدث الشام العلامة السید بدر الدین الحسنی باقلام تلامذته و عارفیه' میں شامل ہے، جو ۱۹۹۸ء میں شائع ہوئی۔ علاوہ ازیں آپ کے دوسرے اہم استاذ مولانا عبدالحکیم افغانی قندھاری مہاجر دمشقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (وفات ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء) نے فقہ حنفی کی مشہور کتاب کنز الدقائق کی شرح بنام 'کشف الحقائق' عربی میں لکھی، جو شیخ محمود کے اہتمام سے شائع ہوئی۔ آپ دمشق، اردن، جدہ اور بمبئی میں مدرس رہے۔ ہر جمعرات کو سورۂ یاسین کے اجتماعی ختم کا اہتمام کرنا آپ کے مستقل معمولات میں سے تھا۔[۳۶۰]

آپ نے دولة مکیہ پر تقریظ کے علاوہ اپنے استاذ محدث شام کے حکم پر قول گنگوہی کے رد میں ایک مفصل مضمون 'استحباب القیام عند ذکر ولادته علیه الصلاة و السلام' لکھا، جو پہلی بار دمشق کے موقر ماہنامہ 'الحقائق' میں شائع ہوا[۳۶۱] پھر عرب دنیا سے ہی

کتابی صورت میں ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء کو منظر عام پر آیا۔ اسی ایڈیشن کا اردو ترجمہ ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی ازہری (ولادت ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء) نے کیا، جسے رضا اکیڈمی لاہور نے عربی متن کے ساتھ یک جا 'ذکر ولادت خیر الانام ﷺ کے وقت کھڑے ہونا مستحب ہے' کے نام سے ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ء میں ۵۹ صفحات پر شائع کیا۔

۱۳۳۰ھ کو مدینہ منورہ میں تین علماء کرام نے استحباب القیام پر تقاریظ لکھی تھیں اور جیسا کہ گزشتہ صفحات پر آچکا کہ اس کا جو ایڈیشن ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۵ء کو استنبول سے چھپا، اس پر یہ تقاریظ موجود ہیں۔

✸ شیخ سید محمد تاج الدین بن محمد بدر الدین حسنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۱۳۰۷ھ-۱۳۶۲ھ/ ۱۸۹۰ء-۱۹۴۳ء)

دمشق میں پیدا ہوئے، وہیں پر وفات پائی۔ محدث اعظم شام کے فرزند جلیل، دمشق کے ایک مدرسہ میں استاذ رہے، پھر مدارس کی اصلاح کے لیے قائم ادارہ کے رکن، عثمانی حکومت کی جنرل اسمبلی کے رکن، عثمانی فوج کے مجلہ 'الشرق' کے سرپرست، مجلس شوریٰ کے رکن، دمشق شہر کے قاضی رہے۔ تا آں کہ ۱۹۲۸ء اور پھر ۱۹۳۴ء میں دوبار ملک شام کے وزیر اعظم ہوئے اور ۱۹۴۱ء میں ملک کے صدر بنائے گئے، اسی منصب پر وفات پائی۔

مولانا اعظم حسین خیر آبادی مدنی کے فرزند مولانا شاہ محمد علی حسین بھوپالی مدنی ۱۳۲۶ھ کو مدینہ منورہ سے دمشق گئے اور وہاں شیخ سید تاج الدین حسنی کی معیت میں ان کے والد امام الدہر حافظ العصر شیخ بدر الدین حسنی سے شرح وقایہ کا درس لیا۔

آپ پہلی بار وزیر اعظم تھے تو دمشق کی جامع مسجد اموی میں آپ کی زیر صدارت سالانہ جلسہ میلاد النبی ﷺ انعقاد پذیر ہوا، جس میں عامۃ الناس کے علاوہ سفارت حکومت اور فوج کے نمائندے بھی شامل تھے۔ اس دور کے ہندوستان سے شائع ہونے والے مشہور اردو ہفت روزہ 'الفقیہ' امرتسر نے اس خبر کو اپنی تازہ اشاعت میں 'دمشق میں جلسہ میلاد النبی ﷺ'

کے عنوان سے نمایاں طور پر شائع کیا۔[۳۶۲]

✸ شیخ محمد عطاء اللہ بن ابراہیم کسم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۱۲۶۰ھ-۱۳۵۷ھ/۱۸۴۴ء-۱۹۳۸ء)

دمشق میں پیدا ہوئے، وہیں پر وفات پائی، باب صغیر قبرستان میں قبر واقع ہے۔آپ کے مزار پر جو کتبہ نصب ہے اس میں آپ کا سن وصال 'عطاء اللّٰہ فی الجنّات خالِد' کے مصرعہ سے نکالا گیا ہے۔ حافظ قرآن مجید، فقیہ حنفی، امام و مدرس، متعدد علوم کے ماہر۔ تصنیفات یہ ہیں: 'الاقوال المرضیۃ فی الرد علی الوھابیۃ' جو دمشق کے متعدد اکابر علماء کرام کی تقاریظ سے مزین ہے، مطبوعہ قاہرہ، 'الدرر المنثورۃ فی الاوراد المأثورۃ' مطبوعہ قاہرہ، 'رسالۃ فی مصطلح الحدیث' مخطوط، 'فصل الخطاب فی المرأۃ و وجوب الحجاب' مطبوعہ دمشق، نیز آپ کے جاری کردہ فتاویٰ کا ضخیم مجموعہ شیخ محمد عدنان درویش کی تحقیق وحواشی کے ساتھ زیر طبع ہے۔

۱۹۱۸ء سے وفات تک ملک شام کے اعلیٰ ترین سرکاری منصب 'مفتیٔ اعظم' تعینات رہے اور عمر بھر درس وتدریس سے وابستہ رہے، آپ فقہ حنفی، اصول فقہ، تفسیر، حدیث، لغت وغیرہ علوم کی اہم کتب کا درس دیا کرتے۔آپ جو کتب پڑھایا کرتے ان میں ملا احمد جیون امیٹھوی کی 'نور الانوار' شامل ہے۔آپ کے متعدد تلامذہ دمشق کے اکابر علماء میں شمار ہوئے۔آپ نے تین بار حج و زیارت کی سعادت پائی، نیز مزارات اولیاء اللہ کی زیارت کے لیے بکثرت سفر کیے۔

دمشق کے مشہور دینی مدرسہ 'معھد الفتح الاسلامی' کے ایک طالب علم خالد احمد نے ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۵ء میں مدرسہ کی اعلیٰ سند کے لیے مقالہ بعنوان 'ترجمۃ الشیخ محمد عطاء اللّٰہ الکسم' ملک کے اہم حنفی عالم و آپ کے نواسہ شیخ عبدالرزاق حلبی حفظہ اللہ تعالیٰ (ولادت ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۵ء) کی نگرانی میں لکھا جو تا حال شائع نہیں ہوا۔[۳۶۳]

٭ شیخ محمد بن قاسم المعروف بہ محمد قاسمی حلاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۱۲۷۶ھ-۱۳۳۷ھ/۱۸۵۹ء-۱۹۱۸ء)

دمشق میں پیدا ہوئے، وہیں پر وفات پائی، باب صغیر قبرستان میں قبر واقع ہے۔ شافعی عالم، حافظ قرآن کریم، استاذ العلماء، جامع مسجد حسان کے امام وخطیب ومدرس، فقہی علوم کے ماہر، کلمۂ حق کہنے میں جری، چند تصنیفات تھیں جو آپ کی زندگی میں ہی تلف ہو گئیں۔ آپ کے فرزند شیخ احمد بن محمد بن قاسم شافعی ثم حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (وفات ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء) بھی عالم جلیل اور محکمہ اوقاف شام کے مدیر اعلیٰ بدرجہ وزیر اوقاف تھے۔

آپ کے بھتیجا شیخ جمال الدین قاسمی بن محمد سعید بن قاسم حلاق (وفات ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء) دمشق میں وہابی فکر کے اولین مبلغ ہوئے۔

شیخ محمد قاسمی حلاق ماہنامہ 'الحقائق' دمشق کے اہم قلمی معاون تھے۔ جیسا کہ 'تحقیق الکلام فی وجوب القیام عند قراءۃ مولد المصطفی و وضع امہ لہ علیہ الصلاۃ و السلام' کے عنوان سے ایک مضمون 'الحقائق' کے شمارہ ذیقعدہ ۱۳۳۰ھ میں اور قبل ازیں اسی موضوع پر آپ کا ایک اور مضمون اسی برس ربیع الاول کے شمارے میں طبع ہوا۔[۳۶۴] ایک اردو تذکرہ نگار کا یہ لکھنا درست نہیں کہ رسالہ 'الحقائق' کے بعض اہل کار اہل سنت وجماعت سے اختلاف رکھتے تھے[۳۶۵] اس کے چند شمارے راقم السطور کی نظر سے گزرے، جن سے بخوبی عیاں ہے کہ اس کے بانی ارکان دمشق کے اکابر علماء اہل سنت جب کہ یہ رسالہ جو چند برس جاری رہا، عقائد اسلامیہ کے تحفظ واشاعت میں اہل سنت کا بے باک ترجمان تھا۔

شیخ محمد قاسمی حلاق نے دولۃ مکیہ پر تقریظ کے علاوہ مولانا احمد علی رامپوری ومولانا کریم اللہ پنجابی کی استدعا پر قول گنگوہی کے تعاقب میں مضمون 'دحض الفضول فی الرد علی من حظر القیام عند ولادۃ الرسول ﷺ' قلم بند کیا، جو پہلے الحقائق

میں[۳۶۶]اور پھر کتابی صورت میں ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء میں استنبول سے شائع ہوا۔

✸ **شیخ مصطفیٰ بن احمد شطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ**

(۱۲۷۲ھ-۱۳۴۸ھ/۱۸۵۵ء-۱۹۲۹ء)

دمشق میں پیدا ہوئے، وہیں پر وفات پائی۔ آپ کے خاندان میں متعدد اکابر علماء کرام ہو گزرے۔ مدرسہ باذرائیہ وغیرہ کے مدرس، شاذلی سلسلہ کے مرشد کبیر، نیز حکومت کی طرف سے دمشق کے 'مفتی حنابلہ' تعینات رہے۔ آپ نے ردوہابیت پر کتاب 'النقول الشرعیة فی الرد علی الوهابیة' لکھی، جو تقریباً ۱۳۳۰ھ کو ۵۷ صفحات پر شائع ہوئی۔[۳۶۷]

✸ **شیخ سید حسن بن مصطفیٰ اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ**

(۱۲۷۹ھ-۱۳۵۲ھ/۱۸۶۲ء-۱۹۳۳ء)

مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔ مسجد نبوی مدینہ منورہ کے امام و خطیب و مدرس، طبیب، مدینہ منورہ میں ایک تجارتی کتب خانہ قائم کیا۔ آپ کی نسل مکہ مکرمہ میں آباد ہے۔[۳۶۸]

۲۰ رشوال ۱۳۲۳ھ کو مدینہ منورہ میں تقریظ قلم بند کی۔

✸ **شیخ سید محمد بن ادریس قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ**

(وفات ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء)

مراکش کے شہر فاس کے باشندہ، جب کہ وہاں کے شہر جُدَیدہ میں وفات پائی، وہیں پر قبر بنی۔ مالکی عالم، محدث کبیر، حافظ الاحادیث، صاحب تصانیف کثیرہ، ظاہری و باطنی علوم کے ماہر۔ آپ نے مجموعۂ احادیث سنن الترمذی کی ضخیم شرح لکھی۔ فضائل زمزم پر آپ نے 'ازالة الدهش و الوله عن المتحیر فی صحة الحدیث ،ماء زمزم لما شرب له' لکھی، جو مصر سے شائع ہوئی، جس کا ایک نسخہ آپ نے خود مدینہ منورہ سے فاضل بریلوی کو ہندوستان بھجوایا۔ اس کتاب کا تازہ ایڈیشن حال ہی میں مکتب الاسلامی بیروت نے تحقیق

کے ساتھ شائع کیا ہے۔ آپ کی دیگر تصانیف میں 'فھرسة'، 'المواھب الساریة فی مناقب ذی الکرامات السامیة الشیخ ابی الشعیب الساریة' اہم ہیں۔[۳۶۹]

۲۴ رشعبان ۱۳۳۰ھ کو مدینہ منورہ میں دولۃ مکیہ پر تقریظ لکھی۔

✵ شیخ محمد حبیب اللہ بن عبداللہ مایابی شنقیطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۱۲۹۵ھ-۱۳۶۳ھ/۱۸۷۸ء-۱۹۴۴ء)

موریتانیہ کے مشہور علمی شہر شنقیط میں پیدا ہوئے، قاہرہ میں وفات پائی اور وہیں پر مزار امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے احاطہ میں قبر واقع ہے۔ حافظ قرآن مجید، محدث، مالکی عالم، استاذ العلماء، شاعر، چالیس سے زائد تصنیفات میں سے بعض کے نام یہ ہیں، 'زاد المسلم فیما اتفق علیه البخاری و مسلم' چھ جلد مطبوع، 'ھدیة المغیث فی امراء المؤمنین فی الحدیث' مطبوعہ قاہرہ، 'دلیل السالک الی مؤطا امام مالک' منظوم مطبوع، 'اضاءة الحالک من الفاظ دلیل السالک' مطبوع، 'اصح ماورد فی المهدی و عیسیٰ علیہ السلام' مطبوع، 'الفوائد السنية فی بعض المآثر النبوية' مطبوع، 'کفایة الطالب بمناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ' مطبوعہ قاہرہ، 'تزیین الدفاتر بمناقب ولی اللّٰه الشیخ عبد القادر رحمة اللّٰه تعالیٰ علیه' مطبوع۔

آپ کے وطن پر فرانس نے قبضہ کر لیا تو ہجرت کر کے مراکش پہنچے اور ۱۳۳۱ھ کو وہاں سے حجاز مقدس کی راہ لی۔ اس دوران دمشق، مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ میں مقیم رہے اور تدریس کا عمل جاری رکھا۔ پھر قاہرہ چلے گئے اور ازہر یونی ورسٹی میں استاذ ہوئے۔[۳۷۰]

ہندوستان کے عالم جلیل نقشبندی سلسلہ کے مرشد کبیر شیخ الاسلام شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددی دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (وفات ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء) نے جامعہ ازہر قاہرہ میں تعلیم کے دوران آپ سے اخذ کیا۔[۳۷۱]

۱۷ رذیقعدہ ۱۳۳۱ھ کو جب کہ آپ مسجد نبوی مدینہ منورہ میں مدرس تھے، آپ نے

دولۃ مکیہ پر تقریظ لکھی۔

✸ شیخ محمد زاہد بن عمر زاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۱۲۷۵ھ-۱۳۴۸ھ/۱۸۵۸ء-۱۹۳۰ء)

مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، وہیں پر وفات پائی۔ حافظ قرآن مجید، حنفی المذہب، زاہد و عابد، مسجد نبوی کے امام و خطیب و مدرس، کلمہ حق کہنے میں جری تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ ماہ رمضان المبارک کی ہر رات کو حالت قیام میں پورا قرآن مجید ختم کیا کرتے۔ گورنر مدینہ منورہ علی پاشا مرحسین کے ظلم واستبداد کے خلاف اہل مدینہ نے آواز اٹھائی تو اس کی پاداش میں سیاسی زعماء کو قلعہ طائف میں قید کر دیا گیا، شیخ محمد زاہد ان میں سے ایک تھے، بعد ازاں ان سب کو رہا کر دیا گیا، یہ ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء کا واقعہ ہے۔

آئندہ ایام میں آپ مجلس تعزیرات شرعیہ کے اہم رکن ہوئے اور خلافت عثمانیہ کے خاتمہ پر ۱۳۳۵ھ کو مدینہ منورہ سے ہجرت کر کے افریقہ پہنچے، جہاں کئی برس قیام کے بعد وطن واپس آگئے۔ پھر مملکت سعودی عرب قائم ہوئی تو اس کے بانی شاہ عبدالعزیز آل سعود (وفات ۱۳۷۳ھ/ ۱۹۵۳) نے آپ کو قاضی مدینہ منورہ کا منصب پیش کیا، جسے آپ نے قبول نہیں کیا۔

آپ کے ذخیرۂ کتب میں متعدد نادر کتب و مخطوطات موجود تھے، جن میں سے کئی ایک پر آپ کی تعلیقات و شروح درج ہیں اور یہ ذخیرہ آج بھی آپ کے پوتا شیخ زاہد مصطفیٰ زاہد کے ہاں محفوظ ہے۔[۳۷۲]

✸ شیخ محمد عارف بن محی الدین محلبجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۱۲۹۵ھ-۱۳۳۵ھ/۱۸۷۸ء-۱۹۱۶ء)

دمشق کے عالم جلیل، لاتعداد احادیث حفظ تھیں، محدث اعظم کے شاگرد، ادیب و نعت گو شاعر، صداقت میں مشہور اور حد درجہ محتاط و پرہیز گار تھے۔[۳۷۳]

✵ **شیخ مختار بن احمد مؤید عظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ**

(۱۲۳۷ھ-۱۳۴۰ھ/۱۸۲۲ء-۱۹۲۱ء)

دمشق میں پیدا ہوئے، وہیں پر وفات پائی۔ سو برس عمر پائی، مصر کا دورہ کیا اور مدینہ منورہ میں کئی برس مقیم رہے، عثمانی حکومت آپ کی علمی خدمات کی معترف تھی۔ پانچ تصنیفات کے نام معلوم ہو سکے، جو یہ ہیں، توحید پر 'التوسلات المدنیة بأسماء اللّٰہ الحسنیٰ و جاہ خیر البریة'، عورت اور پردہ کے بارے میں 'فصل الخطاب' دوسرا نام 'تفلیس ابلیس من تحریر المرأة و رفع الحجاب' مطبوعہ بیروت، نشہ آور اشیاء کے متعلق شرعی حکم پر 'رد الفضول فی مسالة الخمر و الکحول' مطبوع، وہابیت کے تعاقب میں 'جلاء الأوھام عن مذاھب الائمة العظام و التوسل بجاہ خیر الانام علیه الصلاة و السلام' مطبوعہ دمشق، نیچریت کے رد میں 'الوسیلة الروحانیة فی فساد الزندقة الطبیعیة' دوسرا نام 'جلاء الیقین فی ابطال مذھب المادیین' مخطوط مخزونہ دار الکتب ظاہریہ دمشق سن کتابت ۱۲۹۷ھ غالباً بخط مصنف ہے۔ [۳۷۴]

ربیع الاول ۱۳۳۰ھ کو مدینہ منورہ میں دولۃ مکیہ پر تقریظ لکھی۔

✵ **مولانا احمد بن محمد ضیاء الدین بنگالی قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ**

(۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء میں زندہ)

مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، حنفی عالم، قاری، مدرس مسجد حرم و مدرسہ احمدیہ، فارسی کے شاعر، بنگال کے کئی تبلیغی دورے کیے۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سلسلہ چشتیہ میں خلافت پائی نیز قادری سلسلہ سے وابستہ تھے۔ 'تحفة الکرام فی فضائل البلد الحرام' کے نام سے ایک تصنیف ہے۔ [۳۷۵]

مولانا محمد عمر الدین ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (وفات ۱۳۴۹ھ/ ۱۹۳۱ء) کی نماز جنازہ کے ساتھ باواز بلند ذکر کرنے کے جواز پر اردو تصنیف 'الاجازة فی الذکر الجھر مع

الجنازة' پر آپ کی عربی تقریظ پانچ صفحات پر مطبوع ہے۔

الدولة المکیة کے علاوہ حسام الحرمین وفتاوی الحرمین کے مقرظ و مؤید۔

یاد رہے کہ اس دور کے مکہ مکرمہ میں احمد نام کے ایک اور حنفی عالم شیخ احمد بن عبداللہ قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (وفات ۱۳۵۹ھ/۱۹۴۰ء) موجود تھے۔ جو عارف باللہ مولانا سید مہر علی شاہ چشتی گولڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (وفات ۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء) کے مرید اور 'مجلة الاحکام الشرعیة' نامی مطبوعہ عربی کتاب کے مصنف تھے۔ بعض نے انہیں ایک ہی شخصیت خیال کر کے دونوں کے حالات گڈمڈ کر دیے ہیں۔[۳۷۶]

✸ شیخ سید محمد بن جعفر بن ادریس کتانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۱۲۷۴ھ-۱۳۴۵ھ/۱۸۵۷ء-۱۹۲۶ء)

مراکش کے شہر فاس میں پیدا ہوئے، وہیں پر وفات پائی۔ آپ شہر کے مضافات میں سپرد خاک کیے گئے پھر اندرون شہر زمین خرید کر ایک برس بعد آپ کا جسد مبارک وہاں منتقل کر کے اس پر عظیم الشان مزار تعمیر کیا گیا۔ مالکی عالم، محدث کبیر، مؤرخ، عارف باللہ، صوفیہ کے سلسلۂ تجانیہ سے وابستہ، دمشق اور مدینہ منورہ مقیم رہے، تقریباً ۶۵ تصانیف میں سے چند کے نام یہ ہیں، علم حدیث پر مشہور و مقبول کتاب 'الرسالة المستطرفة' جو بیروت اور پھر کراچی سے شائع ہوئی اور اب آپ کے پوتا پروفیسر شیخ محمد منتصر بن محمد زمزمی بن محمد بن جعفر کتانی رحمہم اللہ تعالیٰ (وفات ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء)[۳۷۷] کی تحقیق کے ساتھ ۳۴۲ صفحات پر بیروت سے کئی ایڈیشن سامنے آچکے ہیں۔ معجزۂ معراج پر 'نیل المنی و السول بمعراج الرسول ﷺ' مطبوع، جشن میلاد النبی ﷺ پر تین کتب طبع ہوئیں، جن میں سے ایک 'الیمن و الاسعاد بمولد خیر العباد' کا اردو ترجمہ لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔ پگڑی باندھنے کی فضیلت پر 'الدعامة فی احکام سنة العمامة' مطبوع، علم حدیث پر 'نظم المتناثر من الحدیث المتواتر' جو ۱۳۲۸ھ میں طبع ہوئی اور ۱۳۳۰ھ میں مولانا احمد علی رامپوری

نے اس کا ایک نسخہ مدینہ منورہ سے فاضل بریلوی کو ہندوستان ارسال کیا[۳۷۸] علم النبی ﷺ پر تین ضخیم جلدوں میں 'جلاء القلوب العینیۃ لبیان احاطتہ علیہ السلام بالعلوم الکونیۃ' زیر طبع اور غیر مطبوعہ کتب میں 'شرح علی دلائل الخیرات' اجتماعی ذکر بالجہر کے بارے میں 'نصرۃ ذوی العرفان' وغیرہ شامل ہیں۔

فاضل بریلوی کے خلیفہ علامہ سید محمد عبدالحی بن عبدالکبیر کتانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (وفات ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء) کے استاذ نیز ماموں زاد بھائی۔

آپ کے حالات پر آپ کے فرزند شیخ محمد زمزمی کتانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ساڑھے تین سو سے زائد صفحات پر مشتمل کتاب لکھی جو تا حال شائع نہیں ہوئی۔[۳۷۹]

✹ شیخ محمد عزیز وزیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اندلسی الاصل لیکن تونس میں پیدا ہوئے پھر مدینہ منورہ میں دفن ہونے کی تمنا لیے وہاں ہجرت کر گئے، مالکی عالم۔ آپ کا عظیم الشان ذخیرۂ کتب، مکتبہ مسجد نبوی میں منتقل ہو چکا ہے[۳۸۰] ایک اردو تذکرہ نگار کے بقول آپ مملکت ہاشمیہ حجاز میں سید حسین کی کابینہ میں وزیر تھے[۳۸۱] لیکن یہ درست نہیں، وزیر آپ کا لقب تھا، منصب نہیں۔

حسام الحرمین پر آپ کی تقریظ مطبوع ہے، جب کہ دولۃ مکیہ کی نقل بیس روز تک آپ کے پاس رہی، آپ نے بعد از مطالعہ اس کو پسند فرمایا اور تقریظ لکھنے کا عزم کیا[۳۸۲] لیکن یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ آپ تقریظ لکھ پائے یا نہیں۔

فاضل بریلوی کے بعد

گزشتہ اوراق پر 'الدولۃ المکیۃ' نیز اس کتاب سے متعلق عرب و عجم کی ان شخصیات کے حالات و واقعات پیش کیے گئے جو اس کے مصنف مولانا احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ کی زندگی بلکہ اس کے تصنیف کیے جانے کے ابتدائی دس برسوں یعنی ۱۳۲۳ھ سے ۱۳۳۳ھ دور کے ہیں۔ آج جب کہ فاضل بریلوی کی وفات پر آٹھ سے زائد عشرے گزر چکے،

عرب دنیا کے علمی حلقوں میں اس کتاب کا چرچا ماند نہیں پڑا اور عرب مصنفین کے ہاں اس کا ذکر جاری ہے، جس کی چند مثالیں یہاں پیش ہیں۔

✸ شیخ محمد منیر بن عبدہ آغا دمشقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(وفات ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء)

دمشق کے عالم، جنھوں نے قاہرہ ہجرت کی اور وہیں پر وفات پائی۔ جامعہ ازہر میں تعلیم پائی، اسی دوران علامہ رشید رضا مصری کے حلقہ میں شامل ہوئے اور ۱۳۲۷ھ کو وہاں اشاعتی ادارہ 'دار الطباعۃ المنیریۃ' قائم کیا، جس نے وہابی فکر کی متعدد اہم کتب شائع کیں۔ نیز اپنی دو تصنیفات ہیں، آیات قرآن مجید کی فہرست ہر آیت کے پہلے لفظ کی بنیاد پر حروف تہجی کے اعتبار سے تیار کی جو 'ارشاد الراغبین فی الکشف عن آی القرآن المبین' کے نام سے بارہا شائع ہوئی[۳۸۳] دوسری تصنیف 'نموذج من الاعمال الخیریۃ فی ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ ۱۳۴۹ھ' ہے، جس کا پہلا ایڈیشن ۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء میں اسی ادارہ نے ساڑھے چھ سو صفحات پر شائع کیا۔ اس میں کچھ صفحات اس دور کی اسلامی دنیا کے اہم علماء کے تذکرہ کے لیے مختص کیے۔ اس ضمن میں خطۂ ہند سے مختلف مکاتب فکر کے تقریباً بیس علماء کا مختصر تعارف دیا۔ یہاں فاضل بریلوی کا ذکر کرتے ہوئے آپ کی تصانیف کی تعداد سات سو کے قریب بتائی پھر آپ کی اہم تصانیف میں الدولۃ المکیۃ کا نام بھی درج کیا نیز اس کے مطبوعہ ہونے کی اطلاع دی۔[۳۸۴]

✸ شیخ محمد زمزمی بن محمد بن جعفر کتانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۱۳۰۵ھ-۱۳۷۱ھ/۱۸۸۸ء-۱۹۵۱ء)

مراکش کے شہر فاس میں پیدا ہوئے، والد گرامی کے ساتھ مدینہ منورہ و دمشق میں مقیم رہے، پھر واپس وطن چلے گئے اور عمر کے آخری برس شاہ مراکش کی طرف سے حج وفد میں شامل کیے گئے، جہاں سے واپسی پر بیت المقدس وغیرہ مقامات کی زیارت کے بعد دمشق

میں اپنے عزیز و اقارب کے ہاں مقیم تھے کہ وہیں پر وفات پائی۔ باب صغیر قبرستان میں صحابی جلیل سیدنا بلال ﷺ کے مزار نیز قبر محدث اعظم علامہ سید محمد بدرالدین حسنی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے قریب دفن کیے گئے۔ مالکی عالم، حافظ قرآن مجید، مبلغ اسلام، مسند، مرشد، سیاح، شاعر، استاذ العلماء، متعدد تصانیف ہیں۔ قرویین یونی ورسٹی مراکش سے وابستہ رہے، عثمانی حکومت نے آپ کو وحدت اسلامی کے لیے کوشاں رہنے پر ایوارڈ پیش کیا۔ مشرق وسطی کے متعدد ممالک نیز سپین کے دورے کیے۔[۳۸۵]

اپنے چھوٹے بھائی مفتی مالکیہ شام، رابطۃ العلماء شام کے صدر، رابطہ عالم اسلامی کے بانی رکن، مرشد السالکین شیخ محمد مکی کتانی دمشقی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ (وفات ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء) کے ہمراہ آپ دوبار ہندوستان آئے[۳۸۶] پہلی بار فاضل بریلوی کی وفات کے محض ساڑھے تین برس بعد ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۵ء اور پھر ۱۳۵۳ھ میں، جس دوران کراچی، بمبئی، دہلی حیدرآباد بنگلور وغیرہ مقامات پر گئے، نیز اجمیر جا کر صوفیہ کے سلسلۂ چشتیہ کے سرتاج حضرت خواجہ معین الدین حسن سجزی اجمیری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ (وفات ۶۲۷ھ/۱۲۳۰ء) کے مزار پر حاضری دی۔[۳۸۷]

شیخ محمد زمزمی کتانی نے ہندوستان کے یہ دونوں سفر 'رحلتان الی الهند' کے نام سے قلم بند کیے، جو انٹرنیشنل اسلامی یونی ورسٹی اسلام آباد کے ذیلی ادارہ اسلامک ریسرچ انسٹیٹیوٹ کے زیر اہتمام شائع ہونے والے عربی رسالہ 'الدراسات الاسلامیة' میں تین اقساط میں شائع ہوئی۔[۳۸۸]

دوسرے سفر کے دوران بمبئی میں آپ کی ملاقات فاضل بریلوی کے ایک شاگرد مولانا حکیم نور محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے ہوئی، جن کے ہاں آپ نے الدولة المکیة وغیرہ فاضل بریلوی کی چند مطبوعہ تصانیف دیکھیں، پھر سفرنامہ میں اس کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ

الاستاذ العلامة المشارک احمد رضا خان المحمدی السنی الحنفی القادری

لبر کاتی توفی رحمه الله کی میرے والدگرامی سے ملاقات مدینہ منورہ میں ہوئی، نیز آپ نے الدولة المکیة پر تقریظ لکھی۔ مزید یہ کہ فاضل بریلوی کی شدید خواہش تھی کہ علم النبی ﷺ پر والدگرامی یعنی شیخ محمد بن جعفر کتانی کی مستقل تصنیف 'جلاء القلوب من الاصداء الغیبیة ببیان احاطته علیه السلام بالعلوم الکونیة' جلد طبع ہو۔ بلکہ ایک موقع پر فاضل بریلوی نے ان سے فرمایا کہ آپ کی اس تصنیف کی طباعت کا اہتمام میں کیے دیتا ہوں اور اس کے پانچ صد نسخے بھی آپ کو ارسال کیے جائیں گے۔ جواباً والدگرامی نے یہ عذر بتایا کہ ابھی تک اس کتاب کی تکمیل نہیں ہوئی۔

شیخ محمد زمزمی کتانی نے یہیں پر فاضل بریلوی کی دوسری اہم تصنیف 'العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة' کی دو مطبوعہ جلدیں بھی ملاحظہ کیں۔ جن کے بارے سفرنامہ میں لکھا کہ اس میں اسلام و اہل سنت مخالف فرقوں قادیانیہ و وہابیہ وغیرہ کا بطور خاص رد کیا گیا ہے۔[۳۸۹]

✸ شیخ یوسف بن ہاشم رفاعی حفظہ اللہ تعالیٰ

(ولادت ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء)

کویت میں پیدا ہوئے، وہیں پر ایم اے اور کراچی یونی ورسٹی سے پی ایچ ڈی کی۔ سلسلہ نسب و طریقت دونوں اعتبار سے رفاعی، فقیہ شافعی و مرشد کبیر، عالمی مبلغ اسلام، قائد اہل سنت، متعدد تصنیفات میں سے چند کے نام یہ ہیں، نعت و مناقب اہل بیت پر مشتمل دیوان 'زهـرة المصطفیٰ علیها و علی ابیها ازکی السلام' کے علاوہ 'الامام السید احمد الرفاعی مؤسس الطریقة الرفاعیة'، 'خواطر فی السیاسة و المجتمع'، 'الصوفیة و التصوف فی ضوء الکتاب و السنة'، 'نصیحة لاخواننا علماء نجد'، یہ تمام کتب شائع ہو چکی ہیں، نیز کمپیوٹر انٹرنیٹ پر قائم آپ کی ویب سائٹ پر ان سب کے عربی متن جب کہ آخرالذکر کا انگریزی ترجمہ بھی ان دنوں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔[۳۹۰]

۱۹۶۴ء میں کویت کے وزیر مواصلات بنائے گئے، بعد ازاں بھی پارلیمنٹ کے رکن

رہے، جس دوران ملک میں شراب نوشی اور مخلوط نظام تعلیم ودیگر غیر اسلامی افعال کے خلاف سرگرم ارکان پارلیمنٹ کی قیادت کی۔ اب زندگی کے اکثر اوقات تبلیغ اسلام میں بسر کر رہے ہیں۔ ریڈیو، ٹیلے ویژن، اخبارات ورسائل میں آپ کی تقاریر ومضامین نشر ہوتے ہیں۔
مؤتمر عالم اسلامی کراچی کے نائب صدر رہے، ورلڈ اسلامک مشن کراچی سے وابستہ رہے، عالمی تنظیم سواد اعظم اہل سنت کے جنرل سیکرٹری، کویت وبنگلہ دیش میں متعدد دینی مدارس ومساجد اور شفاخانوں کے بانی وسرپرست، لاتعداد عالمی کانفرنسوں میں شرکت کی۔
۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء میں کویت سے خلیجی ممالک کا اولین اسلامی وسیاسی عربی ہفت روزہ 'البلاغ' جاری کیا، جو بعد ازاں آپ کے عزیز دوست شیخ عبدالرحمٰن راشد ولایتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ملکیت اور اس خطہ کا کثیر الاشاعت رسالہ ہوا۔ اب ڈاکٹر رشید بن عبدالرحمٰن ولایتی اس کے مالک ومدیر اعلیٰ ہیں[۳۹۱] ان دنوں کمپیوٹر انٹرنیٹ پر اس کے تازہ شمارے کا انتخاب بھی ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔[۳۹۲]

پاک وہند اور بنگلہ دیش کے اکابرین اہل سنت کے ساتھ شیخ یوسف رفاعی کے قریبی روابط ہیں اور آپ یہاں کے اہم دینی اداروں کے دورے کر چکے ہیں اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ یہاں کے متعدد علماء ومشائخ نے آپ سے اجازت وخلافت پائی۔[۳۹۳]
شیخ یوسف رفاعی نے عقائد ومعمولات اہل سنت کے دفاع وتوضیح میں کتاب 'ادلۃ اهل السنة و الجماعة او الرد المحكم المنيع علی منكرات و شبهات ابن منیع' لکھی، جس کے تیسرے باب میں علم النبی ﷺ کی وسعت پر بحث کرتے ہوئے آپ نے الدولۃ المکیۃ سے بھرپور استفادہ کیا۔ یہ کتاب بے حد مقبول ہوئی، اس کا پہلا ایڈیشن ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء میں کویت سے ۱۶۰ صفحات پر عام منظر عام پر آیا، پھر یہ انڈونیشیا، مراکش، مصر اور شمالی یمن سے شائع ہوئی، تا آں کہ ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء میں اس کا ساتواں ایڈیشن کویت سے شائع ہوا، نیز ان دنوں آپ کی ویب سائٹ پر بھی موجود ہے۔[۳۹۴]

شیخ الحدیث مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری حفظہ اللہ تعالیٰ (ولادت ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۴ء) نے اس شہرہ آفاق کتاب کا اردو ترجمہ کیا، جو 'اسلامی عقائد' کے نام سے لاہور سے شائع ہوا۔[۳۹۵]

شیخ رفاعی نے اس کتاب میں الدولۃ المکیۃ سے استفادہ پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ اپنے دروس و تقاریر میں بھی اس کے مندرجات کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ اوائل ۲۰۰۲ء میں آپ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ کے فارغ التحصیل علماء کے جشن دستار فضیلت میں شرکت کے لیے پاکستان آئے تو اس عظیم الشان اجتماع میں خطاب کے دوران نعتیہ قصیدہ بردہ کے بعض اشعار کی شرح بیان کرتے ہوئے الدولۃ المکیۃ کا حوالہ دیا۔

آپ نے فاضل بریلوی کی شخصیت و تعارف پر مستقل عربی مضمون بھی لکھا، جو پاک و ہند سے بارہا شائع ہوا۔[۳۹۶]

✱ **پروفیسر حازم بن محمد احمد عبدالرحیم محفوظ حفظہ اللہ تعالیٰ**

مصر کے باشندہ، ازہر یونی ورسٹی قاہرہ کے استاد، آپ کا مزید تعارف گزشتہ صفحات پر آچکا۔ پروفیسر حازم محفوظ نے اپنی کتاب 'الامام المجدد محمد احمد رضا خان و العالم العربی' میں دولۃ مکیہ کا مفصل ذکر کیا اور اسے امام احمد رضا خان کی متعدد علوم پر گہری دسترس نیز تصنیف و تالیف کے عمل کو سرعت کے ساتھ پایہ تکمیل تک پہنچانے کی اہم دلیل قرار دیا۔ آپ نے پہلے دولۃ مکیہ کا عمومی تعارف کرایا، پھر رسالہ 'البیان' کے حوالہ سے علامہ یوسف نبہانی کی تقریظ کا متن، شام و عراق کے مقرظ علماء کے اسماء گرامی کی فہرست، مصر سے تعلق رکھنے والے کل چار علماء کی تقاریظ کا متن، مکتبہ رضویہ ایڈیشن کے سرورق کا عکس، رسالہ البیـــــان کے سرورق و متعلقہ صفحات کا عکس، مصری مقرظین میں سے تین کی تقاریظ کے مخطوطات کا عکس، شامل کتاب کیے۔[۳۹۷]

✱ **شیخ ابوبکر بن احمد قادری حفظہ اللہ تعالیٰ**

(ولادت ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء)

مراکش کے شہر سَلا میں پیدا ہوئے اور ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء میں زندہ تھے۔ سلسلۂ نسب و طریقت

دونوں طرح سے قادری، مالکی عالم، مفکر، صحافی، تحریک آزادئ مراکش کے اہم رہنما، فرانسی استعمار سے حصول آزادی کے لیے کام کرنے والی اہم جماعت "الحرکۃ الوطنیۃ" کے بانی رکن، سیاسی معاملات میں فعال، رابطہ علماء مراکش کے رکن، مراکش اکیڈمی کے رکن، ملک کے متعدد اہم اداروں سے وابستہ رہے، اہم دینی وثقافتی ماہنامہ "الایمان" کے ایڈیٹر رہے، متعدد مقالات وتصنیفات ہیں، جن میں "رجال عرفتھم" "فی سبیل بعث اسلامی" "فی سبیل وعی اسلامی" "مذکراتی فی الحرکۃ الوطنیۃ المغربیۃ" وغیرہ کتب ہیں۔[۳۹۸]

شیخ ابوبکر قادری نے ۴۵۴ صفحات پر مشتمل اپنی تازہ تصنیف "الشیخ عبد القادر الجیلانی و دورہ فی الدعوۃ الاسلامیۃ فی انحاء العالمین، الآسیوی و الافریقی" میں ایک باب مشہور قادری مشائخ کے تعارف کے لیے مختص کیا، جس میں فاضل بریلوی کے حالات "الشیخ الامام احمد رضا القادری البریلوی" کے عنوان سے درج کیے، جن میں آپ کی تصنیفات کی تعداد ایک ہزار کے قریب بتائی، نیز چار اہم کتب کے نام ذکر کیے۔ آپ نے دولت مکیہ کا استنبول ایڈیشن ملاحظہ کیا، پھر اس کے بارے میں یوں لکھا:

"الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ، و ھذا کتاب عظیم الشان، جلیل البرھان، انطبع فی الترکیۃ بسعی مجاھد الاسلام مولانا حسین حلمی، شکر اللہ مساعیہ الجمیلۃ"۔۔۔[۳۹۹]

✸ ڈاکٹر شیخ جبریل بن فواد حداد حفظہ اللہ تعالیٰ

(ولادت ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۰ء)

لبنان کے دارالحکومت بیروت کے عیسائی گھرانہ میں پیدا ہوئے، انگلینڈ اور پھر فرانسی ادب پر کولمبیا یونی ورسٹی نیویارک میں تعلیم پائی۔ قیام نیویارک کے دوران اسلام قبول کیا، پھر امریکہ میں مقیم لبنان کے باشندہ نقشبندی مجددی سلسلہ کے مرشد مبلغ اسلام شیخ سید محمد ہشام قبانی طرابلسی [۴۰۰] نیز ان کے مرشد ترکی کے مبلغ اسلام شیخ سید محمد ناظم حقانی قبرصی

(ولادت ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۲ء) سے ملاقات و رابطہ ہوا[۴۰۱] تو مذکورہ سلسلہ طریقت سے وابستہ ہوئے اور ان سے تعلیم و تربیت پائی نیز بیروت و دمشق کے اکابر علماء و مشائخ سے اخذ کیا۔ آپ ۱۹۹۷ء سے دمشق کے محلہ جبل قاسیون میں مقیم ہیں۔ شافعی المذہب، صوفی، مبلغ اسلام، عربی و انگریزی میں متعدد تصنیفات ہیں۔ ان دنوں انگریزی کی مختلف ویب سائٹس پر آپ کے مضامین و کتب ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں۔[۴۰۲]

قبل ازیں ڈاکٹر جبریل حداد کی تین انگریزی تصنیفات راقم السطور کی نظر سے گزریں، جن کے نام یہ ہیں:

- Abu bakar Al-siddiq. Page 138
- The Excellence Of Syro-Palestine Al-sham And Its People. Page 126
- Advice To Our Brothers The Scholars Of Najad. Page 166

ان میں پہلی سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حالات پر، دوسری فضائل شام کے بارے میں اور تیسری سید ہاشم رفاعی کی 'نصیحۃ لاخواننا علماء نجد' نیز شیخ سید علوی بن احمد حداد حضرمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (وفات ۱۲۳۲ھ/ ۱۸۱۷ء) کی 'مصباح الانام و جلاء الظلام فی رد شبہ البدعی النجدی التی اضل بها العوام' کے انگریزی تراجم ہیں، جو مترجم کے حواشی کے ساتھ یکجا طبع کی گئیں۔ ابتدائی دو صفحات پر سید یوسف رفاعی کے حالات درج ہیں۔ ان تینوں کتب کے آخری صفحہ پر ڈاکٹر جبریل کا تعارف دیا گیا ہے۔ یہ کتب ۲۰۰۲ء میں مکتبۃ الاحباب، دمشق نے شائع کیں، جب کہ ان میں آخر الذکر کا یہ تیسرا ایڈیشن ہے۔

انٹرنیٹ پر آپ کے انگریزی مضامین کی تعداد ایک سو سے بھی زائد ہوگی، ان میں مسئلہ توحید، حاضر و ناظر، نزول سیدنا عیسیٰ علیہ السلام، انگوٹھے چومنے کا مسئلہ، مفتیٔ اعظم سعودی عرب شیخ عبدالعزیز بن باز کا رد، دمشق کے معاصر غیر مقلد داعی شیخ ناصر البانی کا رد، سلیمان رشدی کا تعاقب، جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف پاکستان کے جسٹس تقی عثمانی دیوبندی کے

جاری کردہ ایک فتویٰ کا رد، علامہ احسان الٰہی ظہیر کی البریلویۃ نامی کتاب میں لگائے گئے الزامات کا ازالہ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے حالات، اسلام اور تصوف، بدعت کے معنی، حضرت عمر فاروق اعظم ﷜ سے حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح، انبیاء علیہم السلام کی برزخی زندگی کے موضوع پر مکہ مکرمہ کے معاصر عالم ڈاکٹر شیخ سید محمد بن علوی مالکی کی تحریر کا ترجمہ، شیخ یوسف رفاعی کا علماء نجد کے نام اہم پیغام کا ترجمہ، شیخ ابوزہرہ مصری اور وہابیت، نیز متعدد اکابر صوفیہ کرام کے حالات پر مستقل مضامین شامل ہیں۔

ڈاکٹر جبریل نے علم النبی ﷺ کی وسعت واثبات پر انگریزی میں مستقل کتاب بنام:

80 HADITHS OF THE PROPHET,S A KNOWLEDGE OF THE UNSEEN

لکھی، جس میں دولۃ مکیہ کے استنبول ایڈیشن سے بھرپور استفادہ اٹھایا۔ پانچ ابواب پر مشتمل یہ کتاب ان دنوں 'LIVINGISLAM' نامی ویب سائٹ پر موجود ہے۔[۴۰۳]

الدولۃ المکیہ کن حالات میں لکھی گئی

مصنف رسائل اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں

مکہ میں وہابیوں کی آمد:

ہم نے دیکھا کہ ہمارے جانے سے پہلے ہی وہابیہ مکہ میں آئے ہوئے ہیں جن میں خلیل احمد انبیٹھوی اور بعض وزراء ریاست، دیگر اہل ثروت بھی ہیں۔ انہوں نے ''حضرت شریف مکہ'' تک رسائی پیدا کی ہے۔ اور مسئلہ علم غیب چھیڑا ہے اور اس کے متعلق کچھ سوال اعلم علمائے مکہ حضرت مولانا شیخ صالح کمال سابق قاضی و مفتی حنفیہ مکی کی خدمت میں پیش ہوئے ہیں۔ میں حضرت موصوف کی خدمت میں گیا حضرت مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحب زادے عزیزی مولوی عبدالاحد بھی میرے ہمراہ تھے میں نے بعد سلام و مصافحہ مسئلہ علم غیب پر تقریر شروع کی دو گھنٹہ اسے آیات و احادیث اور اقوال ائمہ سے ثابت کیا اور مخالفین جو شبہات کیا کرتے ہیں ان کا رد کیا۔ دو گھنٹے تک حضرت موصوف محض سکون کے ساتھ ہمہ گوش ہوکر میرا منہ دیکھتے رہے جب میں نے تقریر ختم کی۔ چپکے سے اٹھے ایک کتاب قریب الماری میں رکھی ہوئی تھی، وہاں تشریف لے گئے اور ایک کاغذ نکال لائے جس پر مولوی سلامت اللہ صاحب رامپوری کے رسالہ ''اعلام الاذکیا'' کے اس قول کے متعلق کہ حضور اقدس ﷺ کو **ھو الاول ولاخر والظاھر والباطن وھو بکل شئی علیم ٥** لکھا تھا چند سوال تھے اور جواب کی چار سطریں ناتمام اٹھالائے۔ مجھے دکھایا۔

اور فرمایا تیرا آنا اللہ کی رحمت تھا ورنہ مولوی سلامت اللہ کے کفر کا فتوی یہاں سے جا چکتا۔ میں حمد الٰہی بجالایا اور فرودگاہ پر واپس آیا۔ مولانا سے مقام قیام کا کوئی تذکرہ نہ آیا تھا اب وہ فقیر کے پاس تشریف لانا چاہتے ہیں حج کا ہنگامہ تھا اور جائے قیام نہ معلوم آخر خیال فرمایا کہ ضرور کتب خانہ میں آیا کرتا ہوگا۔

مولانا شیخ صالح کمال سے ملاقات اور علوم غیبیہ پر سوالات کے جواب

پچیس ذی الحجہ ۱۳۲۳ ہجری کی تاریخ ہے۔ بعد نماز عصر کتب خانے کے زینے پر چڑھ رہا ہوں۔ پیچھے ایک آہٹ معلوم ہوئی۔ دیکھا تو حضرت مولانا شیخ صالح کمال ہیں بعد سلام و مصافحہ دفتر کتب خانہ میں جا کر بیٹھے۔ حضرت مولانا سید اسمٰعیل اور ان کے نوجوان سعید رشید بھائی سید مصطفیٰ اور ان کے والد ماجد مولانا سید خلیل اور بعض حضرات بھی کہ اس وقت نام یاد نہیں تشریف فرما ہیں۔ حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے ایک پرچہ نکالا جس پر علم غیب کے متعلق پانچ سوال تھے۔ (یہ وہی سوال ہیں جن کا جواب مولانا نے شروع کیا تھا اور تقریر فقیر کے بعد چاک فرما دیا) مجھ سے فرمایا یہ سوال وہابیہ نے "حضرت سیدنا" کے ذریعے سے پیش کیے ہیں اور آپ سے جواب مقصود ہے۔ (سیدنا وہاں شریف مکہ کو کہتے ہیں کہ اس وقت شریف مکہ علی پاشا تھے) میں نے مولانا سید مصطفیٰ سے گذارش کی کہ دوات قلم دیجیے حضرت مولانا شیخ صالح کمال اور مولانا سید اسمٰعیل و مولانا سید خلیل سب اکابر نے جو وہاں تشریف فرما تھے ارشاد فرمایا ہم ایسا فوری جواب نہیں چاہتے بلکہ ایسا جواب ہو کہ خبیثوں کے دانت کھٹے ہوں۔ میں نے عرض کی اس کے لیے مہلت درکار ہے دو گھڑی دن باقی ہے اس میں کیا ہو سکتا ہے۔ حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے فرمایا کل سہ شنبہ، پرسوں چہار شنبہ ہے ان دو روز میں ہو کر

پنجشنبہ کو مجھے مل جائے کہ میں شریف مکہ کے سامنے پیش کروں، میں نے اپنے عزّ وجل کی عنایت اپنے نبی مصطفیٰ ﷺ کی اعانت پر بھروسا کر کے وعدہ کرلیا اور شان الٰہی کہ دوسرے دن سے بخار نے پھر عود کیا اسی حالت میں شب میں رسالہ تصنیف کرتا اور حامد رضا خان تبییض کرتے۔ اس کا شہرہ مکہ معظمہ میں ہوا کہ وہابیہ نے فلاں کی طرف سوال متوجہ کیا ہے اور وہ جواب لکھ رہا ہے میں نے اس رسالہ میں ''غیوب خمسہ'' کی بحث نہ چھیڑی تھی کہ سائلوں کے سوال میں نہ تھی اور مجھے بخار کی حالت میں بکمال تعجیل قصد تکمیل آج ہی کہ میں لکھ رہا ہوں۔

اعلیٰ حضرت کی علم غیبیہ پر تحریر کو ابوالخیر میر مراد نے سنا

حضرت شیخ الخطباء وکبیر العلماء مولانا شیخ ابوالخیر میر مراد کا پیام آیا کہ میں پاؤں سے معذور ہوں اور تیرا رسالہ سننا چاہتا ہوں۔ میں اسی حالت میں جتنے اوراق لکھے گئے تھے لے کر حاضر ہوا۔ رسالہ کی قسم اول ختم ہو چکی تھی۔ جس میں اپنے مسلک کا ثبوت ہے قسم دوم لکھی جارہی تھی جس میں وہابیہ کا رد اور ان کے سوالوں کا جواب ہے۔ حضرت شیخ الخطباء نے اوّل تا آخر سن کر فرمایا اس میں علوم خمسہ کی بحث نہ آئی میں نے عرض کی کہ سوال میں نہ تھے فرمایا میری خواہش ہے کہ ضرور زیادہ ہو۔ میں نے قبول کیا۔ رخصت ہوتے وقت ان کے زانوے مبارک کو ہاتھ لگایا۔

ابوالخیر مراد نے اعلیٰ حضرت کے نعلین چومنے کی تمنا کی

حضرت موصوف نے بہ آں فضل وکمال وبہ آں کبر سال کہ عمر شریف ستر برس سے متجاوز تھی یہ لفظ فرمائے انا اقبل ارجلکم انا اقبل نعالکم ''میں تمہارے قدموں

کو بوسہ دوں" میں تمہارے جوتوں کو بوسہ دوں" یہ میرے حبیب کریم ﷺ کی رحمت کہ ایسے اکابر کے قلوب میں اس بے وقعت کی یہ وقعت۔ میں واپس آیا اور شب ہی میں بحث خمس کو بڑھایا۔

اعلیٰ حضرت سے سید عبدالحیٔ مکی نے سند احادیث حاصل کی

اب دوسرا دن چہارشنبہ کا ہے صبح کی نماز پڑھ کر حرم شریف سے آتا ہوں کہ مولانا سید عبدالحیٔ ابن مولانا سید عبدالکبیر محدث ملک مغرب (کہ اس وقت تک ان کی چالیس کتابیں علوم حدیثیہ دینیہ میں مصر میں چھپ چکی تھیں) ان کا خادم پیام لایا کہ مولانا تجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔ میں نے خیال کیا کہ وعدہ میں آج ہی کا دن ہے۔ اور ابھی بہت کچھ لکھنا باقی ہے۔ عذر کر بھیجا کہ آج کی معافی کل میں خود حاضر ہوں گا۔ فوراً خادم واپس آیا۔ میں آج ہی مدینہ طیبہ جاتا ہوں تمریز ہو چکی یعنی قافلے کے اونٹ بیرون شہر جمع ہو لیے۔ میں ظہر پڑھ کر سوار ہو جاؤں گا۔ اب میں مجبور ہوا اور مولانا کو تشریف آوری کی اجازت دی وہ تشریف لائے اور علوم حدیث کی اجازتیں فقیر سے طلب فرمائیں اور لکھوائیں اور علمی مذاکرات ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ ظہر کی اذان ہوئی وہاں زوال ہوتے ہی معاً اذان ہو جاتی ہے میں اور وہ نماز ظہر میں حاضر ہوئے بعد نماز وہ عازم مدینہ طیبہ ہوئے اور میں فرودگاہ پر آیا۔

الدولتہ المکیہ کی تکمیل

آج کے دن کا ایک بڑا حصہ یوں بالکل خالی گیا اور بخار ساتھ ہے۔ بقیہ دن میں اور بعد عشاء فضل الٰہی اور عنایت رسالت پناہی ﷺ نے کتاب کی تکمیل و تبییض

سب پوری کرادی " الدولة المکیه بالمادة الغیبیه " ۱۳۲۳ھ اس کا تاریخی نام ہوا اور پنجشنبہ کی صبح ہی کو حضرت مولانا شیخ صالح کمال کی خدمت میں پہنچادی گئی۔ مولانا نے دن میں اسے کامل طور پر مطالعہ فرمایا اور شام کو شریف صاحب کے یہاں لے کر تشریف لے گئے۔ عشاء کی نماز وہاں شروع وقت پر ہوجاتی ہے اس کے بعد سے نصف شب تک کہ عربی گھڑیوں میں چھ بجتے ہیں تو شریف علی پاشا کا دربار ہوتا تھا۔ حضرت مولانا نے دربار میں کتاب پیش کی اور علی الاعلان فرمایا اس شخص نے وہ علم ظاہر کیا جس کے انوار چمک اٹھے اور جو ہماری خواب میں بھی نہ تھا۔

شریف مکہ نے "الدّولتہ المکّیہ" سنی تو وہابیوں نے شور مچادیا

حضرت شریف مکہ نے کتاب پڑھنے کا حکم دیا۔ دربار میں دو وہابی بھی بیٹھے تھے ایک احمد فلکہ دوسرا عبدالرحمٰن اسکوبی۔ انہوں نے مقدمہ کتاب کی آمد ہی سن کر سمجھ لیا کہ یہ کتاب رنگ بدل دے گی۔ شریف مکہ ذی علم ہیں مسئلہ ان پر منکشف ہوجائے گا لہذا چاہا کہ سننے نہ دیں بحث میں الجھا کر وقت گذار دیں۔ کتاب پر کچھ اعتراض کیا حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے جواب دیا آگے پڑھے۔ انہوں نے پھر ایک مہمل اعتراض کیا۔ حضرت مولانا نے جواب دیا اور فرمایا کتاب سن لیجیے پوری کتاب سننے سے پہلے اعتراض بے قاعدہ ہے ممکن ہے کہ آپ کے شکوک کا جواب اس میں آئے اور نہ ہو تو میں جواب کا ذمہ دار ہوں اور مجھ سے نہ ہوسکا تو مصنف خود موجود ہے یہ فرمایا اور آگے پڑھنا شروع کیا کچھ دور پہنچے تھے کہ انہیں الجھانا مقصود تھا پھر معترض ہوئے۔ اب حضرت مولانا نے حضرت شریف مکہ سے کہا کہ یا سیدنا حضرت کا حکم ہے کہ میں کتاب پڑھ کر سناؤں۔ اور یہ جا بجا الجھتے ہیں۔ حکم ہو تو ان اعتراضوں کا جواب دوں یا حکم ہو تو

کتاب سناؤں۔ شریف مکہ نے فرمایا ''اقراء'' آپ پڑھیے اب ان کی ہاں کو کون منع کرسکتا تھا معترضوں کا منہ مارا گیا اور مولانا کتاب سناتے رہے اس کے دلائل قاہرہ سن کر مولانا شریف نے بآواز بلند فرمایا " اللّٰہ یعطی وھولاء یمنعون " یعنی اللہ تو اپنے حبیب کو علم غیب دیتا ہے اور یہ وہابی منع کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ نصف شب تک نصف کتاب سنائی اب دربار برخاست ہونے کا وقت آ گیا شریف صاحب نے حضرت مولانا سے فرمایا یہاں نشانی رکھ دو کتاب بغل میں لے کر بالا خانہ پر آرام کے لئے تشریف لے گئے وہ کتاب آج تک انہی کے پاس ہے۔

مکہ مکرمہ میں ''الدولۃ المکیہ'' کی شہرت پھیل گئی۔

اصل سے متعدد نقلیں مکہ معظمہ کے علماء کرام نے لیں اور تمام مکہ معظمہ میں کتاب کا شہرہ ہوا۔ وہابیہ پر اوس پڑگئی بفضلہٖ تعالیٰ سب لوہے ٹھنڈے ہوگئے۔ گلی کوچہ میں مکہ معظمہ کے لڑکے ان سے تمسخر کرتے۔ اب کچھ نہیں کہتے۔ اب وہ جوش کیا ہوئے؟ اب وہ مصطفیٰ ﷺ کے لیے علوم غیب ماننے والوں کو کافر کہنا۔ کدھر گیا؟ تمہارا کفر وشرک تم ہی پر پلٹا۔ وہابیہ کہتے اس شخص نے کتاب میں منطقی تقریریں بھر کر شریف مکہ پر جادو کردیا تھا۔ مولیٰ عزوجل کا فضل حبیب اکرم ﷺ کا کرم کہ علماء کرام نے کتاب پر دھوم دھامی تقریظیں لکھنی شروع کردیں۔ وہابیہ کا دل جلتا اور بس نہ چلتا۔ آخر اس فکر میں ہوئے کہ کسی طرح فریب کر کے تقریظات تلف کردیں۔ ایک جگہ جمع ہوئے اور حضرت مولانا شیخ ابوالخیر مراد سے عرض کی کہ ہم بھی کتاب پر تقریظیں لکھنا چاہتے ہیں کتاب ہمیں منگوادیجیے وہ سیدھے مقدس بزرگ ان کے فریبوں کو کہاں جانیں اپنے صاحبزادے مولانا عبداللہ مراد کو میرے پاس بھیجا یہ صاحب مسجد حرام کے امام ہیں اور

اسی زمانے میں فقیر کے ہاتھ پر بیعت فرما چکے تھے۔حضرت مولانا ابو الخیر کا منگانا اور مولانا عبداللہ مراد کا لینے کو آنا مجھے شبہہ کی کوئی وجہ نہ ہوئی مگر مولیٰ عزوجل کی رحمت کہ میں اس وقت کتب خانہ حرم شریف میں تھا۔حضرت مولانا اسمٰعیل کو اللہ عزوجل جناب عالیات میں حضور رحمت عالم ﷺ کی رفاقت عطا فرمائے۔قبل اس کے کہ میں کچھ کہوں نہایت ترشی وجلال سیادت سے فرمایا کتاب ہرگز نہ دی جائے۔جو تقریظیں لکھنی ہوں لکھ کر بھیج دو میں نے گذارش بھی کہ حضرت مولانا ابو الخیر منگاتے ہیں۔اور ان کے صاحبزادے لینے آئے ہیں اور ان کا جو تعلق فقیر سے ہے آپ کو معلوم ہے۔فرمایا جو لوگ وہاں جمع ہیں ان کو میں جانتا ہوں وہ منافقین ہیں۔مولانا ابو الخیر کو انہوں نے دھوکا دیا ہے یوں اس عالم نبیل سید جلیل کی برکت نے کتاب بحمد اللہ تعالیٰ محفوظ رکھی وللہ الحمد۔

گورنر مکہ نے احمد فلکیہ وہابی کے منہ پر تھپڑ مارا

جب وہابیہ کا یہ مکر بھی نہ چلا اور مولانا شریف کے یہاں سے بحمدہ تعالیٰ ان کا منہ کالا ہوا۔ایک ناخواندہ جاہل کہ نائب الحرم کہلاتا ہے۔کیا احمد پاشا اس زمانے میں گورنر مکہ معظمہ تھے آدمی ناخواندہ مگر دیندار۔ہر روز بعد عصر طواف کرتے خیال کیا کہ شریف صاحب ذی علم تھے کتاب سن کر معتقد ہوگئے یہ بے پڑھا فوجی آدمی ہمارے بھڑکائے سے بھڑک آئے گا ایک روز یہ طواف سے فارغ ہوئے کہ نائب الحرم نے ان سے گذارش کی ایک ہندی عالم نے ہندوستان میں بہت لوگوں کے عقیدے بگاڑ دیئے ہیں اور اب اہل مکہ کے عقیدے خراب کرنے آیا ہے اور ساتھ ہی دل میں سوچا کہ یہ کیونکر جچے گی کہ ایک ہندی، مکیوں کے عقیدے بگاڑ دے لہذا مجبوراً اس کے ساتھ یہ کہنا پڑا اور اکابر علماء مکہ مثل شیخ العلماء سید محمد سعید بابصیل مولانا شیخ صالح کمال ومولانا

ابوالخیر مراد اور اس کے ساتھ میں مولا تعالیٰ کی شان کہ واقعی بات جو اس نے مجبوراً کہی اس پر الٹی پڑی۔ پاشا نے بکمال غضب ایک چپت اس کی گردن پر جمائی اور کہا یا خبیث ابن الخبیث یا کلب ابن الکلب اذا کان ھو لاء معہ فھو یفسدہ ام یصلح اے خبیث ابن خبیث اے کلب ابن کلب (کتے کے بچے) جب یہ اکابر اس کے ساتھ ہیں تو خرابی ڈالے گا یا اصلاح کرے گا۔ اس روز سے مولانا سید اسمٰعیل وغیرہ سے اسے نائب الحرم کہتے اور احمد فلکیہ کو ''احمق سفیہ'' لکھتے اور ایک اور مخالف کو معصوم مولانا شریف کا دربار مہذب دربار تھا وہاں وہابیہ کو مہذب ذلت پہنچی ایک جنگی فوجی ترک کا سامنا تھا اسی طریقے کی ذلت پائی۔

''حسام الحرمین'' کی علماء مکہ میں مقبولیت

''دولت مکیہ'' کے ساتھ ساتھ بلکہ اس سے کچھ پہلے سے بفضلہٖ تعالیٰ ''حسام الحرمین'' کی کاروائی جاری کی۔ اکابر نے جو عالیشان تقریظات اس پر لکھیں آپ حضرات کے پیش نظر ہیں ابتدا ہی میں یہ فتویٰ حضرت مولانا شیخ صالح کمال کے پاس تقریظ کیا گیا تھا۔ ادھر حضرت مولانا شیخ صالح کمال کے پاس تقریظ کو گیا تھا۔ ادھر حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے کتاب سنانے کے ضمن میں حضرت شریف مکہ سے خلیل احمد کے عقائد ضالہ اور اس کتاب ''براہین قاطعہ'' کا بھی ذکر کر دیا تھا۔

خلیل احمد انبیٹھوی مکہ سے بھاگ کر جدہ آ گیا

انبیٹھوی صاحب کو خبر ہوئی مولانا کے پاس کچھ اشرفیاں نذرانہ لے کر پہنچے اور عرض کی کہ حضرت مجھ پر کیوں ناراض ہیں۔ فرمایا کیا تم خلیل احمد ہو؟ کہا ہاں۔ مولانا

نے فرمایا تجھ پر افسوس تو نے ''براہین قاطعہ'' میں وہ شنیع باتیں لکھیں میں تو تجھے زندیق لکھ چکا ہوں (اس سے پہلے مولانا غلام دستگیر صاحب قصوری مرحوم کی کتاب ''تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل'' لکھ کر علماء مکہ معظمہ سے تقریظیں لے چکے تھے۔اس پر مولانا شیخ صالح کمال کی بھی تقریظ ہے اور اس میں انبیٹھوی صاحب اور ان کے استاد گنگوہی کو زندیق لکھا ہے)۔انبیٹھوی صاحب نے کہا حضرت جو باتیں میری طرف نسبت کی گئی ہیں افتراء ہیں میری کتاب میں نہیں ہیں فرمایا تمہاری کتاب'' براہین قاطعہ'' چھپ کر شائع ہو چکی ہے اور میرے پاس موجود ہے انبیٹھوی نے کہا حضرت کیا کفر سے توبہ قبول نہیں ہوتی ؟فرمایا ہوتی ہے۔مولانا نے چاہا کسی مترجم کو بلائیں اور'' براہین قاطعہ'' انبیٹھوی کو دکھا کر ان کلمات کا اقرار کرا کر توبہ لیں مگر انبیٹھوی صاحب رات ہی جدہ کو فرار ہو گئے۔

مولانا شیخ صالح کا ایک تاریخی خط

حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے حضرت مولانا سید اسمٰعیل کو اس واقعہ کا ایک خط بھیجا اور انہوں نے بعینہٖ وہ خط اپنے خط میں لکھ کر مجھے بھیج دیا وہ اب تک میرے پاس محفوظ ہے صبح کو حضرت مولانا شیخ صالح کمال فقیر کے پاس تشریف لائے اور خود یہ واقعہ بیان کیا اور فرمایا میں نے سنا ہے کہ وہ رات ہی بھاگ گئے۔میں نے کہا مولانا آپ نے اس کو بھگا دیا فرمایا میں نے۔میں نے کہا ہاں آپ نے فرمایا یہ کیونکہ میں نے عرض کیا جب اس نے آپ سے پوچھا کہ کیا کافر کی توبہ قبول نہیں ہوتی آپ نے کیا فرمایا۔فرمایا میں نے کہا ہوتی ہے میں نے کہا اسی نے اس کو بھگا دیا۔آپ کو یہ فرمانا تھا کہ جو رسول اللہ ﷺ کی توہین کرے اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔فرمایا واللہ یہ بات

مجھ سے رہ گئی۔ میں نے کہا تو آپ ہی نے بھگایا زمانہ قیام میں علماء عظماء مکہ معظمہ نے بکثرت فقیر کی دعوتیں بڑے اہتمام سے کیں ہر دعوت میں علماء کا مجمع ہوتا مذاکرات علمیہ رہتے شیخ عبدالقادر کردی، مولانا شیخ صالح کمال کے شاگرد تھے مسجد الحرم شریف کے احاطہ میں ان کا مکان تھا انہوں نے تقریب دعوت سے پہلے باصرار تام پوچھا کہ تجھے کیا چیز مرغوب ہے ہر چند غور کیا نہ مانا آخر گذارش کی الحلیب، الماء شیری وسردان کے یہاں دعوت میں انواع اطعمہ جیسے اور جگہ ہوتے تھے ان کے علاوہ ایک عجیب نفیس چیز پائی کہ اس ''الحلیب البارد'' کی پوری مصداق تھی نہایت شیریں وسرد اور خوش ذائقہ۔ ان سے پوچھا کہ اس کا کیا نام ہے کہا ''رضی الوالدین'' اور وجہ تسمیہ یہ بتائی کہ جس کے ماں باپ ناراض ہوں یہ پکا کر کھلائے راضی ہو جائیں گے۔ فقیر دعوتوں کے علاوہ صرف چار جگہ ملنے کو جاتا مولانا شیخ صالح کمال اور شیخ العلماء مولانا محمد سعید بابصیل اور مولانا عبدالحق مہاجر الہ آبادی اور کتب خانہ میں مولانا سید اسمٰعیل کے پاس رحمتہ اللہ علیہم اجمعین۔

مکہ کے بے شمار علماء نے اعلیٰ حضرت کے پاس آ کر ہدیۂ تحسین پیش کیا

یہ حضرات اور باقی تمام حضرات فرودگاہ فقیر پر تشریف لایا کرتے۔ صبح سے نصف شب تک ملاقاتوں ہی میں وقت صرف ہوتا۔ مولانا شیخ صالح کمال کی تشریف آوری کی تو گنتی نہیں اور مولانا سید اسمٰعیل التزاماً روزانہ تشریف لاتے۔ خصوصاً ایام علالت میں کہ یکم محرم ۱۳۲۴ھ سے سلخ محرم تک مسلسل ہی دن میں دو بار بھی تشریف لاتے اور ایک بار کا

آٹھ تاریخ میں سے دس آخر محرم میں کہ طبیعت بہت رو بہ صحت ہو گئی تھی۔

شیخ جلیل کو اعلیٰ حضرت نے اشعار میں ہدیہ تبریک پیش کیا

ایک مرتبہ حضرت کے جب دوبارہ تشریف لانا ہوا تو دو روز میں میرا ان کی طرف

سے اشتیاق میں ہی جاتا ہوں میں نے ان سید جلیل کو ایک پرچہ پر تین شعر لکھ بھیجے:

هذان یومان ما فزنا بطلعتکم ولا قدرنا جعلنا راسنا قدما

قالوا اللقاء خلیل العلیل شفاء الا تحبون ان تبروا الناسقما

عودتمونا طلوع الشمس کل ضحی وهل سمعتم کریما یقطع الکرما

(یہ دو دن ہیں کہ ہمیں دیدار نہ ملا اور ہمیں طاقت ہوتی تو سر کے بل آتے۔
لوگ کہتے ہیں کہ "لقاء خلیل شفاء علیل ہے یعنی دوست کا آنا مرض کا جانا کیا آپ
ہماری مرض کی شفا نہیں چاہتے۔ آپ نے ہمیں عادی کر دیا کہ ہر چاشت کو سورج طلوع
کرے اور آپ نے کسی کریم کو سنا ہے کہ کرم قطع کرے)

اس رقعہ کو دیکھ کر سید موصوف کی جو کیفیت ہوئی حامل رقعہ نے دیکھی فوراً اس
کے ساتھ ہی تشریف لائے اور پھر روز رخصت تک کوئی دن خالی نہ جاتا۔

مولانا عبدالحق الٰہ آبادی اعلیٰ حضرت کو ملنے آئے اور کتاب لکھنے پر مبارک دی

مجھے یاد نہیں حضرت مولانا عبدالحق الٰہ آبادی کو چالیس سال سے زیادہ مکہ
معظمہ میں گذرے تھے کبھی شریف کے یہاں تشریف نہ لے گئے تھے قیام گاہ فقیر پر
دوبار تشریف لائے مولانا سید اسمٰعیل وغیرہ ان کے تلامذہ فرماتے تھے کہ یہ محض خرق
عادت ہے۔ مولانا کا دم بسا غنیمت تھا ہندی تھے مگر ان کے انوار مکہ معظمہ میں چمک

رہے تھے۔ التزاما ہر سال حج کرتے مولانا سید اسمٰعیل فرماتے تھے۔ ایک سال زمانہ حج میں حضرت مولانا عبدالحق صاحب بہت علیل اور صاحب فراش تھے۔ نویں تاریخ اپنے تلامذہ سے کہا مجھے حرم شریف میں لے چلو۔ کئی آدمی اٹھا کر لائے کعبہ معظمہ کے سامنے بٹھایا۔ زمزم شریف منگا کر پیا۔ اور دعا کی الٰہی حج سے محروم نہ رکھ اسی وقت مولیٰ تعالیٰ نے ایسی مہلت عطا فرمائی کہ اٹھ کر اپنے پاؤں سے عرفات شریف گئے اور حج ادا کیا۔

مکہ معظمہ میں علمی حلقوں کے کوئی صاحب ایسے نہ تھے جو فقیر سے ملنے نہ آئے ہوں سوائے شیخ عبداللہ ابن صدیق ابن عباس کے کہ اس وقت مفتی حنفیہ تھے اور وہاں مفتی حنفیہ کا منصب شریف مکہ سے دودرجہ میں سمجھا جاتا ہے اپنے منصب کی جلالت قدر نے انہیں فقیر غریب الوطن کے پاس آنے سے روکا۔

نائب شریف مکہ شیخ عبداللہ ابن صدیق، اعلیٰ حضرت کو ہدیہ تحسین پیش کرتے ہیں

اپنے ایک شاگرد خاص کو فقیر کے پاس بھیجا کہ حضرت مفتی حنفیہ نے بعد سلام فرمایا ہے کہ میں آپ کی زیارت کا بہت مشتاق ہوں۔ مولانا سید اسمٰعیل اس وقت میرے پاس بیٹھے تھے میں نے چاہا کہ حاضری کا وعدہ کردوں مگر اللہ اعلم حبیب اکرم ﷺ کے کرم نے ان اکابر کے دل میں اس ذرہ بے مقدار کی کیسی وقعت ڈالی تھی فوراً روکا اور فرمایا واللہ یہ نہ ہوگا تمام علماء ملنے آئے ہیں وہ کیوں نہیں آتے ہیں ان کی قسم کے سبب مجبور رہا مگر تقدیر الٰہی میں اسے ملنا تھا اور نئی شان سے تھا اس کا ذریعہ یہ ہوا۔

علمائے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی طرف سے

اعلیحضرت فاضل بریلوی کی علمی اور اعتقادی خدمات کا اعتراف

حسام الحرمین

علیٰ منحر الکفر والمین

تالیف: اعلیحضرت مجدد مائۃ حاضرہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی

— ترجمہ —

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی

ایم۔ اے

مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ لاہور

جناب رسالتمآب ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک لاجواب کتاب

المسمّٰی بہ

جزاء اللہ عدوہ باباۂ

ختم النبوّۃ

تصنیف لطیف

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مأتہ حاضرہ امام ملتِ طاھرہ
الشاہ مولینا احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ

مکتبہ نبویہ ۔ گنج بخش روڈ ۔ لاہور

الدولة المكية بالمادة الغيبية

یہ کتاب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ پر مشتمل ہے جسے سیدنا امام احمد رضا [illegible] نے مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران تصنیف کیا تھا۔ اور شریف مکہ کے ایوان میں علم غیب مصطفیٰ [illegible] حجاز کی موجودگی میں پڑھا تھا۔ شریف مکہ اور علمائے حجاز نے ایک ایک سطر سنی اور مصنف علام کی تحقیق اور تحریر [illegible] پسند کیا اور اسے اشاعت عامہ کے لیے منظور کیا گیا۔

برصغیر ہندوستان میں انیسوی صدی کی آخری دھائیوں میں کئی دینی اعتقادی فتنے ابھرے ان [illegible] میں ایک فتنہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کی تخفیف کرتا تھا پھر اسی فتنے نے انکار علوم غیبیہ پر طوفان [illegible] تھا اس فتنے کو چند علمائے ہندوستان کی تائید حاصل تھی جن دنوں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا صاحب [illegible] بریلوی [illegible] کے لیے مکہ مکرمہ پہنچے تو چند فتنہ باز علمائے ہند نے اعیان مکہ کو باور کرانے کے لیے مکے کے بعض مولویوں [illegible] کہا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی حضور کے علوم غیبیہ کو اللہ کے علوم سے ملا رہے ہیں ان [illegible] پراپیگنڈا اپنے ہم نوا علماء کی وساطت سے شریف مکہ تک پہنچایا۔

شریف مکہ نے عالم اسلام کے ان علمائے کرام کو جو ان دنوں حج بیت اللہ کے لیے مکہ مکرمہ میں موجود تھے طلب کیا اور فتنہ پرداز مولویوں اور مقامی اہل علم کو بھی بلایا اس مجلس میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو اپنا نکتہ نظر بیان کرنے کے لیے طلب کیا۔ آپ نے صرف آٹھ گھنٹے میں ایک اہم مقالہ قلمبند کیا تھا جو اس مجلس میں پیش کیا گیا جس میں شریف مکہ اور علمائے کرام نے فاضل مقالہ نگار کی تحقیق کو نہ صرف پسند کیا بلکہ ہدیہ تحسین و تبریک پیش کیا۔ منکرین [illegible] مکہ مکرمہ چھوڑ کر جدہ کی طرف بھاگ گئے مگر دوسرے علماء نے اس کتاب پر اپنی تقاریظ ثبت کیں۔

یہ معرکہ آرا تاریخی کتاب "الدولة المكية بالمادة الغيبية" جو ذوالحجہ ۱۳۲۳ھ میں لکھی گئی تھی علمائے عرب و عجم کی تقاریظ کے ساتھ ۱۳۲۶ھ میں پہلی بار شائع ہوئی۔ ہم نے اسے عربی زبان سے اردو میں منتقل کیا ہے۔

یہ ایک نہایت اہم کتاب ہے جس کا مطالعہ حضور نبی کریم صاحب کوثر و تسنیم کے علوم غیبیہ پر بڑی مفید معلومات مہیا کرے گی۔ آپ محسوس کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول کو اپنے خزانہ غیب سے کیسے کیسے علوم غیبیہ نوازا ہے وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ نبیہ الامی النبی بعلوم مغیبات الکائنات وعلیٰ آلہ الطیبین و صحبہ اصحاب الاحسان و الخیرات٥

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی

نگران مرکزی مجلس رضا لاہور